

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی



خلیق احمد نظامی

ایم: ۷

استاذ شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

رفیق اعزازی ندوۃ المصنفین

ناشر

مکتبہ رحمانیہ

۱۸۰ اردو بازار ۰ لاہور

پاکستان



انتساب

گردِ خود گردِ دمِ چوبینم در ہوائے کیستم
ذرہ ام اتا بخورشیدم مقابل کردہ اند

ذاکر صاحب!

مشہور ہے کہ جب سہیل چمکتا ہے تو اس کی ضو سے بدرنگ
اور کم بہا اہم رنگین اور بیش قیمت ہو جاتا ہے، اسی طرح کیا عجب کہ
آپ کی نظرِ کیمیا اثر سے دیدہ ورون کی نگاہ میں میری اس متلع
کم ارز کی قدر و قیمت بھی بڑھ جائے۔ ۶

کہ گل بہ دستِ توا ز شلخِ تازہ تر ماند

خاکسار

نظامی

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	انتساب	۱	ملتان علوم اسلامی کے مرکزی	۱	باب اول
	پیش لفظ	۲	حیثیت سے	۱۹	شیخ محدث کا خاندان
	تعارف	۳	عہد بلینی کے علماء	۲۱	باب دوم
	مقدمہ	۴	عہد علانی کے علماء	۲۳	شیخ محدث کے والد ماجد
	ہندوستان میں علوم اسلامی	۵	عہد خلجی کا نصاب تعلیم اور	۲۵	شیخ امان اللہ پانی پتی
	کانشو و نمان شیخ محدث سے قبل	۶	مروجہ کتابیں	۲۵	شیخ سیف الدین شیخ امان
	عرب و ہند کے تعلقات کی ابتدا	۷	عہد تغلق میں اسلامی علوم کی حالت	۲۶	کی خدمت میں
	سندھ میں اسلامی حکومت کا قیام	۸	عہد تغلق کے علماء	۲۸	شیخ سیف الدین کا ذوق
	سندھ کے علماء و محدثین	۹	لودیوں کے عہد میں علوم	۲۹	سخن
	عہد غزنوی میں علوم اسلامی کا نشو و نما	۱۰	اسلامی کی نوعیت	۳۰	شیخ سیف الدین کا علمی مرتبہ
	لاہور کا علمی ماحول	۱۱	علوم متراک	۳۲	علامت اور وفات
	غوریوں کی فتوحات سے قبل	۱۲	علم حدیث	۳۸	باب سوم
	اسلامی علوم کی حالت شمالی	۱۳	دسویں صدی ہجری میں علم	۳۹	شیخ محدث کی ولادت اور
	ہندوستان میں	۱۴	حدیث ہندوستان میں	۴۰	ابتدائی تعلیم و تربیت
	سلطنت دہلی کا قیام اور	۱۵	فقہی علوم	۴۱	باپ کے آغوش میں
	ہندوستان میں علوم دینی کا نشو و نما	۱۶	حصہ اول	۴۹	ابتدائی تعلیم
	وعظ و تذکیر		سوانح		باب چہارم
	تعلیمی درس گاہیں ابتدائی دور میں				شیخ محدث طالب علم کی حیثیت سے

۱۶۱	تفسیر	۸۷	حفظ کلام پاک
۱۶۲	بَاب دوم	۸۸	دانشمندانِ ماوراء النہر و تلمذ
۱۶۳	تجوید	۸۹	عبادت و ریاضت کی ابتدا
۱۶۴	بَاب سوم	۹۰	بَاب پنجم
۱۶۵	حدیث	۹۱	تکمیل علم کے بعد
۱۶۶	اشعۃ المعانی فی شرح مشکوٰۃ	۹۲	بَاب ششم
۱۶۷	معانی لتفتیح فی شرح مشکوٰۃ	۹۳	شیخ محدث حجاز کی طرف
۱۶۸	المصانع	۹۴	شیخ وجہ الدین علوی گجراتی
۱۶۹	جمع الاحادیث الاربعین	۹۵	بَاب ہفتم
۱۷۰	فی ابواب علوم الدین و	۹۶	مولانا عبد الوہاب متقی کے
۱۷۱	ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی	۹۷	قدموں میں
۱۷۲	نصیحة الملوک و السلاطین	۹۸	شیخ عبد الوہاب متقی
۱۷۳	جامع البرکات منتخب شرح	۹۹	شیخ عبد الوہاب متقی کے ارشاد
۱۷۴	مشکوٰۃ	۱۰۰	اور شیخ محدث پیران کا اثر
۱۷۵	رسالہ اقسام حدیث	۱۰۱	شیخ عبد الحق کی تعلیم و تربیت
۱۷۶	رسالہ شب براءت	۱۰۲	شیخ متقی کی نگرانی میں
۱۷۷	ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ	۱۰۳	بَاب ہشتم
۱۷۸	الاکمال فی اسماء الرجال اور	۱۰۴	مدینۃ الرسول میں
۱۷۹	اسماء الرجال والروایات	۱۰۵	قصیدہ
۱۸۰	المذکورین فی کتاب مشکوٰۃ	۱۰۶	بَاب نهم
۱۸۱	شرح سفر السعاده	۱۰۷	حجاز سے روانگی
۱۸۲	بَاب اول	۱۰۸	
۱۸۳	بَاب دوم	۱۰۹	
۱۸۴	تالیفات	۱۱۰	
۱۸۵	بَاب اول	۱۱۱	

۱۹۲	بَابُ دَهْمُ تاریخ	۱۸۶	جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی	۱۴۶	سیرۃ مکتوب انبی الہی فی تغزیۃ ولد معاذ بن جبل
۱۹۳	جذب القلوب الی دیار المحبوب	۱۸۷	رسالہ وجودیہ	۱۴۷	بَابُ چہارم عقائد
۱۹۴	ذکر ملوک	۱۸۸	بَابُ ہفتم احلاق	۱۴۸	بَابُ پنجم فتہ
۱۹۵	رسالہ نورانیہ سلطانیہ	۱۸۹	آداب الصالحین	۱۴۹	بَابُ ششم تصوف
۱۹۶	بَابُ یازدہم سیر و تذکرہ	۱۹۰	آداب اللباس	۱۵۰	تنبیہ العارف بہا وقع فی العوارف (عربی)
۱۹۷	مدارج النبوة	۱۹۱	آداب المطالعة والمناظرہ	۱۵۱	تحصیل التعرف فی معرفۃ لغۃ والتصوف
۱۹۸	اخبار الاخیار	۱۹۲	تسلیۃ المصاب لنیل الاجر والتواب	۱۵۲	شرح فتوح الغیب ترجمۃ غنیۃ الطالبین
۱۹۹	احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ	۱۹۳	بَابُ ہشتم اعمال و اوراد	۱۵۳	تخت المثنوی المولوی المثنوی
۲۰۰	ولاد سید البشر	۱۹۴	اجوبۃ الاثنا عشر فی توجیہ الصلوۃ علی سید البشر	۱۵۴	توسیل المرید الی المراد بیان الاحزاب والاوراد
۲۰۱	انوار الجلیۃ فی احوال مشائخ شاذلیہ	۱۹۵	ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوۃ علی سید الکائنات	۱۵۵	مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین
۲۰۲	زہدۃ الآثار فخر بہجۃ الاسراء	۱۹۶	رسالہ عقد انامل	۱۵۶	محکم الحق و تحقیقہ من باب معرفۃ الطریقہ
۲۰۳	مطلع الانوار البہیۃ فی الحلیۃ النبویۃ	۱۹۷	مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء الحسنی	۱۵۷	
۲۰۴	بَابُ دوازدہم علم نحو	۱۹۸	بَابُ نهم فلسفہ اور منطق		
۲۰۵	بَابُ سیزدہم ذاتی حالات	۱۹۹			
۲۰۶		۲۰۰			
۲۰۷		۲۰۱			
۲۰۸		۲۰۲			
۲۰۹		۲۰۳			
۲۱۰		۲۰۴			
۲۱۱		۲۰۵			
۲۱۲		۲۰۶			
۲۱۳		۲۰۷			
۲۱۴		۲۰۸			
۲۱۵		۲۰۹			
۲۱۶		۲۱۰			
۲۱۷		۲۱۱			
۲۱۸		۲۱۲			
۲۱۹		۲۱۳			
۲۲۰		۲۱۴			
۲۲۱		۲۱۵			
۲۲۲		۲۱۶			
۲۲۳		۲۱۷			
۲۲۴		۲۱۸			
۲۲۵		۲۱۹			
۲۲۶		۲۲۰			
۲۲۷		۲۲۱			
۲۲۸		۲۲۲			
۲۲۹		۲۲۳			
۲۳۰		۲۲۴			
۲۳۱		۲۲۵			
۲۳۲		۲۲۶			
۲۳۳		۲۲۷			
۲۳۴		۲۲۸			
۲۳۵		۲۲۹			
۲۳۶		۲۳۰			
۲۳۷		۲۳۱			
۲۳۸		۲۳۲			
۲۳۹		۲۳۳			
۲۴۰		۲۳۴			
۲۴۱		۲۳۵			
۲۴۲		۲۳۶			
۲۴۳		۲۳۷			
۲۴۴		۲۳۸			
۲۴۵		۲۳۹			
۲۴۶		۲۴۰			
۲۴۷		۲۴۱			
۲۴۸		۲۴۲			
۲۴۹		۲۴۳			
۲۵۰		۲۴۴			
۲۵۱		۲۴۵			
۲۵۲		۲۴۶			
۲۵۳		۲۴۷			
۲۵۴		۲۴۸			
۲۵۵		۲۴۹			
۲۵۶		۲۵۰			
۲۵۷		۲۵۱			
۲۵۸		۲۵۲			
۲۵۹		۲۵۳			
۲۶۰		۲۵۴			
۲۶۱		۲۵۵			
۲۶۲		۲۵۶			
۲۶۳		۲۵۷			
۲۶۴		۲۵۸			
۲۶۵		۲۵۹			
۲۶۶		۲۶۰			
۲۶۷		۲۶۱			
۲۶۸		۲۶۲			
۲۶۹		۲۶۳			
۲۷۰		۲۶۴			
۲۷۱		۲۶۵			
۲۷۲		۲۶۶			
۲۷۳		۲۶۷			
۲۷۴		۲۶۸			
۲۷۵		۲۶۹			
۲۷۶		۲۷۰			
۲۷۷		۲۷۱			
۲۷۸		۲۷۲			
۲۷۹		۲۷۳			
۲۸۰		۲۷۴			
۲۸۱		۲۷۵			
۲۸۲		۲۷۶			
۲۸۳		۲۷۷			
۲۸۴		۲۷۸			
۲۸۵		۲۷۹			
۲۸۶		۲۸۰			
۲۸۷		۲۸۱			
۲۸۸		۲۸۲			
۲۸۹		۲۸۳			
۲۹۰		۲۸۴			
۲۹۱		۲۸۵			
۲۹۲		۲۸۶			
۲۹۳		۲۸۷			
۲۹۴		۲۸۸			
۲۹۵		۲۸۹			
۲۹۶		۲۹۰			
۲۹۷		۲۹۱			
۲۹۸		۲۹۲			
۲۹۹		۲۹۳			
۳۰۰		۲۹۴			
۳۰۱		۲۹۵			
۳۰۲		۲۹۶			
۳۰۳		۲۹۷			
۳۰۴		۲۹۸			
۳۰۵		۲۹۹			
۳۰۶		۳۰۰			
۳۰۷		۳۰۱			
۳۰۸		۳۰۲			
۳۰۹		۳۰۳			
۳۱۰		۳۰۴			
۳۱۱		۳۰۵			
۳۱۲		۳۰۶			
۳۱۳		۳۰۷			
۳۱۴		۳۰۸			
۳۱۵		۳۰۹			
۳۱۶		۳۱۰			
۳۱۷		۳۱۱			
۳۱۸		۳۱۲			
۳۱۹		۳۱۳			
۳۲۰		۳۱۴			
۳۲۱		۳۱۵			
۳۲۲		۳۱۶			
۳۲۳		۳۱۷			
۳۲۴		۳۱۸			
۳۲۵		۳۱۹			
۳۲۶		۳۲۰			
۳۲۷		۳۲۱			
۳۲۸		۳۲۲			
۳۲۹		۳۲۳			
۳۳۰		۳۲۴			
۳۳۱		۳۲۵			
۳۳۲		۳۲۶			
۳۳۳		۳۲۷			
۳۳۴		۳۲۸			
۳۳۵		۳۲۹			
۳۳۶		۳۳۰			
۳۳۷		۳۳۱			
۳۳۸		۳۳۲			
۳۳۹		۳۳۳			
۳۴۰		۳۳۴			
۳۴۱		۳۳۵			
۳۴۲		۳۳۶			
۳۴۳		۳۳۷			
۳۴۴		۳۳۸			
۳۴۵		۳۳۹			
۳۴۶		۳۴۰			
۳۴۷		۳۴۱			
۳۴۸		۳۴۲			
۳۴۹		۳۴۳			
۳۵۰		۳۴۴			
۳۵۱		۳۴۵			
۳۵۲		۳۴۶			
۳۵۳		۳۴۷			
۳۵۴		۳۴۸			
۳۵۵		۳۴۹			
۳۵۶		۳۵۰			
۳۵۷		۳۵۱			
۳۵۸		۳۵۲			
۳۵۹		۳۵۳			
۳۶۰		۳۵۴			
۳۶۱		۳۵۵			
۳۶۲		۳۵۶			
۳۶۳		۳۵۷			
۳۶۴		۳۵۸			
۳۶۵		۳۵۹			
۳۶۶		۳۶۰			
۳۶۷		۳۶۱			
۳۶۸		۳۶۲			
۳۶۹		۳۶۳			
۳۷۰		۳۶۴			
۳۷۱		۳۶۵			
۳۷۲		۳۶۶			
۳۷۳		۳۶۷			
۳۷۴		۳۶۸			
۳۷۵		۳۶۹			
۳۷۶		۳۷۰			
۳۷۷		۳۷۱			
۳۷۸		۳۷۲			
۳۷۹		۳۷۳			
۳۸۰		۳۷۴			
۳۸۱		۳۷۵			
۳۸۲		۳۷۶			
۳۸۳		۳۷۷			
۳۸۴		۳۷۸			
۳۸۵		۳۷۹			
۳۸۶		۳۸۰			
۳۸۷		۳۸۱			
۳۸۸		۳۸۲			
۳۸۹		۳۸۳			
۳۹۰		۳۸۴			
۳۹۱		۳۸۵			
۳۹۲		۳۸۶			
۳۹۳		۳۸۷			
۳۹۴		۳۸۸			
۳۹۵		۳۸۹			
۳۹۶		۳۹۰			
۳۹۷		۳۹۱			
۳۹۸		۳۹۲			
۳۹۹		۳۹۳			
۴۰۰		۳۹۴			

آئین قلب الایف بزرگ	۲۰۷	باب اول	۲۰۷	حضرت مجدد الف ثانیؒ	۲۰۷	حصہ چہارم	۲۰۷
فہارس التوالیف	۲۰۸	باب دوم	۲۰۸	حضرت شاہ ابوالعالیؒ	۲۰۸	باب اول	۲۰۸
زاد المتقین	۲۰۹	باب سوم	۲۰۹	شیخ عبداللہ نیازیؒ	۲۰۹	باب دوم	۲۰۹
وصیت نامہ	۲۱۰	باب چہارم	۲۱۰	نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید	۲۱۰	باب دوم	۲۱۰
خطبات	۲۱۱	باب پنجم	۲۱۱	عبدالرحیم خاں خاناں	۲۱۱	باب دوم	۲۱۱
باب پانزدہم	۲۱۲	باب ششم	۲۱۲	باب ششم	۲۱۲	باب دوم	۲۱۲
مکاتیب	۲۱۳	باب ہفتم	۲۱۳	باب ششم	۲۱۳	باب دوم	۲۱۳
کتاب المکاتیب	۲۱۴	باب ہفتم	۲۱۴	باب ششم	۲۱۴	باب دوم	۲۱۴
صحیفۃ المودۃ	۲۱۵	باب ہفتم	۲۱۵	باب ششم	۲۱۵	باب دوم	۲۱۵
باب شانزدہم	۲۱۶	باب ہفتم	۲۱۶	باب ششم	۲۱۶	باب دوم	۲۱۶
اشعار	۲۱۷	باب ہفتم	۲۱۷	باب ششم	۲۱۷	باب دوم	۲۱۷
اشعار جو تصانیف میں	۲۱۸	باب ہفتم	۲۱۸	باب ششم	۲۱۸	باب دوم	۲۱۸
ملے ہیں	۲۱۹	باب ہفتم	۲۱۹	باب ششم	۲۱۹	باب دوم	۲۱۹
اشعار از صبح گلشن	۲۲۰	باب ہفتم	۲۲۰	باب ششم	۲۲۰	باب دوم	۲۲۰
فہرست تصانیف شیخ	۲۲۱	باب ہفتم	۲۲۱	باب ششم	۲۲۱	باب دوم	۲۲۱
محدث بترتیب حروف تہجی	۲۲۲	باب ہفتم	۲۲۲	باب ششم	۲۲۲	باب دوم	۲۲۲
حصہ سوم	۲۲۳	باب ہفتم	۲۲۳	باب ششم	۲۲۳	باب دوم	۲۲۳
شیخ محدث اور ان کے	۲۲۴	باب ہفتم	۲۲۴	باب ششم	۲۲۴	باب دوم	۲۲۴
معاصرین	۲۲۵	باب ہفتم	۲۲۵	باب ششم	۲۲۵	باب دوم	۲۲۵

<p>مولانا نورالاسلام بن محمد سلام اللہ</p> <p>مولانا محمد سالم بن سلام اللہ</p>	<p>۲۶۶ باب چہارم فقہ و حدیث میں تطبیق</p>	<p>۲۹۱</p>	<p>فیضی کے خطوط شیخ عبدالحق محدث دہلوی</p>	<p>۲۶۵</p>
<p>حصہ پنجم شیخ محدث کی علمی اور دینی خدمات</p>	<p>۲۶۷ باب پنجم فقہ و تصوف میں ارتباط</p>	<p>۲۹۳</p>	<p>۲۶۵ کے نام اکبر کے انتقال پر شیخ محدث کا خط نواب سید فرید تھنی خاں کے نام</p>	<p>۲۶۸</p>
<p>باب اول شیخ عبدالحق محدث دہلوی</p>	<p>۲۶۸ باب ششم حقیقی تصوف کی حالت</p>	<p>۲۹۳</p>	<p>۲۶۸ اہم سیاسی، ادبی اور مذہبی واقعات</p>	<p>۲۸۶</p>
<p>کاماحول مہدی تحریک علماء کی حالت صوفیائے خام دربار اکبری</p>	<p>۲۶۹ باب ہفتم عہد اکبری اور شیخ محدث</p>	<p>۲۹۴</p>	<p>۲۸۶ بہ اعتبار زمین</p>	<p>۲۸۶</p>
<p>باب دوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ترویج علوم حدیث باب سوم علوم دینی کے احیاء کی جدوجہد</p>	<p>۲۶۹ باب ہشتم شیخ محدث کا انداز تلاش و تحقیق</p>	<p>۲۹۵</p>	<p>۲۸۶</p>	<p>۲۸۶</p>
<p>۲۸۷</p>	<p>۲۶۹ باب نهم شیخ محدث کا طرز تکارتش</p>	<p>۲۹۵</p>	<p>۲۸۷</p>	<p>۲۸۷</p>
<p>۲۸۸</p>	<p>۲۶۹ تعلیمات شیخ علی متقی</p>	<p>۲۹۶</p>	<p>۲۸۸</p>	<p>۲۸۸</p>
<p>۲۸۹</p>	<p>۲۶۹ مکتوب شیخ عبدالحق بنام</p>	<p>۲۹۶</p>	<p>۲۸۹</p>	<p>۲۸۹</p>
<p>۲۹۰</p>	<p>۲۶۹ حضرت مجدد الف ثانی</p>	<p>۲۹۷</p>	<p>۲۹۰</p>	<p>۲۹۰</p>

پیش لفظ

از افضل العلماء جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب ایم اے۔ ڈی فل

ممبر سلک سروس کمیشن مدراس

ہندوستان میں اسلامی عہد حکومت کی تاریخ کے بعض علمی اور ثقافتی پہلو ابھی تک تشنہ مضرب تحقیق ہیں۔ زلمے کے اقتضار، ماحول کے رنگ اور وسائل کے فقدان کو دیکھ کر کبھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ نغمے شاید ہی پردہ لے سارے ساز سے باہر نکلیں، اور اس زریں عہد کی تاریخ کی از سر نو تشکیل کا خواب شاید ہی شرمندہ تعبیر ہو سکے لیکن بعض خوش آئند واقعات اور غیر متوقع اسباب کی بدولت یہ امید بندھ جاتی ہے کہ وہ دن دور نہیں جب کہ ہمارے قابل فخر مورخین کا طبقہ شاید اس مشکل کام کا بیڑا اٹھائے اور اسے کامیابی سے انجام کو پہنچائے۔

قرون وسطیٰ کی تاریخ ہند کی از سر نو تشکیل و ترتیب میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور اس سلسلہ میں اس شعبہ کی مساعی نہایت ہی ہمت افزا ہیں۔ ایک زمانہ سے مجھے پروفیسر حبیب اور ان کے رفقاء کے کارکی بعض مساعی کا اندازہ تھا۔ خوش قسمتی سے گزشتہ سال چند مہینوں کے لیے علی گڑھ میں قیام اور مسلم یونیورسٹی کی خدمت کا موقع ملا تو سب سے پہلے اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوئی اور میں نے نزدیک سے شعبہ کے تاریخ و سیاسیات کے کارکوں کو دیکھا اور ان کی مساعی کا ایک ادھورا سا اندازہ کر لیا اور مجھے اس امر کے اظہار میں دلی مسرت ہے کہ ان شعبوں کے ممتاز افراد کا

ذوقِ تحقیق قابلِ داد ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ ہمارے ملک و ملت کی تاریخ کے لیے باعثِ نازش سرمایہ ہے اور اس کی افادی حیثیت مسلم ہے۔

اس سلسلہ میں ہندوستان میں اسلامی علوم کے نشو و ارتقا کی تاریخ اور مشائخ و صوفیہ کی علمی اور ثقافتی خدمات کی ترتیب و تہذیب کی اہمیت ہرگز نظر انداز نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس کی بدولت نہ صرف تاریخ کے ان محفی زوایا پر روشنی پڑتی ہے جو ہمارے محققین اور معلمین کی نگاہوں سے ابھی تک پنہاں ہیں بلکہ ان سے سیرت سازی اور تعمیر کردار میں بڑی حد تک مدد و معاونت حاصل ہوتی ہے۔ اس قسم کی ثقافتی تاریخ میں بہت سے ایسے نشانِ راہ اور مینارِ پلینگے جن کی روشنی سے صرف اُن کے عمر کی تاریکیوں کا ازالہ ہی نہ ہوا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے وہ مشعلِ راہ کا کام دے رہے ہیں۔ اس عہد کی علمی تاریخ میں بہت سے ایسے علماء اور صلحاء کے کارنامے پیش نظر ہونگے جنہوں نے ناسازگار ماحول میں حق پسندی کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ان علماء اور مجددین میں شاہ عبدالحق صاحبِ محدث دہلوی کا ایک ممتاز موقع ہے کیونکہ اس وقت جب کہ علماءِ سور کی وجہ سے دین میں رخنہ پڑ رہے تھے اور مذہب کی بنیادیں کھوکھلی کی جا رہی تھیں، شاہ صاحب کی ہمت اور خلوص کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان میں علمِ حدیث کو فروغ حاصل ہوا۔ شاہ صاحب کی زندگی اور سیرت کے مطالعہ کے بغیر اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اُن کے دل میں علومِ حدیث اور ان کی ترویج و اشاعت کا کیسا جذبہ تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ شاہ صاحب کے علمی انہماک درس و تدریس اور مجالسِ ارشاد و ہدایت کی کہانی نہایت ہی دلچسپ ہے اور اس کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس عہد کے پس منظر کا حقیقی نقشہ پیش نظر ہو۔ اکبری دور کے محدود خیالات کی رو میں جاہِ پرست علماء کے قدم ڈلگائے تھے لیکن شاہ صاحب کے خاندانی ماحول اور تربیت اور سفرِ حرمین شریفین کی وجہ سے ان میں وہ دو بعیتیں ابھر آئی تھیں جن کی بدولت ہندوستان میں علومِ حدیث کے اچار اور ترویج و اشاعت کا سہرا اُن کے

سر رہا۔ اس بنا پر شاہ صاحب کی سیرت کی ترتیب و تدوین کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔
 بڑی مسترت کی بات ہے کہ اس اہم کام کو مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے ایک
 ہونہار کارکن اور قابل فخر نوجوان خلیق احمد صاحب نظامی نے نہایت ہی خوش اسلوبی
 سے انجام دیا ہے۔ خلیق صاحب کی گراں قدر خدمات کا اندازہ اُن کی تصانیف سے
 ہو سکتا ہے، بالخصوص ”تاریخ مشائخ چشت“ اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے اور اس
 کے غائر مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں وہ ذوق نصیب ہے جس کا ذکر انہوں نے
 شیخ محدث کے طرز نگارش میں کیا ہے۔ شیخ کا مقولہ حقیقت پر مبنی ہے۔

بے ذوق چہ نویس کہ رونق سخن در ذوق است

وہی ذوق خدائے پاک انہیں کامل طور پر عطا فرمائے، اور ان کی تصنیف کو قبولیت
 کا شرف حاصل ہو۔

الشکرے زور قلم اور زیادہ !

عبدالحق

مدراں

تعارف

از جناب پروفیسر شیخ عبدالرشید صاحب صدر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
ہندوستان کی سیاسی اور تمدنی تاریخ میں سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی کو

ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس زمانہ میں ایک طرف اگر پرانا سیاسی نظام منہدم ہو
تو دوسری طرف فکر و نظر کے پرانے سانچے بھی ٹوٹ گئے۔ نئی نئی علمی اور مذہبی تحریکیں منصفانہ
شہود پر آنے لگیں۔ مسلمانوں کے لیے بعض تحریکیں ہمدردانہ تھیں بعض معاندانہ۔ بہر کیف
جب متضاد نظریات آپس میں ٹکرائے تو عمل اور رد عمل کا ایک ایسا سلسلہ قائم ہو گیا جس
نے فکر و عمل کی صد ہائی راہیں کھول دیں۔ مذہب کے نظریات بدلے، سماج کی بنیادیں
بدلیں، سیاست کے اصول بدلے۔ اس ہمہ گیر تبدیلی کے دور میں اسلامی سماج، مذہب
اور معاشرہ کو مختلف منزلوں سے گزرنا پڑا۔ مغلوں کے عروج سے مسلمانوں کے گرتے ہوئے
سیاسی ستون کو بہارا مل گیا اور سیاسی استحکام کا نیا دور شروع ہوا۔ دوسری طرف مذہبی انتشار
اور دینی گمراہیوں کو دور کرنے کے لیے متعدد مذہبی اور اصلاحی تحریکیں وجود میں آئیں۔ سید محمد ہاشم
جون پوری سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی تک دینی اصلاح و تربیت کے لیے پُر خلوص
اور مسلسل جدوجہد جاری رہی۔ ان بزرگوں کی راہیں مختلف تھیں، بعض اوقات طریقہ کار
بھی مختلف تھا، لیکن منزل مقصود ایک تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی دینی فکر کو اس طرح
بیدار کیا جائے جس سے اسلامی معاشرہ کو صحیح اصولوں پر منظم کرنے کا کام لیا جاسکے۔ اور
جس کے سایہ میں اسلام ایک علیحدہ مستقل دینی ادارہ کی حیثیت سے قائم رہ سکے۔

اکبر نے اپنی غیر مسلم رعایا پر قابو پانے کے لیے جو طریقے اختیار کیے ان سے علماء میں

کافی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ایک طبقہ اس کے طریقہ کار اور اعمال کی پرچوش تائید کرتا تھا، دوسرا طبقہ اس کی حرکات کو قطعی طور پر شریعت اسلامی کے منافی قرار دیتا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبر کے ان غیر شرعی اعمال کا سختی سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کے دربار کے بعض ممتاز امراء کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح اس درباری جماعت میں بھی رخسہ پڑ گیا، جو اکبری طریقہ کار کو سراہا کرتی تھی بہر حال حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک جس میں حکومت کے اعمال سے تعرض تھا ایسی نہ تھی جس میں اختلاف رائے نہ ہوتا، برخلاف اس کے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کی تحریک خالص نہ تھی تحریک تھی جو ایسے اختلاف کی زد میں نہ آسکی کیونکہ وہ تمام عالم کے مسلمانوں کے لیے جس میں حکمران اور غیر حکمران طبقے سب ہی داخل تھے، اسوۂ رسولؐ کو ایک عملی پروگرام کی حیثیت سے پیش کرتی تھی۔ اسی لیے ارباب حکومت سے کسی قسم کا تصادم نہ ہوا، لیکن اثرات بہت گہرے ہوئے اور ہندوستان میں اسلامی علوم کے احیاء کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی سب سے بڑی خدمت یہی تھی کہ انہوں نے مسلمانان ہند کے کبھرے ہوئے شیرازے کو درس حدیث کے ذریعے منظم کر دیا، اور ان میں دینی غموں و فکر کی وہ صلاحیتیں ابھار دیں جنہوں نے مسلمانوں کے معاشرہ میں ایک نئی جان ڈال دی۔ علاوہ ازیں انہوں نے حدیث کی مستند کتابوں کو فارسی میں منتقل کر کے اور معارج النبوة کی ترتیب فرما کر ہندی مسلمانوں پر جو احسان کیا ہے وہ اسلامی تاریخ کا طالب علم سمجھی فراموش نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سترہویں صدی میں مسلمانوں کی مذہبی سیکڑا علمی اور سماجی اصلاح و تربیت کا سہرا حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہی کے سر ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنے زمانے کی مذہبی بے راہ روی کو دور کیا اور علوم اسلامی کے احیاء کے لیے پر خلوص جدوجہد کی۔ حضرت مجدد صاحبؒ سے متعلق پچھلے دنوں میں کچھ کام گو کسی حد تک نامکمل ہی سہی ہو چکے ہیں لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے

حالات زندگی اب تک تشنہ تفسیر و تعبیر تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کمی کو ایک ایسے شخص نے پورا کیا ہے جس سے بہتر اس کام کو کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا تھا۔

میرے نوجوان دوست اور شریک کار خلیق احمد صاحب نظامی نے قرون وسطیٰ کے

ذہنی اور تمدنی حالات زندگی کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ اس میں مستقل اہتمام نے

اُن کی نظر میں بڑی گہرائی اور خیالات میں بڑی وسعت پیدا کر دی ہے۔ پیش نظر کتاب پانچ

حصوں پر مشتمل ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے اور آخر میں تعلیقات، مقدمہ میں مصنف نے

شیخ محدثؒ سے قبل ہندوستان میں علوم اسلامی کے نشوونما کا جائزہ لیا ہے۔ اور اسلامی ہند کے

مختلف زمانوں میں علوم دینی کی حالت پر بحث کی ہے۔ اس مقدمہ کے مطالعہ سے ہندوستان

کی علمی اور دینی تاریخ میں شیخ محدثؒ کا صحیح مقام متعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ حصہ اول

میں جو سوانح سے متعلق ہے جو وہ باب ہیں جن میں شیخ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اجاگر کیا

گیا ہے۔ اُن کے فائدہ ان کے حالات، ابتدائی تعلیم و تربیت، حجاز میں تعلیم، ہندوستان میں قیام

درس گاہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ اور خود شیخ کی تصانیف اور معاصرین کے تذکروں

سے اُن کے حالات زندگی بڑی محنت سے جمع کیے گئے ہیں۔ حصہ دوم تصانیف سے متعلق

ہے اور سولہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان میں شیخ کی ایک ایک تصنیف پر بحث کی گئی ہے۔ قلمی

نسخوں کا پتہ لگایا گیا ہے اور مطبوعہ نسخوں کی تفصیل دی گئی ہے۔ کتاب کے تیسرے حصے میں

شیخ محدثؒ کے اُن کے معاصرین سے تعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ اور مجدد صاحبؒ، عبدالرحیم

خان خانان، فیضی وغیرہ سے ان کے تعلقات کی نوعیت بتائی گئی ہے۔ چوتھے حصے میں شیخ کی

اولاد کا تذکرہ ہے۔ پانچویں باب میں مصنف نے شیخ محدثؒ کی علمی اور دینی خدمات کا جائزہ

بڑی گہری نظر سے لیا ہے۔ اور شیخ کا ماحول بیان کرنے کے بعد اُن کی خدمت حدیث، فتنہ،

تاریخ، ادب وغیرہ پر بحث کی ہے، آخر میں تعلیقات ہیں جن میں دو نادر اور نایاب علمی جواہر

پائے درج ہیں۔ ایک شیخ محدثؒ کا وہ رسالہ جو انہوں نے مجدد صاحبؒ کے بعض نظریات

کی تردید میں لکھا تھا اور دوسرے فیضی کے وہ غیر مطبوعہ مکتوبات جو اس نے شیخ کے نام لکھے تھے یہ دونوں چیزیں پہلی مرتبہ شائع ہو رہی ہیں اور نظامی صاحب قابلِ مبارکباد ہیں کہ ان کی تشنگی طلب نے اُن کو ان نوا در تک پہنچایا۔

خلیق احمد صاحب نظامی نے شیخ محدثؒ کی اتنی مکمل اور جامع حیات طیبہ لکھ کر اسلامی ہند کی علمی اور ذہنی تاریخ کا ایک اہم پہلو اجاگر کر دیا ہے۔ ضیاء الدین برنی نے کہل ہے:

”نفاست علم تاریخ آفست کہ از دانستن علم تاریخ شیم ناجیان و عادلان و نیکوکاران و نجات دہ درجات ایشان در دل می نشیند“

حقیقۃً نظامی صاحب نے یہی خدمت انجام دی ہے۔ شیخ محدثؒ کی طرح جن کے حالاتِ زندگی انہوں نے مرتب کیے ہیں، خود انہوں نے کمالِ غیر جانبداری اور غور و فکر کے ساتھ لکھا ہے۔ اور شیخ کے دامن کے سماجی اور ذہنی ماحول کی ایسی مکمل اور جامع تصویر ہم پہنچائی ہے جو بلاشبہ عرصہ تک اپنے موضوع پر سب سے زیادہ مستند اور معتبر بھی جائیگی کہونکہ یہ ایسے شخص کے قلم سے نکلی ہوئی تصنیف ہے جس نے ہندی مسلمانوں کی علمی اور دینی تاریخ کا غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے۔

شیخ عبدالرشید

۸۔ شبلی روڈ
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مُقَدِّمہ

ہندوستان میں علوم اسلامی کا نشوونما

شیخ محدث سے قبل

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو اسلامی ہند کی علمی اور مذہبی تاریخ میں ایک خاص اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ تقریباً نصف صدی تک دہلی میں ان کی خانقاہ علم و فضل کا گہوارہ اور ارشاد و تلقین کا مرکز رہی ہے۔ ہزاروں تشنگان علم نے وہاں آکر اپنی پیاس بجھائی ہے اور سیکڑوں گم گشتگان علم نے وہاں آکر روشنی حاصل کی ہے۔

سالسا گوش جہاں زمزمہ زبا خواہد بود
زیں نواہا کہ دریں گنبد گردوں زدہ است

یہ زمانہ وہ تھا جب دنیا پرستی کی لعنت نے غم و راستی کی روح کو مردہ کر دیا تھا۔ مذہبی گمراہی کے سوت، غلوں سے پھوٹ کر جھونپڑوں میں بہہ رہے تھے۔ مذہب ”کریمک شنب تاب“ کی صورت ہو چکا تھا، اشاعت و سنت سے بے اعتنائی بڑھ رہی تھی۔ علماء کے دامن ہوا و حرص میں آلودہ تھے، صوفیہ دنیا پرستی میں غرق تھے۔ سرمایہ ملت منتشر ہو رہا تھا۔ قرآن و حدیث سے رابطہ ٹوٹ چکا تھا۔ الحاد و زندقہ حکمت و اجتہاد کے دل فریب عنوان سے پھیلایا جا رہا تھا۔

غرض فتنوں کی شوریدہ سری ایک رنگ لائی تھی

کہ حجاز کے ایک خضر طریقت اور فیح علم و فضل بزرگ حضرت شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے اپنے حلقہ تلامذہ سے ایک ہونہار ہندوستانی طالب علم کو یہ کہہ کر کھڑا کر دیا:-

”بہ دہلی واپس باید رفت زیرا کہ دہلی بہ دہلی واپس جانا چاہیے کیونکہ دہلی تمہاری
فراق شامانا لاں است“
جہانی میں نالاں ہے۔

اس شخص کا ہندوستان آنا گویا ایک علمی انقلاب کا ہونا ہونا تھا۔ علوم دینی جن پر عرصہ سے
مردنی چھائی ہوئی تھی اس کی میجانی سے جلاپا گئے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں دعوت
و اصلاح کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ خود اس نے اپنی زندگی کا واحد مقصد احیاء علوم
دین اور ترویج شریعت کو قرار دیا اور پکار کر اعلان کیا —

”ایں بندہ مامور است کہ جز در ابواب دین و ملت کہ باعث ترویج و تجدید شریعت
و موجب حفظ عقائد و احکام سنت باشد تکلم نکند و از دائرہ اعتدال و حیطة احتیاط
بیرون نیفتد“

یہاں لفظ مامور میں وہی اعلان اور ایقان نظر آتا ہے جو مجدد صاحب کے اس جملے :
”لے فرزند! باوجود ایں معاملہ کہ بہ خلقت من مربوط بودہ است کارخانہ عظیم دیگر
من حوالہ فرمودہ اند“ مکتوب ۱۷ دفتر دوم ص ۱۷۔
یا شاہ ولی اللہ صاحب کے اس ارشاد :

”بہ سرم درد اند کہ ایں حقیقت بہ مردم برساں، امروز وقت وقت تست و زمان زمان تو
میں مضمر ہے۔ حقیقت میں توفیق الہی بھی بعض صلاحیتوں کے لیے ان کا دائرہ عمل متعین کرتی ہے۔
مولانا ابوالکلام آزاد نے ”دعوت“ اور ”غزیت دعوت“ پر تذکرہ (ص ۲۳۹-۲۴۳) میں جو بصیرت افروز
بحث کی ہے اس کی روشنی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے اس اعلان کو دیکھا جائے تو اسلامی
ہند کی علمی تاریخ میں ان کا صحیح مقام متعین ہو جائے۔

شاہ صاحب نے دوسرے جملے میں گویا اپنے طریقہ کار کا پورا اندازہ بتا دیا ہے — ”ادائرہ
اعتدال و حیطة احتیاط بیرون نیفتد“۔ ان کا کام احیاء علوم تھا۔ اس میں احتیاط اور اعتدال کی راہ
سے زیادہ مستحسن تھی۔ زندگی کے پورے نظام کو از سر نو ترتیب دینے اور حالات کا رخ بدلنے کے لیے
جس ”مجاہدانہ بے باکی“ اور ”مرفروشی“ کی ضرورت اس کے لیے فطرت نے حضرت مجدد صاحب کا انتخاب
کیا تھا۔

۱۷ کتاب المکاتیب والرسائل ص ۲۔

چورانوے سال کی عمر میں جب داعی اجل کو لبیک کہنے کا وقت آیا تو اس کی تصنیف کے ہزاروں صفحات اس اعلان کی پابندی میں اُس کے ذوق و انہماک کی شہادت دے رہے تھے۔ ہزاروں انسان جن کے قلوب شریعت و سنت کے احترام سے معمور تھے اُس کے احسان کی گرانباری کو محسوس کر رہے تھے۔ درس و تدریس کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں پھیل چکا تھا اور فضاؤں میں یہ آواز سنائی دے رہی تھی ۶
جہانے را درگوں کرد یک مرد خود اگا ہے

اسلامی ہند کی تاریخ میں ان کا صحیح مقام متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُن سے قبل ہندوستان میں علوم دینی کے نشوونما کا مطالعہ کیا جائے۔

عرب و ہند کے تعلقات کی ابتداء | عرب اور ہندوستان کا تعلق بہت قدیم ہے

ظہور اسلام سے صدیوں پہلے سے عرب کے تاجر سواحل ہند سے تجارت کرتے تھے۔ اور ان دونوں ملکوں میں تجارتی تعلقات کا ایک مضبوط رشتہ قائم تھا۔ پیغمبر اسلام کی بعثت کے بعد بھی یہ تعلقات بدستور قائم رہے۔ مسلمان عربوں نے سواحل ہند پر اپنی نوآبادیاں بنالی تھیں اور وہاں اپنا کاروبار کرتے تھے ان مسلمان تاجروں کو تبلیغ و اشاعت کے کام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ممکن ہے کہ تجارت کے سلسلہ میں انہوں نے چند عربی الفاظ ہندوستان کو دیے ہوں اور کچھ ہندوستانی الفاظ قبول کر لیے ہوں لیکن مجموعی طور پر وہ ہندوستان کی تمدنی زندگی پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ ہر دہائی محمد حسین نینار کا خیال ہے کہ ان تاجروں نے ایک ہندو کو بھی حلقہ بگوش اسلام نہیں بنایا۔

۱۰ مولانا سید سلیمان ندوی نے عرب و ہند کے تعلقات (الہ آباد۔ ہندوستانی اکادمی۔ یو۔ پی) میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

۱۱ ہر دہائی نینار نے دسویں صدی کے ایک عرب سیاح کا قول نقل کیا ہے۔

Arab. Geographers' Knowledge of South India

عربوں کا ہندوستان سے دوسرا رابطہ اُس
سندھ میں اسلامی حکومت کا قیام وقت قائم ہوا جب ۱۱۲ھ میں محمد بن قاسم

نے سندھ پر عربی حکومت کا پرچم لہرایا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب اسلامی دنیا بنی امیہ کے زیرِ نگین
تھی۔ مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب ایک طرف اسپین، اور دوسری طرف وسط ایشیا
تک پہنچ چکا تھا۔ اور اسلامی علوم کی دلغ بیل ڈالی جا رہی تھی۔ مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ
میں بڑی علمی سرگرمی کے مظاہرے ہو رہے تھے۔

بصرہ ایران سے متصل تھا اور وہیں سے خراسان پر حکومت کی جاتی تھی۔ اس لیے
عجمی اقوام سے تعلقات قائم کرنے کی دشواریوں کا احساس سب سے پہلے بصرہ والوں
کو ہوا۔ عجمی قوموں کو عربی زبان سے کس طرح آشنا کیا جائے؟ قرآن پاک کی تعلیم عجمی مسلمانوں
کو کس طرح دی جائے؟ — ان سوالات کا جواب محلِ تمع کی بنا پر بصرہ ہی کو دینا
تھا اسی نے دیا۔ ابوالاسود بصری (المتوفی ۶۸ھ) نے عربی قواعد کو ترتیب دے کر عربی
زبان کے نشوونما اور ترقی کی راہیں کھول دیں۔ اس کے بعد اخیل بن احمد بصری (المتوفی
۸۶ھ) نے عربی زبان کی سب سے پہلی قواعد الکتاب لکھی۔ پھر اسی زمانہ میں احادیث
کے جمع کرنے اور تدوین فقہ کا خیال پیدا ہوا۔ اور کوفہ و بصرہ میں سیکڑوں کی تعداد میں علماء
نے علم حدیث کی طرف توجہ کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، امام حسن بصری، امام زہری،
مسروق بن الاعدع، عبیدہ بن عمر، اسود بن یزید، ابو عمر الخفقی، ذر بن جلیش، ربیع بن خثیم،
عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، ابو عبدالرحمن اسلمی، شریح بن ہانی، قیس بن ابی حازم، محمد بن
سیرین، شعبہ بن حجاج، قتادہ بن دعامہ، امام شعبی، سلمہ بن کہیل، عمار بن قتادہ، ابوالحق
سبعی، عون بن عبداللہ، سماک بن حرب، عمرو بن مرة، منصور بن العمر اور ابراہیم بن محمد
کی بدولت ہر جگہ حدیث و روایت کے چرچے پھیل گئے تھے۔ اور کوفہ و بصرہ کا ایک ایک گھر
حدیث و روایت کی درس گاہ بن گیا تھا۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ عربی ممالک کی ان علمی اور دینی تحریکات کی صدائے بازگشت سندھ میں نہ سنی جاتی! فتح سندھ کے بعد علماء و مشاہیر کی ایک کثیر تعداد ہندوستان کی طرف متوجہ ہو گئی اور منصورہ، بھکر، دیبل وغیرہ میں علوم اسلامی کا چرچہ شروع ہو گیا۔

علامہ سمعانی نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الانساب میں بہت سے ایسے علماء و محدثین کا ذکر کیا ہے

سندھ کے علماء و محدثین

جن کی نسبت منصورہ، دیبل وغیرہ کی طرف ہے۔ دیبل میں محمد بن ابراہیم، شعیب بن محمد، ابوالعباس، محمد بن محمد، محمد بن حسن، احمد بن عبد اللہ وغیرہ کا شمار اعلیٰ محدثین میں ہوتا تھا۔ اور ان بزرگوں نے وہاں کی علمی فضا کو چار چاند لگا دیے تھے۔

مولانا ابو حفص ربیع بن ربیع بصرہ کے رہنے والے تھے تبع تابعین میں ان کا شمار تھا۔ وطن سے ہجرت کر کے سندھ گئے تھے اور وہیں ۱۶۰ھ مطابق ۷۷۷ء میں وصال فرمایا تھا۔ حدیث کے متبحر عالم تھے۔ تذکرہ علماء ہند میں لکھا ہے:

”گویند مے اول مصنفین دیامت اسلامیاست ...“

ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن سندھی حدیث، معاذی اور فقہ میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ سمعانی نے بڑی عزت سے اُن کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اساتذہ میں محمد بن کعب قرطبی، ہشام بن عروہ، نافع وغیرہ تھے اور تلامذہ میں محمد بن ابی معشر، ابو نعیم، وکیع، محمد بن عمرو اقدسی، امام سفیان ثوری وغیرہ جیسے مشاہیر شامل تھے۔ بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہاں حدیث کا درس دیتے تھے۔ رمضان ۱۸۶ھ مطابق ۷۹۶ء میں وصال فرمایا اور بغداد کے مقبرہ کبیر میں سپرد خاک کیے گئے۔ ۳۰

(حاشیہ صفحہ ۶) ۱۔ تفصیل کے لیے فتوح البلدان، معجم البلدان، فتح البغیت، تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی،

مرآۃ الجنان یا فنی، تہذیب التہذیب کا مطالعہ ضروری ہے۔

حاشیہ صفحہ ۱۱ ۱۔ بحوالہ المرجان - ۲۶، ۲۷ ۲۔ تذکرہ علماء ہند - ص ۳۰

۳۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۱۲

سندھ کے چند اور مشہور علماء و فضلاء جن کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے :-

(۱) ابونصر سندھی

(۲) ابوالعطا سندھی

(۳) ابو ضلع سندھی

(۴) ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی

ابوالقاسم مقدسی دسویں صدی عیسوی میں ہندوستان آیا تو اس نے محدثین کی ایک کثیر جماعت اس ملک میں دیکھی۔ ابو محمد منصور سے اس کی ملاقات ہوئی۔ لکھتا ہے کہ ان کی بہت سی عمدہ تصانیف ہیں۔ سندھ میں اسلام کی حالت کے متعلق قسطنطین ہے : ”..... اسلام کو تازگی حاصل ہے اور علم اور اہل علم یہاں بہت ہیں“

اس میں شک نہیں کہ سندھ میں علوم اسلامی نے کافی ترقی کر لی تھی اور سندھ کے بعض علماء عربی دنیا میں بڑی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لیکن حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ سندھ سے اسلامی علوم کا قافلہ ملک کے دوسرے حصوں میں نہ جاسکا ہندوستان کی یہ ایک قسمتی بھی تھی کہ مسلمانوں کے سیاسی ادارے اور دینی علوم جو یہاں آئے وہ براہ راست عرب سے نہ آ سکے بلکہ عجمی ممالک میں طویل مسافت طے کرنے کے بعد یہاں پہنچے۔ اور وہ بھی اُس وقت جب دیار عجم میں اسلامی علوم پر مردنی چھا رہی ہوئی تھی۔

عہد غزنوی میں علوم اسلامی کا نشوونما | غزنوی فتوحات سے ہندوستان میں

نئے دور کا آغاز ہوتا ہے سلطان محمود نے ۹۹۹ء سے ۱۰۲۵ء تک ہندوستان کو اپنی جہانگیرانہ بہمت کا بازو بچہ بنا لیا رکھا اور کم و بیش سترہ بار اس کو زیروزہر کیا۔ چنانچہ تک مستقل سیاسی اقتدار جانے کا تعلق ہے محمود نے پنجاب سے باہر کسی علاقہ کو اپنی

حکومت میں شامل نہیں کیا۔ لیکن پنجاب میں ایسی مستحکم حکومت کی بنیاد ڈال دی کہ غزنی کی تباہی و بربادی کے بعد بھی پنجاب پر اس کے خاندان کا قبضہ رہا۔

جس وقت پنجاب پر غزنویوں کا تسلط قائم ہوا تھا اس وقت تمام اسلامی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف اچھی طرح نشوونما پا چکے تھے خصوصیت کے ساتھ جو بات ذہن میں رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ ان سب علوم نے بھی ممالک میں ترقی کی تھی۔ غزنی جو محمود کے زمانے میں اسلامی عجم کا سب سے بڑا علمی مرکز تھا ان سب علوم کا گہوارہ بن گیا تھا۔ جب پنجاب سلطنت غزنی کا ایک ٹکڑا ہو گیا تو ناممکن تھا کہ وہ دارالحکومت کے ماحول سے متاثر نہ ہوتا!

قرآن پاک کی سب سے مشہور تفسیر کشاف کے مصنف ابوالقاسم محمود بن عمر زحشری (۱۰۷۵-۱۱۳۳ء) خوارزم میں پیدا ہوئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ حدیث کی مندرجہ ذیل چھ مستند کتابوں۔

صحیح بخاری: امام محمد بن اسماعیل بخاری (ش ۲۵۶ء)

صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج نیشاپوری (ش ۲۶۱ء)

سنن ابوداؤد: ابوداؤد البصری (ش ۲۴۸ء)

جامع ترمذی: ابو عیسیٰ محمد الترمذی (ش ۲۵۵ء)

سنن ابن ماجہ: ابن ماجہ قزوینی (ش ۲۴۱ء)

سنن نسائی: ابو عبد الرحمن نسائی (ش ۲۴۱ء)

کے جمع کرنے والے بزرگوں کی وطنی نسبت پر غور کیجیے۔ سب عجم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی حال فقہاء کا تھا۔ بیشتر فقہ بھی ممالک میں پیدا ہوئے اور وہیں اپنے علوم کو ترقی دی تصوف تو ایک حد تک عجم ہی کی پیداوار تھا۔ اس کی بیشتر تصانیف غزنی اور اس کے ارد گرد کے علاقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ صوفیاء شاعری غزنی میں پیدا ہوئی۔ حکیم سنائی جو بطول معلانا روم سے

تصوف کی آنکھ کی مانند ہیں، غزنی ہی کے تھے۔ ان حالات میں سلطنت غزنی کا ایک اہم حصہ پنجاب کس طرح ان علوم سے نابلد اور نا آشنا رہ سکتا تھا؟ — یہ سب علوم دہاں پہنچے اور حالات کی مناسبت سے نشوونما پایا۔

غزنویوں کے دور میں پنجاب کے جس شہر نے علمی اور تمدنی
لاہور کا علمی ماحول اعتبار سے سب سے زیادہ ترقی کی وہ لاہور تھا۔ فتوحات

غزنویہ کے بعد علماء و مشائخ کے قافلے اس طرف رجوع ہو گئے۔ ان میں سے فضل تقدم شیخ جمیل بخاریؒ کو حاصل ہے۔ تذکرہ علماء ہند میں ان کے متعلق لکھا ہے:

”از عظمائے محدثین و مفسرین بود، اول کسے است کہ علم حدیث

و تفسیر بہ لاہور آوردہ“

ان کی زندگی کے آخری سالوں میں خواجہ حسین زنجانیؒ اس شہر میں ان کے معاصر تھے۔
 فوائد الفوائد میں ہے:

”شیخ حسین زنجانیؒ شیخ علی ہجویریؒ ہر دو مرید یک پیر بودند و آن پیر قطب عہد

بودہ است، حسین زنجانیؒ دیر بار ساکن لہا اور بود، بعد از چند گاہ پیرایشان

خواجہ علی ہجویریؒ عرضداشت کرد کہ شیخ حسین زنجانیؒ آئنا ہست، فرمود کہ تو برو،

وچوں علی ہجویریؒ بحکم اشارت در لہا و رآمد شب بود، بامداداں جنازہ شیخ حسین

را بیرون آوردند“

شیخ علی ہجویریؒ المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش (المتوفی ۷۸۰ھ) غزنی کے ایک گاؤں ہجویر

کے رہنے والے تھے۔ علم و فضل انہد و ورع میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اپنے عہد کے مشہور

علماء مثلاً حضرت ابوالعباس بن محمد الاشعاریؒ، شیخ ابو جعفر محمد بن المصباح الصیدلانی وغیرہ

سے تلمذ تھا۔ باطنی اصلاح و تربیت کے لیے شام، عراق، بغداد، آذربائیجان، طبرستان

تذکرہ علماء ہند۔ ص ۲۳ لے فوائد الفوائد۔ ص ۳۵۔

کرمان، خراسان، ماوراءالنہر اور ترکستان وغیرہ کا سفر کیا تھا اور مشاہیر صوفیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، لاہور پہنچ کر انہوں نے علم و عرفان کی شمع روشن کی اور تصوف کی تعلیمات کو عام کر دیا۔ انہوں نے متعدد کتابیں بھی تصنیف کی تھیں، لیکن اب صرف کشف المحجوب دستیاب ہوتی ہے، داراشکوہ اس کے متعلق لکھتا ہے:

”بیچ کس را برآں سخن نیست، و مرشدے ست کامل، در کتب تصوف

بخوبی آن در زبان فارسی کتاب تصنیف نہ شدہ“ ۱۵

ان علماء و مشائخ کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاہور نہ صرف ”مرکز اسلام ہند“ شمار کیا جانے لگا بلکہ اس کو ”ثانی دارالملک غزنویہ“ کا رتبہ حاصل ہو گیا۔ تاج المآثر کے مصنف حسن نظامی نے اس کو قبلہ احرار و ابرار ”کعبۂ اشرف“ ”مرکز اہل تقویٰ“ ”امن زاد و عباد“ اور مسکن اقطاب و اوتاد“ لکھا ہے۔ علمی اور دینی فضل کے متعلق اس کا یہ اعلان ہے:

بنیاد شریعت اندر و محکم بنیاد ضلالت اندر و ویراں

از ہر صدق نو در و عالم از ہر ذرہ نہ مضرت سراں

وہاں کتب قانون کی یہ حالت تھی کہ محمد الدین مبارک شاہ نے جب بحر الانساب کی تصنیف شروع کی تو نسب جیسے موضوع پر ایک ہزار کتابیں اس کو مل گئیں۔ خود لکھتا ہے:

”کم و بیش ہزار پارہ کتاب مطالعہ افتادہ“ ۱۶

غوریوں کی فتوحات سے قبل اسلامی عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی، ان کے مذہبی اور علمی حالت شمالی ہندوستان میں مدنی ادارے غوریوں کی فتوحات کے

بعد وچھڑ گئے۔ لیکن یہ خیال حقیقت کے خلاف ہے۔ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کا

۱۵ سفینۃ الاولیاء - ص ۱۶۴۔ (نوٹ کشور پور ۱۹۸۷ء) ۱۶ تاریخ محمد الدین مبارک شاہ - ص ۳۰۔

۱۷ تاج المآثر رقلی نسفی ۱۸ تاریخ محمد الدین مبارک شاہ - ص ۶۶۔

سیاسی اقتدار قائم ہونے سے قبل مسلمان یہاں آباد ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنی خانقاہیں مدرسے اور مسجدیں قائم کر لی تھیں۔ ہندوستان کی سب سے بڑی خانقاہ اور ہندی مسلمانوں کا سب سے بڑا روحانی مرکز — اجمیر — پر نقوی راج کے عہد حکومت میں قائم ہوا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ پر نقوی راج کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور اجمیر کو اپنا مستقر بنا کر چشتیہ سلسلہ کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ یہ اجمیر کے علاوہ بدایوں، ناگور، قنوج، بہرائچ اور بہار کے بعض اضلاع میں غوری کی فتوحات سے قبل مسلمانوں کی نوآبادیات قائم ہو گئی تھیں۔ مولانا رضی الدین حسن صغانی صاحب مشارق الانوار کے متعلق شیخ نظام الدین اولیاء کا بیان ہے:

”آواز بدایوں بود“

شیخ رضی الدینؒ ۷۵۷ھ مطابق ۱۳۵۷ء میں پیدا ہوئے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ ۸۱۵ھ مطابق ۱۴۱۵ء میں ہندوستان کا یہ مایہ ناز فرزند جب بغداد پہنچا تو بڑے بڑے عالموں کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں۔ ظاہر یہ کہ ان کی تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی ہوگی اور یقیناً بدایوں میں اُس وقت اچھے علمی ادارے موجود ہونگے۔

سلطنت دہلی کا قیام اور ہندوستان میں مسلمانوں کی علمی اور ادبی زندگی کا آغاز حقیقت میں سلطنت دہلی کے قیام سے ہوتا ہے۔ سلطنت دہلی کی بنیاد ایسے زمانہ میں رکھی گئی تھی جب وسط ایشیا میں

۱۷ سیر اللہ اولیاء۔ ص ۴۶۔ ۱۸ فوائد الغار۔ ص ۱۰۳۔ ۱۹ شیخ نظام الدین اولیاء کا بیان ان وجوہات کی بنا پر ان سب لوگوں سے زیادہ قابل اعتبار ہے جنہوں نے ان کا وطن لاہور بتایا ہے۔ ۲۰ شیخ نظام الدین اولیاءؒ خود بدایوں کے تھے اور بدایوں کے تعلق اچھی معلومات رکھتے تھے، ان کے استاد مولانا کمال الدینؒ زاہد مولانا بہار الدینؒ بنی تلمیذ شیخ رضی الدین حسن صغانی تھے اس بنا پر اسناد والا سناد کے متعلق ان کا بیان زیادہ معتبر ہے۔

مسلمانوں کے علم و فضل کے سائے مرکزِ ثناء و برباد ہو رہے تھے۔ ترکانِ غزا اور منگولوں کے حملوں نے سائے سیاسی اور سماجی نظام کو درہم برہم کر دیا تھا۔ اور علماء و فضلاء کی کثیر تعداد اپنے وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ۶

خدا شرے برا نگیزد کہ خیر ما در اں باشد

بغداد و بحار کے یہ ٹوٹے ہوئے تائبے ہندوستان کی فصائے علم پر آفتابِ مہتاب بن کر نمودار ہوئے۔ اور اسلامی ہند کو اپنے ابتدائی دور میں علماء و مشائخ کی ایک ایسی کثیر تعداد مل گئی جس نے سائے ملک کو اپنی نوا سنجیوں سے پر شور کر دیا۔ منہاج السراج نے لکھا ہے۔

”خلافت اطراف گیتی را بہ حضرت دہلی کہ دار الملک ہندوستان است و مرکز دائرہ اسلام و محیط او امر و نواہی شریعت و حوزہ دین محمدی و بیضہ ملت احمدی و قبة الاسلام مشارق گیتی صفا ہذا اللہ عن الآفات و احصرہا السادات جمع آورد و این شہر بکثرت انعامات و شمول کرامات آن بادشاہ دیندار و محط رجال آفاق گشت و ہر کہ از جنائل حوادث بلاد عجم و نکبات کفار مغل و فضل ایزدی خلاص یافت ملاذ و ملجا و مہرب و ما من حضرت جہاں پناہ آن بادشاہ (یلتئم) ساخت“ ۷

عصامی نے عہدِ شمس کی نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔ ۸

بہ دہلی چناں تخت گاہے ساخت	سپاہش در اقصائے آن ملک ساخت
دراں شہر یک رولقے شد پدید	بلے لذتے باشند و جدید
بے سیدان صبح النسب	رسیدند دروے ز ملک عرب
بے کاسبان حسرا ساں زمین	بے نقش بنداں اقلیم چہیں

بے عالمانِ بخارا نژاد بے زاید و عابد از ہر بلاد
 زہر ملک و ہر جنس صنعت گراں زہر شہر و ہر اصل سیمیں براں
 بے ناقدانِ جواہر شناس جواہر فروشاں بروں از قیاس
 حکیمانِ یوناں، طبیبانِ روم بے لہل دانش زہر مرز بوم
 دراں شہر فرخندہ جمع آمدند چوپروانہ ہر نور شمع آمدند

یکے کعبہ ہفت اقلیم شد
 دیارِش ہمدارِ سلیم شد

اس قافلہ کا جو فرد جہاں ٹھہر گیا وہاں ایک علمی مرکز کی دلغ بیل پڑ گئی۔ بغداد و بخارا کے علمی خزانے سر زمین ہند میں ہر خاص و عام کے لیے کھول دیے گئے اور ملک کا گوشہ گوشہ حکم کا اٹھا۔

سلطان شمس الدین ایبتمش علماء و مشائخ کی صحبت کا بڑا شوقین تھا جب کسی بزرگ یا عالم کی آمد کی خبر سنتا تو میلوں تک استقبال کے لیے نکل جاتا اور نہایت عزت و احترام سے محل شاہی میں جہان رکھتا۔ اس کی علم دوستی سے متاثر ہو کر صد ہا علماء مشائخ، شعراء اور ادیب اس ملک میں آکر بس گئے۔ سرور الصدور میں لکھا ہے:

”دماں وقت کہ شیخ نجیب الدین بخشی شیخ الاسلام دہلی بود، او ہم از یاراں شیخ معین الدین بودہ است ایشان چہل یار در وقت سلطان شمس الدین میگویند کہ ہر یکے را جانبرہ گراں بود.... سلطان شمس الدین اور پد خواند و شیخ الاسلام دہلی خطاب داد“

۱۔ فتوح السلاطین - ص ۱۱۰-۱۰۹ ۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون
 ”Altunish, the myshah“ مطبوعہ اسلامک کلچر، اپریل ۱۹۴۹ء
 ۳۔ سرور الصدور (قلبی نسخہ)

المیتمش کے عہد میں جو علماء و مشائخ ہندوستان آئے ان میں سے چند بزرگوں کے نام یہ ہیں^۱۔

(۱) شیخ قطب الدین بختیار کاکی ادیشیؒ (۲) سید نور الدین مبارک غزنویؒ

(۳) قاضی حمید الدین ناگوری (۴) شیخ جلال الدین تبریزیؒ

(۵) شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ (۶) مولانا محمد الدین حاجیؒ

(۷) شیخ بدر الدین غزنویؒ (۸) شیخ محمد ترک مارنولیؒ

قاضی حمید الدین ناگوریؒ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ انہوں نے تصوف میں

کئی اعلیٰ کتابیں رسالہ عشقیہ، طوابع الستموس، لوارخ اور شرح اسمائے حسنی تصنیف کی

تھیں۔ مطالعہ نہایت وسیع تھا اور تصوف کے لٹریچر پر بہت گہری نظر رکھتے تھے۔ پروفیسر

لوئی ماسیونیوں (Massignou) نے خاکسار کو ایک دلچسپ مکتوب میں لکھا تھا کہ منصور

حلاج کی کتاب اخبار کے حوالے ان کی تصانیف میں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

اس بنا پر کہ اس زمانے میں یہ کتاب تقریباً نایاب تھی۔ پروفیسر موصوف نے ثابت کیا

ہے کہ ادیش حلاجیوں کا اہم مرکز تھا۔ اس لیے ممکن ہے کہ خواجہ بختیار کاکیؒ اور قاضی

حمید الدین ناگوریؒ پر ماحول کا اثر پڑا ہو۔ غالباً ہندوستان میں منصور حلاج کا نام اور تصانیف

قاضی ناگوری ہی کے ذریعے آئیں۔

وَعظْوَتِ ذَکِیْر | وعظ و تذکیر علماء کا محبوب مشغلہ تھا۔ بادشاہوں کو بھی ان میں خاص دلچسپی

تھی۔ المیتمش کے یہاں داعظ ملازم تھے اور سیاسی مشکلات کے

وقت وعظ و تلقین سے رعایا کو ہموار کیا کرتے تھے۔ جنگ کے زمانے میں بھی یہ داعظ

شکر کے ہمراہ ہوتے تھے۔ عموماً ہفتہ میں تین بار مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی لیکن ماہ رمضان

۱۵ ان بزرگوں کے حالات کے لیے فوائد العواد، سیرالاولیاء، سیرالعارفین اور اخبار لاخبر کی طرف

جوع کرنا چاہیے۔ ۱۵ طبقات ناصری (مترجمہ رپورٹی) ص ۶۱۵ ۱۶ ایضاً۔ ص ۶۱۹۔

میں روزانہ وعظ کا انتظام ہوتا تھا۔^۱ التتمش نماز جمعہ کے بعد ایک مجلس منعقد کیا کرتا تھا جس میں اکابر و اشراف و مشائخ^۲ شرکت کرتے تھے۔ سلطان بلبن کہا کرتا تھا کہ علماء کا جو هجوم دربار التتمشی میں دیکھا تھا کبھی دیا کسی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ سید نور الدین مبارک غزنوی نے ایک بار لوازم امور بادشاہی پر التتمش کے دربار میں تنہا پر نور خطبہ پڑھا۔ اور صاف الفاظ میں اعلان کیا :

”ہرچہ پادشاہاں از لوازم امور پادشاہی میکنند و طریقہ کہ طعام و شراب بخورند و جامہ می پوشند و شکلی کہ می نشینند و می خیزند و سوار می شوند و سجدہ میکنند و رسم و رسوم اکا سر و باغی و طاعی خدا بدل و جان مراعات می نمایند و بایندگان خدا در جمیع معاملات خود فردی و رتندہم برخلاف مصطفیٰ است و اشراک است۔“

مولانا مہناج السراج صاحب طبقات ناصری کا وعظ بہت پُر تاثیر ہوتا تھا۔ شیخ نظام الدین اولیا ہر سو موافق کو ان کا وعظ سننے جایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے ”چہ راحت بود در تذکیر او“۔^۳ ایک مرتبہ دوران وعظ میں یہ رباعی پڑھی ۔

لب برب لعل دلبراں خوش کردن و آہنگ سر زلف مشوش کردن

امروز خوش است لبیک فردا خوش نیست خود را پو خے طعم آتش کردن

تو حضرت محبوب الہی پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ سرور الصدور میں لکھا ہے کہ قاضی مہناج کہا کرتے تھے :

”من با این ہمہ کہ در تذکیر چنین سر آمدہ و عالم آتا سہ چیز بر خویش راست نکم ہرگز پاپ

بر منبر نہنم کیے نعت ۔ روم تسمیہ ۔ سوم تبکیہ“۔^۴

شیخ نظام الدین ابوالموئید^۵ بھی وعظ کہا کرتے تھے۔ ایک شخص قاسم پہلے تلاوت کرتا

^۱ طبقات ناصری۔ ص ۶۱۹۔ ^۲ سیر العارفین رقلی نسخہ ص ۱۱۲۔ ^۳ تاریخ فیروز شاہی۔ صفحہ ۹۲۔

^۴ ایضاً ص ۴۱۔ ^۵ نواد الخواد ص ۲۵۳۔ ^۶ ایضاً ص سرور الصدور رقلی ص ۱۱۲۔

^۷ حالات کے لحاظ سے مواخراہ ص ۳۵۔

تھا۔ پھر شیخ وعظ شروع کرتے تھے شیخ بدرالدین غزنوی کو بھی تذکیر کا بڑا شوق تھا۔ بابا فریدؒ نے ان کی مجلسوں میں شرکت کی تھی۔ شیخ عبدالحقؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:-

”بیشتر سخن از محبت گفتے“ ۱۷

ان علماء کے وعظ و تذکیر نے ایک دھچپ علمی فضا تو یقیناً پیدا کر دی ہوگی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کی کوششیں اخلاقی سطح کو بلند کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ حکومت وقت سے انہوں نے اپنا دامن وابستہ کر لیا تھا۔ اور دربار داری کی زندگی کے ساتھ ”تذکیر“ میں ”تاثیر“ کہاں پیدا ہو سکتی تھی اسرور الصدور میں حسام درویش کے متعلق لکھا ہے کہ وعظ نہایت اچھا کہتے تھے لیکن دنیا کی محبت میں معزالدین بہرام شاہ کے دربار میں آمد و رفت شروع کر دی اور

دنیا اور از راہ بسر دے ۱۸

مہناج السراج کا یہ حال تھا کہ بلین کہا کرتا تھا کہ وہ نہ خدا سے ڈرتا ہے نہ مجھ سے بچتا۔ سید مبارک غزنویؒ ایک طرف تو بادشاہ کے تمام اطوار و عادات کو سنت کے خلاف قرار دیتے تھے، دوسری طرف دہلی سے طوائفوں کو نکال دینے کے خلاف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ایسا کیا گیا تو آوارہ لوگ شرفاء کے گھروں میں کود پڑا کر بیٹے ۱۹ ایک مرتبہ انہوں نے مولانا نظام الدین ابوالمویدؒ سے التماس کے دربار میں امتیازی جگہ پر بیٹھنے پر جھگڑا کیا۔ — ان حالات میں وعظ و تذکیر ایک بے معنی رسم ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے ذریعہ علمی و روحانی ترقی کی راہیں کھلنا ممکن نہ تھا۔

تعلیمی درس گاہیں ابتدائی دور میں اسلامی ہند کے ابتدائی دور میں مندرجہ ذیل قسم کی درس گاہیں ملتی ہیں:-

۱۷ اخبار الاخبار، ص ۵۰	۱۸ اخبار الاخبار، ص ۵۰	۱۹ سرور الصدور (قلی)
۲۰ تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۲۰	۲۱ ایضاً	۲۲ سرور الصدور (قلی)
		۲۳ نوائے الفواد، ص ۱۹۳

(۱) حکومت کی قائم کی ہوئی

(۲) خانقاہوں سے ملحق

(۳) مسجدوں سے ملحق

(۴) مزارات سے ملحق

(۵) انفرادی۔

حکومت کی قائم کی ہوئی درس گاہوں میں معرزی مدرسہ اور ناصری مدرسہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ناصریہ مدرسہ ناصر الدین محمود کی یاد میں سلطان الہتمش نے بنوایا تھا۔ سہناج السراج رضیہ کے عہد میں اس مدرسہ کے پرنسپل تھے۔

دربارہ شعبان سنہ خمس و ثلثین دست مائتہ سلطان رضیہ مدرسہ ناصریہ در حضرت

منعم باقضا کے کالیور بدیں داعی مفعول فرمود۔

بختیار خلجی نے جب بہار کو فتح کیا تو وہاں بہت سے مدرسے قائم کیے تھے

ایک اور الہتمش کے زمانہ میں ہندوستان میں چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ کی خانقاہیں

قائم ہوئیں۔ سہروردیہ سلسلہ کی خانقاہوں کے ساتھ مدارس کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس سلسلہ

کے مشہور بزرگ شیخ بہار الدین زکریا ملتانی کو تعلیم کا بڑا شوق تھا اور انہوں نے اپنے بچوں

کی تعلیم و تربیت کے لیے نہایت قابل اساتذہ متعین کیے تھے اور ان کو معقول تنخواہیں دیتے

تھے چشتیہ سلسلہ کی خانقاہوں میں اعلیٰ مریدوں کی تعلیم کا انتظام رہتا تھا۔ بابا فریدؒ

نے حضرت محبوب الہیؒ کو قرآن پاک کے چند پارے، تمہید ابوشکور سالمی اور عوارف

المعارف کا درس دیا تھا۔ دیگر مشائخ سلسلہ بھی تعلیم کا کچھ نہ کچھ اہتمام کرتے تھے۔

مسجدوں سے ملحق مدرسے اس زمانہ میں بڑی کثرت سے ہوتے تھے۔ تذکروں،

لغوظات اور تاریخوں میں اکثر جگہ ایسے مدرسوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت شیخ قطب الدین

بختیار کاکیؒ جب ملتان پہنچے تو دیکھا کہ بابا فریدؒ مولانا مہناج الدین ترمذی کی مسجد میں کتاب
نافع کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

صاحب مزار کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے مدرسے مزارات کے قریب بھی قائم
کیے جاتے تھے۔

کچھ مدرسے ایسے بھی تھے جو علمائے نے انفرادی طور پر قائم کیے تھے اور جہاں درس
تدریس کا کام اعلیٰ پیمانے پر انجام دیا جاتا تھا۔ مولانا شادی مفری اور مولانا علوار الدین
اصولی کے مدرسے بدایوں میں، مولانا شمس الدین ملک اور مولانا کمال الدین زاہد کے
مدرسے دہلی میں نہایت اعلیٰ تھے اور وہاں بعض مشاہیر نے تعلیم حاصل کی تھی۔

ملتان اسلامی ہند کے قدیم ترین علمی مرکزوں میں تھا
۱۳۰۰ء میں جب محمد بن قاسم نے ملتان کو فتح کیا
علوم اسلامی کے مرکز کی حیثیت سے توجہ جہاں نے ایک خط لکھا:

”اپنی فتوحات کا دائرہ ہمیشہ وسیع کرتے رہو اور اشاعت اسلام کا خاص خیال
رکھو، جو بڑا یا قدیم شہر ہو وہاں مسلمانوں کے لیے مسجد ضرور تعمیر کرو“ ۱۷
رفتہ رفتہ ملتان اسلامی علوم کا شاندار مرکز بن گیا۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ چوتھی صدی
ہجری میں ملتان اور منصورہ کے لوگ مقامی زبان اور عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے
۱۷۰۰ء میں جب بشاری ملتان پہنچا تو اس نے فارسی زبان کو کافی مقبول پایا۔ ۱۷۰۰
یہاں کے مدارس نہایت اعلیٰ تھے اور تعلیم کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ بابا فرید گنج شکر
نے ۱۱۹۳ء میں وہاں فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ سیرالاولیاء میں لکھا ہے:
”دریں ایام ملتان قہۃ الاسلام عالم بود، فحول علماء آنجا بودند“ ۱۷

۱۷ خیر الممالس دقلی نسخہ ۱۷ فتوح البلدان (مطبوعہ لیڈن) ص ۲۴۰ ۱۷ سفرنامہ ابن حوقل
(لیڈن) ص ۲۲۶ ۱۷ بشاری (لیڈن) ص ۲۸۱ ۱۷ سیرالاولیاء ص ۶۰

جب غوریوں نے ہندوستان پر اپنا تسلط قائم کر لیا تو ملتان کی اہمیت میں اور اضافہ ہو گیا۔ ممالک اسلامی سے جو علمی قافلے ہندوستان میں داخل ہوتے تھے اُن کی پہلی منزل ملتان ہوتا تھا۔ پھر قباچہ کی علم دوستی نے بہت سے علماء کو وہاں کھینچ لیا۔ منہاج نے لکھا ہے :

”وچوں ممالک سندھ و بے قرار گرنٹ، در حوادث کفار چین، اکابر خراسان و غورو غزنین بسیار بخدمت او پیوستند و او در حق ہنگناں انعام و اکرام وافر فرمودہ“^۱ لب اللباب میں محمد عوفی نے بعض شعراء و علماء کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کا علمی ماحول بے مثال تھا۔ شمس الدین محمد بلخی اعلیٰ درجے کے شاعر اور خطاط تھے۔ عوفی نے ان کو تلح الفضل کے لقب سے یاد کرنے کے بعد لکھا ہے :

”در شعر عدیل النوری و در خط عطار دش مشتری“^۲

ایک اور بزرگ اور عالم تھے جن کا نام فضلی ملتان تھا۔ اُن کو جامع الصغیر حفظ یاد تھی عوفی نے لکھا ہے۔

”جامع الصغیر قاضی امام محمد الدین ... راتنام یاد می دارد“^۳

قباچہ کے امام سدید الدین محمد عوفی تھے، عربی کے فاضل تھے۔ اُن کا عربی خطبہ لب اللباب میں نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے سمرقند، خوارزم، نیشاپور، ہرات، غزنی وغیرہ کی سیاحت کی تھی۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع اور نظر بہت عمیق تھی۔

ایلیتمش نے جب ملتان پر قبضہ کر لیا تو وہاں کی پہلی علمی رونق ختم ہو گئی لیکن جب سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد کو وہاں بھیجا تو پھر ایک بار پرانی محفلیں گرم ہو گئیں۔ شہزادہ محمد مکارم اخلاق اور محاسن اوصاف میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ علم و فضل

^۱ طبقات ناصری۔ ص ۱۴۳ ^۲ لب اللباب جلد دوم۔ ص ۴۲۱۔ ^۳ ایضاً ص ۴۲۳

^۴ لب اللباب جلد اول ص ۱۱۵-۱۱۶۔

میں بے مثل شخص تھا۔ اس نے ملتان کو علماء و فضلاء کا مرکز بنادیا۔ حضرت امیر خسروؒ، خواجہ حسن بھڑیؒ سب سے پہلے اُسی کے دربار سے منسلک ہوئے اور اپنے شاعرانہ کمالات کی داد پائی۔ شہزادہ محمد کی مجلس میں زیادہ تر شاہنامہ، دیوان خاقانی و انوری، خمسہ نظامی پڑھے جاتے تھے۔ اُس نے دوبار اپنے خاص آدمی اور قیمتی تالیف شیخ سعدیؒ کے پاس بھیج کر ملتان آنے کی درخواست کی لیکن شیخ نے پیرانہ سالی کا عذر کیا۔

عہد بلبلی کے علماء | سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں جب ہلاکو کی خون آشام فوجوں نے بغداد میں آگ اور خون کا ہنگامہ برپا کیا تو

اس علاقہ کے باقی ماندہ علماء بھی وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ بلبن نے اس برگشتہ قسمت علمی قافلہ کو خوش آمدید کہا اور اس طرح ہندوستان کی علمی دنیا کی رونق دوبالا ہو گئی۔ دہلی، بغداد اور قرطبہ کی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگی۔ صیاد الدین برنی نے لکھا ہے:

”ہم در عصر بادشاہی سلطان بلبن چندیں علماء سرآمدہ کہ از نوادر استاذان بودند بر سرافادت سبق می گفتند.... ہر یکے از ایشان اقلیمے را بیاراید پیراستہ بودند“

برنی نے بالخصوص ان علماء کے نام گنائے ہیں۔

- | | |
|----------------------------------|----------------------------|
| (۱) مولانا برہان الدین بلخ | (۷) قاضی شمس الدین مراجمی |
| (۲) مولانا برہان الدین بزاز | (۸) قاضی رکن الدین سامانہ |
| (۳) مولانا نجم الدین دمشقی شاگرد | (۹) قاضی جلال الدین کاشانی |
| مولانا فخر الدین رازی | پسر قاضی قطب کاشانی |
| (۴) مولانا سراج الدین بھڑی | (۱۰) قاضی سدید الدین |
| (۵) مولانا شرف الدین دلواہی | (۱۱) قاضی ظہیر الدین |
| (۶) قاضی رفیع الدین گزرونی | (۱۲) قاضی جلال الدین |

ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ علوم دینی کا ستون تھا لیکن افسوس ہے کہ ان علم کے تفصیلی کارنامے کسی تذکرہ میں نہیں ملتے۔

عہد بلینی کے ایک مشہور عالم اور بزرگ مولانا کمال الدین زاہد تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے اُن سے مشارق الانوار کا درس لیا تھا۔ مولانا کے زہد و وسع، تقویٰ و دیانت کی شہرت سن کر بلین نے ان سے امامت قبول کرنے کی درخواست کی۔ مولانا نے جواب دیا :-

”برما جز نماز چیز سے دیگر نماندہ است، اکنون بادشاہ چہ می خواہد کہ این ہم از ما برود“
بلین مولانا کا یہ جواب سن کر دم بخود رہ گیا۔

اسی عہد کے ایک اور بزرگ شیخ نور الدین ملک یار پراں تھے۔ اُن کا حال شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبارالاخیار میں لکھا ہے

ہندوستان میں علوم اسلامی کا عہدِ نرین | سلطان علاء الدین خلجی کا عہد
حکومت، اسلامی ہند کی

سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کا سب سے زیادہ تابناک باب ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی اور تمدنی ادارے مشکلات و مصائب کے ابتدائی منازل طے کرنے کے بعد اپنے پورے شباب پر پہنچ گئے تھے۔ معاصر مورخ ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں دارالملک دہلی میں ایسے علماء اور ماہرین فن موجود تھے کہ بخارا، سمرقند، بغداد، مصر، خوارزم، دمشق، تبریز، رے، روم وغیرہ میں ان کا ثانی تلاش کرنا ممکن نہ تھا۔ علوم اسلامی کا ہر گوشہ منقولات و معقولات کا ہر پہلو — تفسیر، فقہ، اصول فقہ، اصول دین

سیر الاولیاء ص ۱۰۶، اخبارالاخیار ص ۷۱۔ اخبارالاخیار ص ۷۱-۷۲۔
ضیاء الدین برنی نے ان کا نام عہدِ بلینی کے مشہور شائخ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ۔ شیخ صدق الدین شیخ بدیع الدین غزنویؒ، دیبی سام، سیدی مولائے کے ساتھ لکھا ہے۔

(ص ۱۱۲)

نحو، لغت، بیان، کلام، منطق — اُن پر روشن تھا۔ اور

”ہر سالے چندیں طالبان علم ازاں استادان برآمدہ بدرجہ افادت می رسیدند

و مستحق جواب دادن فتویٰ می شدند“ ۱۵

برنی کا کہنا ہے کہ ان میں بعض استاد تو ایسے تھے کہ حضرت امام غزالی اور امام فخر الدین

رازی کے مرتبہ کو پہنچے تھے۔ ان کے کمالات اگر درج کیے جائیں تو

”ہر یکے بجلد بہ موسم مقصیر با شتم“ ۱۶

حد یہ ہے کہ بخارا، سمرقند، خوارزم اور عراق کے علماء کی تصانیف اس وقت معتبر سمجھی جاتی

تھیں جب ہندوستان کے علماء ان پر مہر توثیق ثبت کر دیتے تھے۔ لکھا ہے:

”اگر استادان شہر ماں تصنیف را سخنان و اعتبارے کردندے معتبر شدے

والا فہجور ماندے“ ۱۷

دہلی میں ہر روز وعظ و تذکیر کا ہنگامہ گرم رہتا تھا۔ مولانا عطاء الدین حسام درویش

کی ”الحان جاں نواز“ کا یہ حال تھا کہ —

نہ چشے دیدہ... نہ گوشے شنیدہ“ ۱۸

بیس سال تک اُن کی مجلسوں میں دانشمندوں، کاملوں، فاضلوں اور شاعروں کے

ہجوم لگے رہے۔ اسی زمانہ میں مولانا حمید، مولانا لطیف مقری اور ان کے بیٹوں نے

تذکیر کی مجلسیں سجاائیں۔ مولانا لطیف کی قرآن خوانی کا یہ عالم تھا کہ

”ممرغ از آسمان فرو آمدے“ ۱۹

و دیگر مذکرین میں مولانا ضیاء الدین ستامی، مولانا شہاب الدین غلیلی، مولانا کریم الدین

۱۵ تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۵۳ ۱۶ ایضاً ص ۳۵۴ ۱۷ ایضاً ص ۳۵۵ ۱۸ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶

۱۹ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۲۰ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۲۱ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۲۲ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶

۲۳ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۲۴ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۲۵ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۲۶ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶

۲۷ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۲۸ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۲۹ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۳۰ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶

مولانا جلال حسام درویش، اور مولانا بدرالدین پنہو کھودی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ عہد علانی کے مذکرین و علماء حکومت وقت سے بے تعلق رہے۔ اور نیک نیتی کے ساتھ عوام کی اصلاح و تربیت کے لیے کوشش کرتے رہے۔

ضیاء الدین برنی نے اپنے عہد کے مندرجہ ذیل علماء کی فہرست دی ہے :-

عہد علانی کے علماء

- | | |
|------------------------------|---------------------------------|
| (۱) قاضی فخر الدین ناقلہ | (۱۴) مولانا نظام الدین کلاہی |
| (۲) قاضی شرف الدین سراہی | (۱۵) مولانا نصیر الدین کٹروہ |
| (۳) مولانا نصیر الدین غنی | (۱۶) مولانا نصیر الدین صابونی |
| (۴) مولانا تاج الدین مقدم | (۱۷) مولانا علاء الدین تاجر |
| (۵) مولانا ظہیر الدین لنگ | (۱۸) مولانا کریم الدین جوہری |
| (۶) قاضی منیث الدین بیاد | (۱۹) مولانا حجت طمانی |
| (۷) مولانا رکن الدین سناسی | (۲۰) مولانا حمید الدین مخلص |
| (۸) مولانا تاج الدین کلاہی | (۲۱) مولانا برہان الدین بھکری |
| (۹) مولانا ظہیر الدین بھکری | (۲۲) مولانا افتخار الدین برنی |
| (۱۰) قاضی عیسیٰ الدین کاشانی | (۲۳) مولانا حسام الدین سرخ |
| (۱۱) مولانا کمال الدین کولی | (۲۴) مولانا وحید الدین طو |
| (۱۲) مولانا وجیہ الدین پانڈی | (۲۵) مولانا علاء الدین کرٹک |
| (۱۳) مولانا منہاج الدین قانی | (۲۶) مولانا حسام الدین ابن شادی |

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳) راستہ میں پھرو دیا۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے دستار چہ کو اٹھا کر آنکھوں سے لگالیا جب مولانا ضیاء الدین کا انتقال ہو گیا تو نہایت رنج کے ساتھ فرمایا۔

”یک ذات بود حامی شریعت حیف آن نیز نماند“ (اخبار الاخیار۔ ص ۱۰۸)

(۲۷) مولانا حمید الدین بنیانی

(۲۸) مولانا شہاب الدین ملتانی

(۲۹) مولانا فخر الدین ہانسوی

(۳۰) مولانا فخر الدین سقاقل

(۳۱) مولانا صلاح الدین سترکی

(۳۲) قاضی زین الدین ناقلہ

(۳۳) مولانا وجیہ الدین رازی

(۳۴) مولانا علاء الدین صدر الشریعہ

(۳۵) مولانا میراں ماریکلہ

(۳۶) مولانا نجیب الدین ساری

(۳۷) مولانا شمس الدین تم

(۳۸) مولانا صدر الدین گندہک

(۳۹) مولانا علاء الدین لوہوری

(۴۰) مولانا شمس الدین بکھی

(۴۱) قاضی شمس الدین گاندوئی

(۴۲) مولانا صدر الدین تاوی

(۴۳) مولانا معین الدین لونی

(۴۴) مولانا افتخار الدین رازی

(۴۵) مولانا معز الدین اندینی

(۴۶) مولانا نجم الدین انتشار

اس فہرست میں علماء کی وطنی نسبت پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کتنے بزرگ بیانا، بھکر، کول، کٹرہ، ملتان، برن، ہانسی، سترکہ، لاہور، وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے! اب سرزمین ہند کی علمی فضا اس قابل ہوگئی تھی کہ رازی و غزالی کے پایہ کے عالم پیدا کر سکے!

مولانا سید عبدالحی مرحوم نے دوراول کا مندرجہ ذیل نصاب بتایا ہے :-
نحو: کافیہ، لب الالباب مصنفہ قاضی ناصر الدین بیضاوی

عہد حلی کا نصاب تعلیم
اور مروجہ کتابیں

فتہ: ہدایہ

اصول فقہ: منار، اصول ہزدوی

تفسیر: مدارک، بیضاوی، اگشاف

۱۰ رسالہ الندوہ - فروردی ۱۹۰۹ء - ص ۷ - ۸

تصوف، عوارف، فصوص

حدیث: مشارق الانوار، اور مصابیح السنہ

ادب: مقامات حریری۔

منطق: شرح شمشیر

فن کلام: شرح صحائف، تمہید ابوشکور سالمی۔

لیکن یہ فرست مکمل نہیں ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ بہت سی اور کتابیں بھی اس زمانے میں لوگوں کے مطالعہ میں رہتی تھیں، گو باقاعدہ طریقے پر نصاب میں شامل نہ تھیں۔ معاصر تذکروں، تاریخوں اور ملفوظات کی بنیاد پر ہم مندرجہ ذیل فرست پیش کرتے ہیں تاکہ اس عہد کے مسلمانوں کے عام دینی اور علمی رجحانات کا اندازہ ہو سکے۔

(۱۳) کیمیائے سعادت

(۱۴) تحفۃ الشباب

(۱۵) تفسیر مدارک

(۱۶) نبح البلاغۃ

(۱۷) کثر الادب

(۱۸) تفسیر حقائق

(۱۹) فقہ محقول

(۲۰) اخبار الاثمار

(۲۱) مصباح الدجی

(۲۲) سیر الملوک

(۲۳) تعرف

(۲۴) مکتوبات مولانا فخر الدین

(۱) قوت القلوب

(۲) احیاء العلوم

(۳) رسالہ قشیری

(۴) مکتوبات عین القضاۃ

(۵) مرصاد العباد

(۶) لوائح، قاضی حمید الدین ناگوری

(۷) تفسیر امام ناصری۔

(۸) نوادر الاصول۔ مولانا علاء الدین

تمذی۔

(۹) روح الارواح

(۱۰) مقصد الاقصیٰ

(۱۱) اسناد حلبیہ شیخ عبدالمذتبری

(۲۷) تذکرۃ الاولیاء

(۲۵) قدوری

(۲۸) خمسہ نظامی

(۲۶) مجمع البحرین

عہدِ تغلق میں سلامی علوم کی لحاظ سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے عہدِ تغلق میں علمی معیار کے گرجانے کی شکایت کی ہے اور لکھا ہے

کہ گو اس زمانے میں بہت سے علم و موجود تھے لیکن عہدِ علانی کی سی رونق نہ تھی۔ اس انحطاط کے باوجود دہلی کا جو علمی ماحول تھا وہ کسی طرح ایسا نہ تھا کہ اس پر افسوس کیا جائے۔ عرب سیاحوں کا بیان ہے کہ محمد بن تغلق کے زمانے میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدرسے تھے۔ فیروز شاہ کا مدرسہ مشرق کی اعلیٰ ترین درس گاہوں میں تھا۔ دور دور سے لوگ اس کو دیکھنے کے لیے آتے تھے۔ سیرت فیروز شاہی میں لکھا ہے

اپنے نظارہ دیدار اور شرق و غرب

کارواں درکارواں و قافلہ در قافلہ

طلبا کے قیام و طعام کا نہایت عمدہ انتظام تھا۔ جید علماء درس و تدریس کا کام انجام دیتے تھے۔ مطہر حوض خاص کی سیر کے بعد جب مدرسہ کے باغ میں پہنچتے تو دیکھتا ہے کہ

صحن اور فوج فرا ساحت او جاں پروں خاک او مشک فشاں نکست او عنبر بار

سبزہ و سنبل و ریحاں و گل لالہ درو رستہ و آلاستہ چنڈاں کہ کند چشم تو کار

بام و برجش بزرگ آراستہ چوں رُکوع و بام درو دیوار جلا دادہ بطلق آئینہ وار

مدرسہ میں جب داخل ہوتا ہے تو دیکھتا ہے

چوں درآمد درش دید در اوج جنت خلد قاصداں (فاضلاں) صف درو ہر کھلم کھلا

علمان عربی لفظ و عربی دانش ہمہ درجہ شامی و بمصری دستار

۱۔ صبح الاعشیٰ۔

۲۔ نرس التالیف (قلمی)

۳۔ سیرت فیروز شاہی (قلمی نسخہ) نیز ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۵۶۴ - ۵۶۵۔

ہر یکے نادۂ دہر در انواع ہنسہر ہر یکے واسطۂ عقل در اطراف دیار

در مقام ہمت بخارا و سمرقند نشان در بلاغت بجاز و مین و نجد و منار

صدر آں محفل سر دفتر آں استاد کہ ز سر تا بقدم صورت عقلست و وقار

تغتم ایں عالم آفاق جلال لدین است رومی آن کز نسبش بے کند و روم فنا

راوی ہفت قرات سند چارہ علم شارح پنج سنن مفتی مذہب ہر چار

پس شنیدیم ز گفتار ش انواع علوم اخذ کردیم ز تفسیر و اصول و اخبار

اس کے بعد کھانے کا حال لکھا ہے کہ ہمہ دراج و کبوتر بچہ و کبک و کلنگ

ماہی و مرغ مسمن برہ کوہ و تار

عہد تعلق کے علماء عہد تعلق میں بعض نہایت مشہور علماء اور شعراء موجود تھے جن کی علمی کاوشوں نے اس دور کو بڑی رونق بخش دی تھی۔

مولانا معین الدین عمرانی اس زمانہ کے جید عالم تھے۔ شیخ محدث نے ان کے متعلق لکھا ہے:

”دانشمندے عظیم و استاد شہر بود“

انہوں نے کنز، حسامی، مفتاح وغیرہ پر حواشی لکھے تھے۔ محمد بن تعلق نے ان کو شیراز

قاضی عسکری کے پاس بھیجا تھا اور ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی اور متن مواقف

کو اپنے نام معنون کرنے کی درخواست بھی کی تھی۔

اس دور کے ایک اور مشہور عالم مولانا ضیاء الدین بخش تھے۔ انہوں نے بدایوں

کے ایک گوشہ میں اپنی زندگی گزار دی اور کبھی عزت و شہرت کے خواہاں نہ ہوئے۔ انہوں

نے اپنے دل کی دنیا ”سوز و مستی“ جذب و شوق سے تعمیر کی تھی۔ ان کی دعا تھی:

لے دیوان مطہر۔ اور نیل کالج میگزین۔ مئی ۱۹۳۵ء۔ ص ۱۳۷-۱۳۸۔

لے اخبار الاخبار۔ ص ۱۲۲۔

لے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون ”مولانا ضیاء الدین بخش“ ”مطبوعہ بریل“ نومبر ۱۹۵۱ء

خدایا اہل دل را ذوق دل دہ ضیائے بخشی را شوق دل دہ

انہوں نے مندرجہ ذیل تصانیف چھوڑی ہیں —

(۱) طوطی نامہ (۲) شرح دعائے ثریانی

(۳) چہل ناموس (۴) سلک السلوک

(۵) گلریز (۶) لذات النساء

ان کتابوں سے اُن کی معلومات کی وسعت، مذہبی معاملات میں ان کی بالغ

نظری اور پیدار احساس کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا احمد تھانیسری اس دور کے ایک اور جید عالم ہیں۔ وہ حضرت چلغ دہلوی

کے مرید تھے۔ جب تیمور نے حملہ کیا تو وہ گرفتار ہو کر تیمور کے پاس پہنچے۔ وہاں شیخ الاسلام

نبیرہ مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے سخت گفتگو ہوئی اور مولانا تھانیسری

نے اپنے شاگردوں سے صاحب ہدایہ کی غلطیوں پر تقریر کرائی۔ عربی زبان پر اُن کو بڑا

اچھا عبور حاصل تھا۔ ایک قصیدہ نعتِ رسول میں لکھا تھا جو فصاحت و بلاغت میں

لاجواب ہے۔

مولانا تھانیسری کے ایک مشہور ہم عصر مولانا خواجگی تھے۔ اُن کو مولانا معین الدین

عمرانی سے تلمذ تھا۔ ان کے شاگرد قاضی شہاب الدین دولت آبادی تھے جنہوں نے

بدائع البیان، حاشیہ کافیہ، شرح بزودی، تفسیر بحر موانج وغیرہ تصنیف فرمائی تھیں۔

۴۔ عہد تعلق کے مورخین میں مولانا ضیاء الدین برنی اور عصامی خاص طور پر قابل

ذکر ہیں۔ شعراء میں مظهر، یوسف گدا، بخش، بدر چاچ، مسعود بک وغیرہ امتیازی شان

۱۔ اخبار الاخبار۔ ص ۱۴۲-۱۴۳ ۲۔ مصنف تاریخ فیروز شاہی، فتاویٰ ہمالیہ ادبی حسرت نامہ

ثنائے قہری وغیرہ۔ ۳۔ مصنف فتوح السلاطین در مرتبہ ڈاکٹر محمدی جن آگرہ، نیز محمدیوشع مداس

۴۔ دیوان۔ اور نیل کالج میگزین ۱۹۳۵ء ۵۔ مصنف تحفۃ النصارح (طبع نور لاہور ۱۳۵۵ھ)

۶۔ تصانیف بدیع چاچ (ذکورشہ ۱۳۵۵ء) ۷۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہواخبار الاخبار۔ ص ۱۶۴-۱۶۵۔

کے مالک تھے۔

محمد بن تغلق کے زمانہ میں حمالک اسلامی سے علماء و شعراء کثیر تعداد میں ہندوستان آئے۔ امام ابن تیمیہ کے شاگرد امام عبدالعزیز اردہیلی نے محمد بن تغلق کے دربار میں احادیث نبوی بیان کیں۔ قاموس کے مصنف مولانا مجدالدین فیروز آبادی اسی زمانے میں ہندوستان آئے۔

مشائخ کے ملفوظات کے بعض مستندہ و قابل قدر مجموعے اسی زمانے میں مرتب ہوئے امیر خورونے سیر الاولیاء، حمید قلندر نے خیر المجالس، شیخ عزینے سرور الصدور، حماد کاشانی نے احسن الاقوال اسی زمانے میں ترتیب دیں۔

لودیوں کے عہد میں علوم اسلامی کی نوعیت | تیمور کے حملے (۱۳۹۹ء) نے شمالی ہندوستان بالخصوص دہلی کی گئی

مجلسوں کو درہم برہم کر دیا۔ علماء و مشائخ دہلی کو چھوڑ کر مختلف صوبوں میں چلے گئے۔ سکندر لودی نے اس اجڑی بزم کو از سر نو سنوارنے کی کوشش کی اور شاہیر علماء کو دور دور سے بلا کر یہاں بسایا شیخ عبدالحق محدثؒ لکھتے ہیں۔

”..... اسکندریہ کہ زمان صلح و تقوی و ورع و دیانت و صیانت بود و بیار

از اکابر و علماء از اطراف و اکناف عالم از عرب و عجم دراں زماں تشریف آورده

دریں دیار توطن فرمودند“

سکندر لودی کے زمانہ میں طمان میں جب لنگا خاندان برسر اقتدار آیا تو وہاں کے بہت سے علماء اس طرف رجوع ہو گئے۔ شیخ عبداللہ اور شیخ عزیز اللہ نے سنبھل میں قیام کر لیا تھا۔ سکندر لودی شیخ عبداللہ کا بڑا احترام کرتا تھا اور ان کے حلقہ درس میں شریک

۱۔ ابن بطوطہ۔ (عجائب الاسفار۔ ص ۱۲۰)

۲۔ اخبار الاخبار۔ ص

ہوتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں نے علم معقول کو بہت ترقی دی اور معیار فضیلت کو بلند کرنے کے لیے قاضی عسکری تصانیف مطلع و مواقف اور سکاکی کی مفتاح العلوم کو درس میں شامل کیا۔ اس کے بعد یہ کتابیں نصاب کا خاص جز بن گئیں۔

اسی زمانہ میں مولانا رفیع الدین صفوی شیرازیؒ دہلی تشریف لائے اور عرصہ دراز تک درس تدریس کا ہنگامہ برپا رکھا۔ شیخ عبدالحق ان کے متعلق لکھتے ہیں: "دانشمند بود و محدث" وہ معقولات میں مولانا جلال الدین دوانی کے اور حدیث میں شیخ سخاویؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا جمالیؒ لودیوں کے زمانے میں بیشتر اسلامی ممالک کی سیاحت کے بعد ہندوستان واپس آئے اور مشائخ ہند کے حالات میں سیر العارفین تصنیف فرمائی۔ جو سیر الاولیاء اور اخبار الاخبار کے درمیان ایک اہم اور معتبر کڑی سمجھی جاتی ہے۔ جمالی کے مرشد مولانا سہار الدینؒ بھی جید عالم تھے شیخ فخر الدین عراقی کی لمعات پر فاضلانہ حاشیہ لکھا تھا۔ ان کی ایک اور تصنیف مقلح الاسرار ہے۔

شیخ عبدالباق بخاری ملتان کے مشہور عالم تھے۔ سکندر لودی کے عہد میں دہلی آکر بس گئے تھے۔ سلطان کوان سے بڑی عقیدت تھی۔ انہوں نے ایک تفسیر بھی لکھی تھی جس کے متعلق شیخ محدث کا بیان ہے :-

"...تفسیر بیت کہ اکثر قرآن بلکہ تمام آزار جامع بعت پیغمبر و ذکر او کردہ صلی اللہ

علیہ وسلم و بسیارے از دقایق عشق و اسرار محبت در انجا درج کرده است غالباً

دقوع آن در غلبہ حال و استغراق وقت بوده است و ہذاں جہت در پیچھے

مواضع جانب ظاہر لفظ و عبارت نامرعی مانده است"۔

سکندر لودی کے زمانہ میں شاہ جلال شیرازیؒ مکہ معظمہ سے آکر دہلی میں مقیم ہو گئے۔ انہوں نے

۱۔ اخبار الاخبار۔ ص ۲۴۳-۲۴۴ ۲۔ حالات کے لیے اخبار الاخبار۔ ص ۲۴۱-۲۴۲

۳۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخبار۔ ص ۲۰۵-۲۰۶ ۴۔ ایضاً۔ ص ۲۰۹-۲۱۳۔

گلشنِ راز پر نہایت اعلیٰ شرح لکھی تھی۔ ثنوی مولانا روم کے اسرار و غوامض و لکش انداز میں بیان کرتے تھے یہ

لودیوں کے زمانہ کے چند اور بزرگ بھی قابل ذکر ہیں۔ مثلاً شیخ ادہن دہلوی جو شیخ عبدالحق کے ناما تھے اور علم و فضل، زہد و ورع میں ممتاز تھے۔ اور مولانا شعیب جن کے متعلق شیخ محدث کا بیان ہے —

”در وعظ و تذکیر بے نظیر زماں خود.... جمیع اکابر و علمائے شہر در پالے و عطا و حاضر

شدند سے و اکثر از موالی و امالی شہر در ابتداء شاگردا و بودند“

گزشتہ صفحات میں ہم نے اسلامی ہند کے عام علمی ماحول کا ایک سرسری جائزہ لیا ہے۔ کیا قرون وسطیٰ کے اس تعلیمی نظام میں قرآن و حدیث کے لیے کوئی جگہ نہ تھی؟ کیا یہ سب علماء قرآن و حدیث سے یکسر نا آشنا تھے؟ — اللہ اعلم و دانش کی کرشمہ سازیاں کہ مسلمانوں کی ایک مشہور تعلیمی درس گاہ کے فارغ التحصیل نے اسلامی ہند کی سات سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالی اور اس کو ظلمت ہی ظلمت نظر آئی۔ ۶

بسوخت عقل ز حیرت کہ اس چہ بولعجبی ست

آئیے ہندوستان میں قرآن و حدیث اور فقہی علوم کا جائزہ لیں تاکہ شیخ محدث سے قبل کا پورا دینی ماحول ہماری آنکھوں کے سامنے آجائے۔

علوم و قرآن

قرآن پاک ہمیشہ مسلمانوں کے لیے غور و فکر کا مرکزی نقطہ رہا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جن علوم کو بھی مسلمانوں نے ترقی دی وہ کسی نہ کسی طرح قرآن ہی سے متعلق تھے۔

۱۰ اخبار الاخیار ص ۲۱۳۔ ۱۱ ایضاً۔ ص ۲۱۸-۲۱۹۔ ۱۲ ایضاً۔ ص ۲۱۹۔

۱۳ الفرقان (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ) مسعود عالم ندوی کا مضمون۔

(۱) ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کی ابتداء ہمیشہ قرآن پاک سے ہوئی ہے۔ اور اس کے حفظ کرنے اور قرات کے لیے بڑے اہتمام کیے گئے ہیں۔ علوم قرآن کے جس حصہ نے سب سے زیادہ ترقی کی ہے وہ علم قرات ہے۔ عرب میں قرآن پڑھنے کے سات طریقے رائج تھے۔ ہندوستان میں یہ سب طریقے پہنچے۔ شیخ بہار الدین زکریا ملتانیؒ نے اردو میں سات طرح کی قرات سیکھی تھی۔ لکھا ہے

”حضرت شیخ حفظ قرآن باہفت قراۃ از برداشت“ ۱

ضیاء الدین برنی نے عہد علانی کے تین ماہرین قرات کے نام گنانے کے بعد لکھا ہے کہ شہر کے سیکڑوں حافظان سے اپنی قرات درست کرتے تھے اور

”مثل ایشان در خراسان و عراق نشان نداده اند“ ۲

ان کے نام یہ ہیں :-

(۱) مولانا جمال الدین شاطبی

(۲) مولانا علاء الدین مقری

(۳) خواجہ رکی خواہر زادہ حسن بصری۔

فیروز شاہ کے مدرسہ کا حال پیچھے گزر چکا ہے۔ اس کے پرنسپل مولانا جلال الدین رومیؒ ”راوی ہفت قراۃ“ تھے۔ گلزار ابراہیم شیخ عبد الملک قاری کا حال اس طرح لکھا ہے:

”آپ کلام ربانی کو سات قراۃ اور چودہ روایت سے پڑھتے تھے اور ہمیشہ سب کو خواہ درویش ہو یا تو نگر حبشہ شد قرآن اور قراۃ سکھایا کرتے تھے۔ اسی پسندیدہ طریقہ کے ساتھ ایام عمر پورے کر دیے اور دار الخلافہ اگرہ میں خواب گاہ اختیار کی۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ محمد قرآن کے شوقین لوگوں کے ساتھ باپ کا طریقہ اختیار کیا۔“

۱۔ سیر العارفین ص ۱۰۳۔

۲۔ تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۵۵۔

۳۔ دیوان مطہر (اورنٹیل کالج میگزین، مئی ۱۹۳۵ء)

کر کے جانشین ہوئے"۔

صوفیہ میں شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ قرآن کے ماہر تھے اور اپنے اعلیٰ مریدین و خلفاء کو قرآن بہت دلکش انداز میں پڑھاتے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے امام شیخ شہاب الدینؒ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی خوش الحانی سے پرندے اور چرندے تک مدہوش ہو جاتے تھے۔ آخری زمانہ کے علماء میں شیخ عبدالوہاب متقیؒ فن قرآن اور تجوید کے ماہر استاد تھے۔ شیخ محدث نے ایک بزرگ شیخ سلیمان مندوی کے متعلق لکھا ہے کہ "در تجوید قرآن یگانہ عصر بود" کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو ان سے تلمذ تھا۔

ماہرین قرأت کے یہ نام بلا کسی تلاش اور کوشش کے پیش کر دیے گئے ہیں۔ اگر مذہبی تذکروں اور ملفوظات سے اُن بزرگوں کے نام جمع کیے جائیں جن کو اس فن سے دلچسپی تھی تو یقیناً چند جزئی کی فرست مرتب ہو سکتی ہے۔ یہاں ہمارا مقصد صرف یہ دکھانا تھا کہ علوم قرآنی کی یہ شاخ ہندی مسلمانوں کی خاص توجہ کا مرکز رہی ہے۔

(۲) تجوید و قرأت سے گزر کر جب ہم تفسیر کی طرف رخ کرتے ہیں اور ہندی مسلمانوں کے دینی سرمایہ کا جائزہ لیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن کے گھرانے سے پہلے قرآن خمی کا عام چرچا ہندوستان میں کبھی نہیں ہوا۔ تفسیر کی جو کتابیں اس سے پہلے لکھی گئیں اُن کی افادیت کا دائرہ علماء تک محدود رہا۔ عوام ان سے استفادہ نہ کر سکے۔

قرآن کا سب سے پہلا ترجمہ ہندوستان میں سندھی زبان میں ہوا۔ یہ ترجمہ ۱۲۷۷ھ میں اردو کے راجہ کے لیے کیا گیا تھا۔ اس کے بعد شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ایک عزیز

۱۔ گلزار ابراہیم۔ ص ۱۳۱۔ ۲۔ سیر الاولیاء۔ بابا فریدؒ نے چند ایسے شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو پڑھائے تھے وہ کہتے تھے کہ "والضالین" کی قرآن جس طرح بابا صاحب کرتے تھے اس طرح کسی کو بھی کرتے ہوتے نہیں مٹتا۔ ۳۔ سیر الاولیاء ص ۲۹۰-۲۹۱۔ ۴۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۱۵۔

۵۔ عجائب الہند۔ ص ۳۔ بحوالہ تاریخ ہند۔ مولانا سید ابوالوظیفہ ندوی (۱۹۳۷ء)

مرید اور خواہر زادہ خواجہ قاسم نے لطائف التفسیر لکھی تھی۔ اس تفسیر کا مقصد یہ تھا:
 ”تا منافع بخاص و عام رسد و بطالع اں براسرار قرآن و دقائق فرقان مطلع گردند“
 اس تفسیر کا کوئی نسخہ نظر سے نہیں گزرا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے قبل علوم قرآن پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ یہ ہیں:
 (۱) الرسالۃ فی الناسخ و المنسوخ: امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے لکھا تھا۔ اس کا
 قلمی نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ (۱۲۸۲ھ) شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے مرید تھے۔ ترک وطن
 کر کے سیدوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ کشمیر چلے آئے تھے اور وہیں ۱۲۸۲ھ میں
 وصال فرمایا۔

(۲) خلاصۃ جواہر القرآن فی بیان معانی القرآن: مولانا ابوبکر اسحاق ملتانی
 المعروف بہ ابن التاج کی تصنیف ہے۔ قلمی نسخہ برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
 مولانا ابن التاج کا حال کتابوں میں نہیں ملتا لیکن مسالک الابصار مصنفہ
 شہاب الدین العمری سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی کافی شہرت تھی۔ العمری نے ان کے
 بیانات کو بڑی وقعت سے نقل کیا ہے۔

(۳) تبصیر الرحمن و تیسیر المنان: تصنیف شیخ علی بن احمد المہامیؒ
 گجرات کے علماء میں شیخ علی مہامیؒ کو خاص مرتبہ حاصل ہے۔ مولانا سید عبدالحی
 مرحوم نے لکھا ہے

”میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں، شاہ ولی اللہ دہلوی کے سوا
 حقائق نگاری میں اُن کا کوئی نظیر نہیں“ ۵۵

۵۵ سیر الاولیاء ص ۲۰۷ ۵۶ حالات کے لیے ملاحظہ ہو نقحۃ الانس، سفینۃ الاولیاء ص ۱
 ۵۷ فرست مرتبہ المورث ۸۶۰ ۵۸ مسالک الابصار ص ۴۲ (انگریزی ترجمہ) ۵۹ یادایام ص ۵۲۔

اس تفسیر کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی رائے یہ ہے :-

”تفسیر رحمانی کہ بصفہ ایجاز و تدقیق موصوف است و تفسیر القرآن انتزاع

دادہ است“ ۱۵

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اس تفسیر کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

”کتاب تبصیر الرحمن کہ مرسل داشته بودند بعضی از مواضع آن را مطالعہ نموده واپس

فرستاد، مگر مصنف این کتاب خیلے میل بہ مذہب فلاسفہ دارد و نزدیک است کہ حکما

را عدیل انبیاء سازد۔۔۔ مطالعہ این کتاب بے ضرر رائے خفیہ بلکہ جلیہ نیست! لہذا

این معنی لازم دانست بچند کلمہ مقصد رع گشت“

شیخ حمائی، فصوص الحکم پر گہری نظر رکھتے تھے اور وحدت الوجود کے پرچم علمبردار

تھے ممکن ہے کہ شیخ مجددؒ کو ان کے نظریات سے اس بنا پر بھی اختلاف ہو۔

(۴) بحر مواج: قاضی شہاب الدین دولت آبادی۔

قاضی شہاب الدین اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں تھے ان کی تفسیر قطعاً

عام فہم نہ تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں :

”بحر مواج تفسیر قرآن مجید کردہ بعبارت فارسی اور دے بیان ترکیب و معنی فصل و

وصل دادہ است و در اینجا نیز از بڑے مجمع تکلفے کردہ است، قابل اختصار و

تنقیح و تہذیب است“ ۱۶

(۵) شئون المغزلات: شیخ علی متقیؒ (۱۵۶۷ھ)

۱۵ اخبار الاخیار۔ ص ۱۷۲۔ ان کے تفصیلی حالات کی تلاش ہو تو مندرجہ ذیل کتابوں

کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اخبار الاخیار۔ ص ۱۷۵-۱۷۶۔ سبحة المرجان ص ۳۹، حدائق النبیہ۔

ص ۳۱۹۔ انساب النکلوپیۃ یا آت اسلام۔ جلد اول ص ۹۳۲۔

۱۷ اخبار الاخیار۔ ص ۱۷۵۔ ۱۸ حالات کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ (۱)

(۶) التفسیر المجدی المسمی بہ کاشف الحقائق: ابو صالح محمد بن احمد میاں کی

(۱۵۷۴ھ) احمد آباد کے مشاہیر علماء میں تھے۔

(۳) نصاب تعلیم میں تفسیر کی مندرجہ کتابیں بری ہیں:

(۱) کشاف (۲) مدارک (۳) بیضاوی

ان کے علاوہ تین اور کتابوں کے حوالے ملتے ہیں:

(۱) تفسیر ناصری (۲) تفسیر زاہد (۳) تفسیر حقائق۔

ہندوستان میں علماء کی توجہ کا مرکز زیادہ تر تفسیر کشاف ہی رہی۔ شیخ حمید الدین ناگوری

خلیفہ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اس کو آٹھ جلدوں میں بندھوا لیا تھا تا کہ جس جزو کی

ضرورت ہو اس کا مطالعہ آسانی سے کر لیں۔ اس تفسیر کے متعلق لن کی رائے بہت

وقیع ہے۔ فرماتے ہیں:

”اُنچہ در کتابہ کے دیگر است ہم ازیں کتاب است، ہرچہ دانستہ اند و خوش آمدہ

است ازینجا نقل کردہ اند و کتبے علیحدہ بنائے خویش کردہ اند“

ہندوستان میں مدارک اور بیضاوی پر کئی حاشیے لکھے گئے۔ شیخ الہمداد جون پوریؒ

(المتوفی ۱۵۲۵ھ) نے ”حاشیہ علی المدارک التنزیل“ خطیب ابوالفضل گجراتی (۱۵۵۷ھ) نے

حاشیہ علی تفسیر البیضاویؒ اور شیخ وجیہ الدین علویؒ نے حاشیہ علی بیضاوی لکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک تفسیر کا تعلق ہے علماء ہند کشاف، بیضاوی اور

مدارک سے آگے نہ بڑھ سکے۔

تفسیر زاہد کے متعلق سرورالصدور میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے اوچہ میں آئی۔ وہاں

سے ملک کے دوسرے حصوں میں پھیلی۔

۱۷ حالات کے لیے تذکرہ علماء ہند۔ ص ۲۱۲ ۱۸ سرورالصدور (قلی نسخہ) ص ۴۴
۱۹ اخبار الاخبار۔ ص ۱۹۱-۱۹۲ ۲۰ قلی نسخے راسپور اور پشاور کے کتب خانوں میں موجود ہیں
۲۱ سرورالصدور۔ ص ۶۱۔

علم حدیث

بعض مصنفین کا خیال ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی سے پہلے ہندوستان کے مسلمان علم حدیث سے نا آشنا تھے اور مشارق الانوار کے علاوہ کسی حدیث کی کتاب سے واقفیت نہ رکھتے تھے۔ یہ خیال غلط ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان دونوں بزرگوں نے حدیث کا بے حد چرچا کیا اور عوام کے استفادہ کے لیے بہتر طریقے پر ان علوم کی اشاعت کی، لیکن یہ کہنا کہ ان سے پہلے علم حدیث یا حدیث کی کتابیں ہندوستان میں نہ تھیں تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ اسلامی ہند نے اپنے ابتدائی دور میں سیکڑوں عالم حدیث پیدا کیے اور علم حدیث پر متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ جن اسباب کی بنا پر ہم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے وہ یہ ہیں :-

(۱) گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں حدیث کی تقریباً سب کتابیں ہمالیہ کے علاقوں میں رائج ہو چکی تھیں۔ یہ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ ان ملکوں سے جو علماء ہجرت کر کر ہندوستان آئے وہ علم حدیث کو چھوڑ آئے اور باقی سب علوم اپنے ساتھ آئے۔

(۲) اگر اسلامی ہند کے ابتدائی دور کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ اس زمانہ میں علم حدیث کافی ترقی کر چکا تھا۔ کشف المحجوب کی سطریں جن ہاتھوں سے لکھی گئی ہیں، فوائد الفوائد کے حوالے جس زبان سے ہوئے گئے ہیں، ان کے عظیم المرتبت محدث ہونے میں شبہ کرنا علم و دیانت کے خلاف ہے۔ فوائد الفوائد کو پڑھتے وقت تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم حدیث کا ایک ناپیدا کنارہ سمندر موجیں مار رہا ہے !

(۳) قاضی مہناج السراج نے اپنی مشہور کتاب طبقات ناصری میں خروج الکفار کے سلسلہ میں "کتب معتبر حدیث" کا ذکر کیا ہے اور پھر سنن ابی داؤد سجستانی کو نقل کیا ہے۔

(۴) حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ مولانا رضی الدین صفائی صاحب مشارق الانوار کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب وہ بدایوں سے دہلی پہنچے تو وہاں کافی علماء و محدثین موجود تھے :-

”بازہ حضرت دہلی رسید، دراں ایام دہ حضرت دہلی علماء کبار بودند باہمہ در علوم متساوی بود اما در علم حدیث از ہمہ ممتاز“ ۱

(۵) شیخ حمید الدین ناگوریؒ خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے زمانہ میں علم حدیث ناگور میں اتنی ترقی کر گیا تھا کہ شیخ ناگوریؒ فرمایا کرتے تھے —

”مرد را بست ہزار حدیث یاد باید تا محدث شود“ ۲

(۶) ضیاء الدین برنی نے علم حدیث کے متعلق اپنی یہ رائے لکھنے کے بعد —

”بعد علم تفسیر النفس ترین علوم ارفع ترین علوم است“ ۳

امام بخاری، امام تغلبی، امام مقدسی، امام واقدی، امام محمد اسحاق، امام دینوری وغیرہ کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانہ میں حدیث کی یہ کتابیں نایاب نہ تھیں۔

(۷) بانکی پور کے کتب خانے میں صحیح مسلم کا ایک ایسا جزو محفوظ ہے جو سلطان سکندر لودی (۸۹۴-۹۲۲) کے لیے لکھا گیا تھا۔ پہلے صفحہ پر یہ عبارت ہے :-

بسم خزائن الكتب السلطان العادل الفاضل الكامل المجاهد في سبيل
الله ابي الفتح اسكندر شاه ابن بهلول ملكه وخلافته

(۸) شاہ مظفر بھٹیؒ خلیفہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے سلسلہ میں مناقب

الاصفیاء میں لکھا ہے :

۱۔ فوائد الفوائد ص ۱۰۴

۲۔ سرور الصدور (قلی)

۳۔ تاریخ فیروز شاہی ص ۱۰

۴۔ ایضاً ص ۱۳-۱۴

”نقل است کہ صحیح مسلم نسخہ مصحح در فایت تصحیح بود در کاغذ از ریشی بخط عرب نوشتہ بود

شیخ الاسلام شیخ معز بلخی راقرأت صحیح مسلم ہمدان نسخہ بود“

(۹) مکتوبات مولانا امام مظفر بلخی میں لکھا ہے :

”شنیدہ شد کہ مولانا زین الدین ساکن دیوہ بہ بندگی صحیح مسلم و کتاب مقبرہ معتد

در علم حدیث و بہ نزدیک مخدوم کتب احادیث بسیار جمع شدہ“

(۱۰) مکتوبات صدی میں ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :-

”ایں در صحیح بخاری است“

(۱۱) برنی شیخ علاء الدین ابو دہنی کے متعلق لکھتا ہے :

”من از ثقات شنیدہ ام کہ ندیدیم شیخ علاء الدین را مگر در نماز یاد قرآن

یاد مطالعہ کتب حدیث“ لہ

(۱۲) مدرسہ فیروزی کے صدر مدرس ”شارح پنج سنن“ تھے، اور ان کا درس دیتے تھے

برنی نے لکھا ہے

”و متعلمان را ہموارہ تعلیم می کنند و تفسیر و حدیث و فقہی خوانند“ لہ

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت تو واضح ہو گئی کہ حدیث کی سب مشہور کتابیں

ہندوستان میں موجود تھیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو علم حدیث سے دلچسپی تھی۔

دسویں صدی ہجری میں | شیخ عبدالحق دہلوی کی خدمات حدیث گیارہویں صدی ہجری

علم حدیث ہندوستان میں | سے تعلق رکھتی ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم دسویں

صدی ہجری میں علوم حدیث کی عام حالت کا جائزہ لے کر آگے بڑھیں۔ دسویں صدی ہجری میں یوپی

دہلی، پنجاب کے ساتھ علاقہ میں صرف دو محدثین کے نام نظر آتے ہیں۔ حاجی ابراہیم قادری

لہ تاریخ فیروز شاہی - ص ۳۴۷ لہ دیوان مطہر داؤد نیل کالج میگزین۔

لہ تاریخ فیروز شاہی - ص ۵۶۳ لہ حاجی صاحب کا تفصیلی حال ان کتابوں میں ملاحظہ ہو

گلزار ابراہیم - ص ۲۲۳ - منتخب التواریخ - جلد سوم - ص ۱۳۹۔

محدث اور مولانا اسماعیل لاہوری۔

حاجی ابراہیم قادری (المتوفی ۱۰۸۸ھ) مانک پور میں پیدا ہوئے تھے۔ دو تین سال بغداد میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔ پھر مصر پہنچے۔ وہاں شیخ شمس الدین علقمی سے حدیث کی تصحیح کی۔ شیخ محمد بکری شافعی سے سند اور اجازت لے کر مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں شیخ عبد الرحمن ابن الفہد مغربی، شیخ مسعود مغربی اور شیخ علی متقیؒ کی خدمت میں از سر نو حدیث کی تکرار کی۔ پھر مصر گئے۔ اور وہاں چوبیس سال تمام علوم کا درس دیا۔ آخر عمر میں وطن کی محبت غالب آئی تو ہندوستان کو روانہ ہو گئے۔ آگرہ سے گزر رہے تھے کہ خیال پیدا ہوا کہ ہمیں تفسیر وحدیث کی محفل گرم کی جائے۔ چنانچہ چھپاسی سال کی عمر تک جبکہ جان جاں آفریں کے سپرد کی اسی میں مشغول رہے یہ

مولانا اسماعیل لاہوری (المتوفی ۱۲۸۸ھ) کے متعلق گلزار ابراہیم لکھا ہے :
 ”آپ ادب حدیث کی بڑی سند دینے والوں میں سے ہیں۔ فقہ اور سنت کی کٹاہ میں ایران میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہروی اور حضرت امیر جمال الدین عطاء اللہ محدث کی خدمت میں تصحیح اور مطالعہ فرمائی تھیں“ ۱
 ہندوستان کے ساحلی علاقوں اور سرحدی صوبوں کی حالت کا اس پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ وہاں علم حدیث کا بہت زیادہ چرچا تھا اور احادیث کی شرحوں اور خلاصوں کا کام بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ہو رہا تھا۔

اسی زمانہ میں بنگال کے بادشاہ علاء الدین حسین شاہ (المتوفی ۱۵۲۰ھ) کو محمد بن یزداں خواجہ شروانی نے صحیح بخاری کا نسخہ پیش کیا جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور

۱۔ حاجی صاحب کا تفصیلی حال ان کتابوں میں ملاحظہ ہو :-

گلزار ابراہیم۔ ص ۴۲۳ ، منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۳۹۔

۲۔ گلزار ابراہیم۔ ص ۴۹۸۔

باتی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ۱

گجرات میں میر سید عبدالاول (۹۶۸ھ) نے صحیح بخاری کی شرح فیمن الباری کے نام سے لکھی تھی۔ شیخ عبدالملک عباسی نے صحیح بخاری کا اس قدر مطالعہ کیا کہ پوری کتاب اُن کو حفظ ہو گئی۔ شیخ محمد بن طاہر نے صحاح ستہ کی شرح مجمع البحار کے نام سے لکھی۔ اور مشکوٰۃ کی لغات پر رسالہ فی لغات مشکوٰۃ تصنیف فرمایا۔ ۲ گجرات کے ایک اور عالم شیخ ناصر ہیشہ مشکوٰۃ کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ ۳ برہان پور میں شیخ قطب نے مشکوٰۃ پر حاشیہ لکھا۔ سید ہبۃ اللہ المعروف بہ شاہ میر شیرازی گجراتی (المتوفی ۱۰۵۸ھ) نے رسالہ "سود مند" تیار کیا جس میں تمام اقسام حدیث کو نہایت سلیقہ سے جمع کیا گیا تھا۔ حکیم عثمان صدیقی شاگرد شیخ وجیہ الدین علوی نے صحیح بخاری کی شرح لکھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس زمانہ میں ہندوستان کا یہ قلب و جگر (یعنی شمالی علاقہ) علم حدیث اور محدثین سے کیوں اس قدر خالی تھا، جب کہ ساحلی علاقوں میں حدیث کی کتابیں اس تیزی سے تصنیف ہو رہی تھیں۔ اس کے اسباب یہ ہیں:

محمد بن تعلق نے جب علماء و مشائخ کو ملک کے دور و دراز حصوں میں بھیج دیا تو شمالی ہندوستان میں علمی محفلیں سرد پڑ گئیں۔ فیروز تعلق نے اس بکھری ہوئی مجلس کو سمیٹنے کی کوشش کی لیکن اس کے بعد جو سیاسی ابتری پیدا ہوئی اُس سے تنگ آ کر علماء و صوبوں میں چلے گئے اور یہ علاقہ علماء سے یکسر خالی ہو گیا۔ تیمور کے حملہ نے تباہی کو

۱۔ فرست نمبر ۱۲۲ ۲۔ ملاحظہ ہو اخبار الاخیار۔ ص ۲۳۵
 ۳۔ احمد آباد کے مشہور عالم تھے۔ حدیث کی سند اپنے بھائی شیخ قطب الدین سے لی تھی۔ شیخ قطب الدین
 شیخ سخاوی مصری شاگرد شیخ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد تھے۔ (گلزار ابرار۔ ص ۳۱۱)۔
 ۴۔ گلزار ابرار۔ ص ۳۱۱۔ ۵۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴
 ۶۔ گلزار ابرار۔ ص ۳۲۲، حدائق الحنفیہ۔ ص ۳۸۵-۳۸۶۔

مکمل کر دیا۔ سکندر لودی نے اس بزم کو پھر رونق دینی چاہی لیکن سیاسی انتشار اور غیر یقینی حالات کے باعث زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ پھر اکبر کی بے راہ روی سے متاثر ہو کر اکثر علماء و مشائخ اس علاقہ سے ہٹ گئے۔ انہوں نے یا تو حرمین شریفین کی راہ لی یا پھر دارالسلطنت سے دور ساحلی علاقوں میں اقامت اختیار کر لی۔

بہر حال حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جس وقت مسند درس پچھائی تھی اُس وقت شمالی ہندستان میں حدیث کا علم تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس تنگ و تاریک ماحول میں علوم دینی کی ایسی شمع روشن کی کہ دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھج کر اُن کے گرد جمع ہونے لگے۔ درس حدیث کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندستان میں جاری ہو گیا۔ علوم دینی خصوصاً حدیث کا مرکز ثقل ہجرات سے منتقل ہو کر دہلی آگیا۔ گیارہویں صدی ہجری کے شروع سے تیرہویں صدی کے آخر تک علم حدیث پر جتنی کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں اُن کا بیشتر حصہ دہلی یا شمالی ہندوستان میں لکھا گیا ہے یہ سب شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا اثر تھا۔

فقہی علوم

”اول علیہ کہ مقصود شود علم فرائض باشد، و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است کہ تعلموا الفرائض و علموها“ ۱

ان الفاظ میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے خلیفہ شیخ ناگوریؒ نے علوم فقہ کو حاصل کرنے کی ترغیب دی تھی۔

ہندوستان میں ہمیشہ یہ دستور رہا کہ سلاطین بعض اہم فقہی مسائل پر علماء سے مشورہ کرتے تھے۔ کبھی کبھی محض بھی طلب کیا جاتا تھا جس میں دور دور سے علماء شرکت

۱۔ سرور الصدور (قلبی نسخہ)

کے لیے آتے تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے متعلق ایک معاملہ پر ملک سے علماء کو طلب کیا گیا تو ڈھائی سو علماء نے شرکت کی۔ غیاث الدین تغلق کے دربار میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو علماء کے ایک جلسہ میں سماع کے متعلق اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کے لیے بلایا گیا۔ فیروز شاہ نے حق شرب پر فقہی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے علماء کو طلب کیا۔ صرف یہ ہی نہیں، سلاطین کو خود مسائل کی کافی معلومات تھی۔ محمد بن تغلق کے متعلق تو یہ کہا جاتا ہے کہ ہر ایک نوک زبان پر تھی۔ دو سو فقہاء اس کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اس کا حکم تھا کہ

”ہر شخص نماز و شرائط اسلام کو سیکھے، تمام لوگ بازاروں میں نماز

کے مسائل یاد کرتے پھرتے تھے اور کاغذوں پر لکھواتے تھے۔“

ہندوستان میں گواہی سے فقہ حنفی کا عروج رہا ہے لیکن اور مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بھی نہایت رواداری کا سلوک کیا گیا ہے۔ امیر خسروؒ عہدِ علانی کے متعلق لکھتے ہیں ۵

خوشا ہندوستان و رونق دیں
شرعیات را کمال عز و تمسکین
ز علم با عمل دہلی بختارا
ز شان گشتہ اسلام آشکارا
مسلمانان نعمانی روش خاص
زدل ہر چار آئیں را با خلاص
زہ کیں با شافعی نے ہر باترید
جماعت را وسنت را بجاں صید

علاء الدین خلجی نے اودھ کا شیخ الاسلام، شیخ فرید الدین کو بنایا تھا جو شافعی المذہب تھے۔

محمد بن تغلق کے زمانہ میں دہلی میں شافعیوں کا ایک مدرسہ بھی تھا۔ شافعی فقہ پر ہندوستان میں دو کتابیں لکھی گئی تھیں۔ ایک فقہ مخدومی جو شیخ علی بن احمد ہمامی (۱۲۱۳ھ) نے مرتب کی تھی، اور دوسری قرۃ العین جو زین الدین بن عبدالعزیز صاحب تحفۃ المجاہدین (۱۵۸۳ء) نے لکھی تھی۔

اسلامی ہند کی تاریخ پر اگر فقہ کے نشو و نما کو سمجھنے کے لیے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں کی کتابوں میں اجتہادی فکر و نظر بہت کم تھا۔ حدیث سے کہ جب سماع کے مسئلہ پر شیخ نظام الدین اولیاؒ نے حدیث نبویؐ پیش کی تو علماء نے سننے سے انکار کیا۔ اور امام ابوحنیفہؒ کا قول طلب کیا۔ ہندوستان میں گو علم فقہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن ان میں ہندوستان کے مخصوص حالات کو سامنے رکھ کر مسائل کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ہندوستان سے باہر علم فقہ پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان ہی کے گرد ہندوستان کی ساری فقہی دنیا گردش کرتی رہی۔ ان کے حواشی و شروح سے اسرے ملنے کی جرأت ہندوستان کا کوئی عالم نہ کر سکا۔

صرف چودھویں صدی عیسوی میں فقہ کی کتابوں پر ہندوستان میں عینی شرحیں لکھی گئی ہیں ان کی تفصیل ملاحظہ ہو :

حاشیہ علی التلویح۔ مولانا معین الدین عمرانی

حاشیہ علی المحسامی۔ مولانا معین الدین عمرانی۔

حاشیہ علی کتالذائق۔ مولانا معین الدین عمرانی۔

حاشیہ علی المنار۔ مولانا معین الدین عمرانی، مولانا ابوحنیفہ سراج الدین عمر بن اسحاق

مولانا سید یوسف ملتان

شرح الہدایہ۔ قاضی حمید الدین دہلوی، مولانا ابوحنیفہ سراج الدین عمر بن اسحاق۔

لے ملاحظہ ہو سیر اللادلیا

شرح الجامع الکبیر مولانا ابو حفص سراج الدین عمر۔

شرح الجامع الصغیر۔ مولانا ابو حفص سراج الدین عمر

شرح المختار۔ مولانا ابو حفص سراج۔

تسبہ ہندوستان میں علوم اسلامی کے اس نشوونما کو ذہن میں رکھ کر شیخ عبدالحق
محدث دہلویؒ کے حالات زندگی اور تصنیفات پر غور کریں۔

حصہ اول

سوانح

باب اول

شیخ محدث کا خاندان

شیخ عبدالحی محدث دہلوی کے اجداد میں جس بزرگ نے سب سے پہلے سرزمین ہند پر قدم رکھا وہ آغا محمد ترک تھے۔ آغا محمد بخارا کے رہنے والے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں جب مغلوں نے وسط ایشیا میں آگ و خون کا ہنگامہ برپا کیا تو وہ اپنے وطن کے حالات سے بد دل اور مایوس ہو کر ترکوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ خود شیخ محدثؒ نے لکھا ہے:-

”برعہ کثیر از ترک کہ پیوند قرابت و رابطہ
 ترکوں کی ایک بڑی جماعت بھی جو ان سے
 بیعت و خدمت ہوئے داشتند، نیز از وطن
 سلسلہ قرابت اور رابطہ بیعت رکھتی تھی،
 اصلی انتقال نمودہ در ملازمستان او دریں دیار
 اپنے اصلی وطن سے منتقل ہو کر ان کی خدمت
 رسیدہ“^۱ میں یہاں آگئی۔

یہ سلطان علاء الدین خلجی (۱۲۹۶-۱۳۱۶) کا دور حکومت تھا۔ مسلمانان ہند کا سیاسی و ثقافتی عروج انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ سلطان نے آغا محمد ترک کی دستگیری کی اور ان کو اعلیٰ مراتب اور عہدوں سے نوازا۔ ان دنوں گجرات کی مہم کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ چنانچہ سلطان نے ان کو گجرات روانہ کر دیا۔

۱۔ بخارا کے مختصر مگر دلچسپ حالات کے لیے ملاحظہ ہو:- *Ency. of Islam, Vol I pp 776-783,*

۲۔ اظہار الاخیار۔ ص ۲۸۹ *W. Barthold's article.*

۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، خاکسار کا مضمون ”سلطان علاء الدین خلجی کے مذہبی رجحانات“ مطبوعہ برہان دہلی،
 جون ۱۹۳۵ء۔ ۴۔ گجرات پر ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۲۹۵ء میں خلجی فوجوں نے حملہ کیا تھا۔ امیر خسروؒ نے خزائن الفتوح
 میں تاریخ لکھی ہے کہ یعنی چار ٹہنہ دز او لی جمادیت بد تاریخ سال ششصد و ہشت و نو و شدہ۔ اس مہم کے
 سپہ سالار الخضر و نصرت خاں تھے۔ مولانا سید عبدالحی مرحوم نے اس حملہ کی تاریخ ۱۲۹۶ھ ردایامؒ لکھی ہے جو غلط ہے

شیخ لکھتے ہیں :-

برائے تسخیر ممالک گجرات فتح بنادر آں باجائے
از امرائے عالی شان متعین شد، ادا مضاد
انصرام آں مهم حکم سلطانی ہما بنجامیم اقامت
وہ بڑے امراد کی ایک جماعت کے ساتھ ملک
گجرات اور اس کے بندرگاہوں کی فتح پر ہامو
ہوئے اور اس مهم کی انجام دہی کے لیے شاہی
حکم سے وہیں مقیم ہو گئے۔

آغا محمد نے گجرات کی فتح کے بعد وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اللہ نے ان کو کثیر اولاد دی تھی
ایک سو ایک بیٹے تھے جن کے ساتھ وہ نہایت شان و شوکت، عزت و وقار اور سکون و
اطمینان کے ساتھ دن گزارتے تھے۔ ایک ہولناک سانحہ پیش آیا اور ۶
مجلس یاراں پریشاں شد چو برگ گل زباد (خسروم)

سوار کے انتقال کر گئے۔ صرف سب سے بڑا لڑکا ملک معز الدین باقی بچا۔ آغا محمد ترک کے دل و دماغ
پربلی سی لگئی۔ دنیا کی طرف سے دل سرد پڑ گیا۔ جو شخص دہلی سے سلطان علاء الدین غلی کی قسوں
قاہرہ کے ساتھ فتح و نصرت کے ٹکے بجاتا ہوا گجرات میں داخل ہوا تھا، ماتمی لباس پہن کر اپنے
اکھوتے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر پھر دہلی واپس آ گیا۔

زرخ و راحت گیتی مرغباں دل مشو خرم کہ آئین جہاں گاہر چناں گاہر چنیں باشد
دہلی آکر وہ شیخ صلاح الدین سروردی کی خانقاہ میں بیٹھ گئے۔ شیخ محدث لکھتے ہیں :-

لے اخبار الاخبار - ص ۲۸۹۔ شیخ صلاح الدین سروردی، شیخ صدر الدین سروردی کے مرید اور خلیفہ

تھے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے معاصر اور ہم عصر تھے۔ اپنے سلسلہ کی روایات کے خلاف انہوں نے
سلاطین دلت سے کوئی تعلق رکھنا پسند نہ کیا۔ سلطان محمد بن تغلق نے جب دہلی کے ملار و مشایخ کو ملک کے
مختلف حصوں میں زبردستی روانہ کیا (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا معنون "سلطان محمد بن تغلق کے مذہبی
رجحانات مطبوعہ برطان مارچ ۱۹۳۶ء) تو شیخ صلاح الدین سے بھی درخواست کی، لیکن انہوں نے قبول
نہیں کی اور سلطان کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ شیخ حدیث کا بیان ہے کہ سلطان مذکور سخت عیش می آمیز (خبا
الاخبار - ص ۲۶) شیخ صلاح الدین کا مقبرہ اب شکستہ حالت میں پڑا ہے۔ چاروں طرف کھیت ہیں اور پچ میں مقبرہ کی
حارات اور ایک مسجد مسجد کے متعلق ایک عمارت تھی اس کا طرز پکار رہا ہے کہ وہ مدرسہ رہا ہوگا؟ (تفصیلات کے لیے

لہذا ترک جمیع حیل و حشم گفتہ و لباس سیاہ پوشید لہذا سب خیل و حشم کو ترک کر کے اور سیاہ لباس
در خانقاہ شیخ صلاح الدین سہروردی عکوف پہن کر شیخ صلاح الدین سہروردی کی خانقاہ
شدہ ۱۷ میں مشغول ہو گئے۔

اخبار الاخیار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰-۱۳۲۵ء) کے عہد
تک گجرات رہے تھے۔ ۱۷ ربيع الآخر ۷۳۹ھ مطابق ۱۳۳۹ء کو یعنی سلطان محمد بن تغلق کے زمانے
میں آغا محمد ترک نے دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا اور عید گاہ شمس کے عقب میں سپرد خاک
کیے گئے۔ ۱۸

ملک معز الدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا۔ خداے تعالیٰ نے ان کو بے پناہ
صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ شیخ محدثؒ نے لکھا ہے

”حق سبحانہ و تعالیٰ ملک معز الدین را چنان کرد حق تعالیٰ نے ملک معز الدین کو یہ مرتبہ دیا
کہ گویا جمیع فیض و استعداد و نعم ان صد کس گویا سوائے انسانوں کی استعداد اور فیضان
راہم بوسے تنہا ارزانی داشت“ ۱۹ ان کو تنہا عطا فرما دیا۔

ملک معز الدین نے خاندان کے اس مانتی ماحول کو ختم کیا جس کی ابتدا آغا محمد کے سہروردی
خانقاہ میں بیٹھنے سے ہوئی تھی۔ انہوں نے عزم و ہمت کے ساتھ دہلی میں سکونت اختیار کر لی
ان کے بعد ان کے فرزند ملک موسیٰ نے بڑی عزت اور شہرت حاصل کی لیکن قسمت نے پھر
پٹا کھایا۔ آغا محمد ترک کو ایک ذاتی سانچہ نے گجرات سے دہلی پھینک دیا۔ اس وقت ملک
کے عام حالات نے ملک موسیٰ کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

فیروز شاہ تغلق (المتوفی ۱۳۸۸ھ) کے بعد ملک میں ہر طرف سیاسی انتشار پیدا ہو گیا۔ مرکز

۱۷ ایضاً ص ۲۸۹

۱۸ اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۰

۱۹ عید گاہ شمس کے لیے ملاحظہ ہو۔ واقعات دارالحکومت۔ جلد سوم۔ ص ۳۲۳

۲۰ اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۰

کا کمزور ہونا تھا کہ وہ مختاریاں قائم ہونے لگیں۔ دہلی اور اس کے ارد گرد کا علاقہ چونکہ سیاسی اعتبار سے اہم تھا، اس لیے سیاسی نبرد آزمانی کا مرکز بھی یہی بنا۔ اور حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہو گئے کہ علماء و مشائخ کجرات، جونپور، بنگال اور دیگر علاقوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔^{۱۵} ملک موسیٰ ان حالات سے ایسے بددل ہوئے کہ انہوں نے دہلی کو خیر باد کہہ کر ماوراء النہر کی راہ لی۔ شیخ محدث نے لکھا ہے:-

”ملک موسیٰ در فترات کہ بعد از انقضاء سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد کے بعد جو عہد دولت فیروزی واقع شد باز بولایت موسیٰ ماوراء النہر رفتہ“^{۱۶}

لیکن وہاں زیادہ عرصہ ٹھہرنا نصیب نہ ہوا۔ جب تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا (۱۳۹۸ء) تو ملک موسیٰ اس کی فوجوں کے ہمراہ پھر ہندوستان آ گئے۔ ملفوظات تیموری اور ظفر نامہ یزدی میں لکھا ہے کہ تیمور نے ہندوستان پر حملہ کرنے سے قبل علماء سے مشورہ کیا تھا۔ اور ان کی ایک کثیر تعداد اس کے ساتھ ہندوستان بھی آئی تھی۔ یہ ممکن ہے کہ ملک موسیٰ اسی سلسلہ میں تیمور سے وابستہ ہو گئے ہوں۔ شیخ محدث نے لکھا ہے:

”در رکاب دولت مآب صاحب قران اعظم امیر صاحب قران امیر تیمور گورگان کے ساتھ وہ دہلی آئے اور اپنے بزرگوں کے سلسلہ کا احیاء کیا اور یہاں تیمور گورگان بدلی قدم آوردہ، سلسلہ آہا و اہل“

۱۵ شامیانا خواجہ گل کے متعلق لکھا ہے:

”پیش از آمدن امیر تیمور گورگان اردہلی برآمدہ بکاپی رسیدہ مشوطن شد“ اخبار الاخبار۔ ص ۱۴۲

۱۶ اخبار الاخبار۔ ص ۲۹۰

۱۷ Elliot and Dawson's History of India Vol II, p 397.

۱۸ اخبار الاخبار کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا برہان الدین مرغیانی صاحب ہایہ کے پوتے بھی تیمور کے ساتھ تھے اور مولانا احمد قاضی سیری نے ان پر کچھ اعتراضات بھی کیے تھے۔

(ص ۱۴۲)

تازہ کردہ، اقامت واستقامت محکم ساختہ مستقل سکونت اختیار کر لی۔

ملک موسیٰ کے کئی بیٹے تھے۔ اُن میں شیخ فیروز اقبازی شان رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان کی شہرت اور عظمت کو چار چاند لگا دیے۔ وہ علم سپہ گری، شعر و شاعری، سخاوت و لطافت سب میں وحید عصور و کائنات کے زمانہ سمجھے جاتے تھے۔ شیخ محدثؒ نے اُن کی بابت لکھا ہے۔

جامع فضائل صوری و معنوی و دہی و کسی بود / وہ ظاہری اور باطنی نور و ہی و کسی فضائل کے
در علم سپاہ گری و قانع حب ناور ناں خود بود / جامع تھے۔ سپاہ گری میں اپنے دل سے بے مثل
و در اکثر صنائع حربہ بقوت طبع و جودت سلیقہ / تھے۔ اور فن جنگ میں بے نظیر سلیقہ رکھتے تھے۔
بے نظیر وقت و در علم و شعر و شجاعت و سخاوت / علم، شعر، شجاعت و سخاوت، خوش طبعی، بذلہ سخی
و ظرافت و لطافت و عشق و محبت و سائر / عشق و محبت اور دیگر خوبیوں میں ان کا جواب نہ
صفات حمیدہ بے عدیل عصر و در دولت و حیثیت / تھا۔ اور دولت حیثیت۔ جاہ۔ مرتبہ۔ عزت و عظمت
و جاہ و کمیت و عزت و عظمت مشہور روزگار / میں بے عدیل تھے۔۔۔۔۔ اور شاعری اور خوش
معنی ہلویٹ و شعر و ظرافت در خاندان از دے / طبعی کو پتا جاوے خاندان میں ان ہی سے پڑی۔
پیدائش

۱۔ المیٹ (تاریخ ہند۔ جلد ششم ص ۱۱۵) نے بادشاہ نامہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیخ محدثؒ، تیمور کی اولاد میں تھے۔ تیمور اپنے حملہ کے بعد ان کے کسی بزرگ کو اپنے چند اور سرداروں کے ساتھ دہلی میں چھوڑ گیا تھا۔ بادشاہ نامہ کی اصل عبارت یہ ہے۔

تیکے از نیا گانش در رکاب ظفر نصاب حضرت / اُن کے اجداد میں سے ایک بزرگ صاحبقران
صاحبقران ہماں ستاں، از توران بہ ہندستان / تیمور کے ہمراہ توران سے ہندوستان آئے تھے
آئندہ بود، و آنحضرت بہنگام معاودت اورا پالتے / اور تیمور کے واپسی کے موقع پران کو چند امراء کے
از امراء دارالملک دہلی گزاشتہ بودند اوران / ساتھ دارالحکومت دہلی میں شادی کر لی اور وہیں
مقامت میں گشتہ اقامت گزیدہ (حصہ دوم ص ۱۳۳) / مقیم ہو گئے۔

المیٹ کہ اس عبارت کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ عبد الحمید لاہوری نے اس میں کہیں شیخ محدثؒ کو تیمور کی اولاد میں نہیں بتایا۔
۲۹۰ اخبار الاخبار۔ ص ۲۹۰

انہوں نے سلطان بہلول لودی اور سلطان حسین شہر قی کی جنگ کا پورا واقعہ نظم کیا تھا۔ اس کے دو شعر شیخ محدثؒ کو یاد رہ گئے تھے۔ حسین شہر قی، بہلول لودی کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

ایا قافلہ شہر دہلی شنو حیات چو خواہی ازیں جابرو

نم قافلہ ملک مار راست ملک خدا داد مارا خدا راست ملک

شیخ فیروز شاہؒ ۸۶۰ھ میں بہرائچ کے کسی معرکہ میں شہید ہو گئے تھے اور وہیں سپرد خاک کر دیے گئے تھے۔ لڑائی پر جانے سے قبل ان کی بیوی نے جوان دنوں کا ملہ تھیں ان کو روکنے کی کوشش تو جواب دیا:

از خدا خواستہ ام کہ آن فرزند نرینہ باشد و میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ بیٹا ہو اور اس

از دے اولاد بسیار شود، و اورا و شمار بہ سے نسل چلے۔ اس کو اور تم کو خدا کے سپرد کرتا

خدا سپردیم، تا بعد ازیں مارا چہ پیش آید؟ ہوں نہ معلوم اب مجھے کیا پیش آئے

کچھ دنوں کے بعد شیخ سعد اللہ (شیخ محدثؒ کے دادا) پیدا ہوئے۔

شیخ سعد اللہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان میں اپنے شہید باپ کے سب اوصاف و خصائل موجود تھے۔ ابتدائی زمانہ تحصیل علم میں گزارا۔ پھر عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہو گئے اور شیخ محمد منکنؒ کے دست حق پرست پر محبت کر لی۔

شیخ محمد منکنؒ اپنے زمانہ کے صاحب حال بزرگ تھے۔ تصنیف مصباح العاشقین کے لقب سے مشہور تھے۔ ابتدائی زمانہ میں شیخ احمد راونیؒ کے مرید تھے۔ پھر شاہ جلال گجراتیؒ کے حلقہ مریدین

۱۔ اخبار الاخبار۔ ص ۲۹۰ ۲۔ ایضاً۔ ص ۲۹۰

۳۔ شیخ کامل و صحیح الحال بود (اخبار الاخبار۔ ص ۱۶۸-۱۶۹) ان کا وصال ۹۰۰ھ مطابق ۱۴۹۳ء

میں ہوا تھا۔ ۴۔ شاہ جلال گجراتی چشتیہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ ان کے مرشد شیخ پیارہ میر سید

ید اللہ نبیرہ و خلیفہ حضرت گیسو درازؒ کے دامن سے وابستہ تھے۔ شیخ محدثؒ نے شاہ جلالؒ کے متعلق لکھا ہے:

”از کمالان وقت بود، صاحب تصرف و کرامت و ظاہر و باطن مرتبہ عظیم و شانے رفیع و است”

(اخبار الاخبار۔ ص ۱۶۸)

میں شامل ہو گئے تھے۔ سماع کا بڑا شوق تھا۔ ان کے تقدس اور تعبد کی بنا پر سلطان سکندر لودی کو بھی ان سے عقیدت ہو گئی تھی۔ ملا وہ قصہ قنوج میں ان کی خالقاہ ارشاد و تلقین کا مرکز تھی۔ شیخ سعدی نے ان کی رہنمائی میں سلوک و معرفت کی دشوار گزار راہیں طے کیں اور عبادت و ریاضت کا ایسا شوق ہو گیا کہ راتوں کو جاگنے لگے، اور ان کی زندگی خسرو کے اس شعر کی مکمل تفسیر بن گئی تھی۔

عاشقاں را ہمہ شب از پئے نظارہ تو شب بزاری و حسرت بدعا میگذرد
ان کے بیٹے شیخ سیف الدین نے ان کو رات کے وقت رو کر عاشقانہ اشعار پڑھتے ہوئے دیکھا تھا
شیخ محدث کو امیر خسرو کے یہ دو شعر جو وہ اخیر شب میں پڑھا کرتے تھے، یاد رہ گئے تھے۔
ہمہ شب رودری را برہ صبا نشسته ہمہ کس بخواپ راحت من مبتلا نشسته
غصے درائے امکان چه خیال فاسد است ہوس جمال سلطان بل گدا نشسته

۱۷ اخبار الاخبار ص ۲۹۱ ۱۸ اخبار الاخبار کے تین مطبوعہ نسخے پیش نظر ہیں۔ ان سب میں "غرض درائے امکان" لکھا ہے۔ لیکن دیوان خسرو میں "غرض" ہے جو غالباً صحیح ہے۔
اخبار الاخبار کے ایک قلمی نسخہ میں جو حضرت مجدد مولوی ارشاد علی صاحب مرحوم نے ۱۲۵۵ھ میں ملتان میں نقل کرایا تھا اور بڑے اہتمام سے تصحیح کی تھی، دوسرا شعر درج نہیں ہے، بلکہ اس کی جگہ یہ شعر لکھا ہے
یزک دل اسیراں یکجا گر یزدان تو بخواپ دو چشمت چشم بلا نشسته
دیوان میں یہ شعر بھی کچھ اختلاف کے ساتھ درج ہے۔
۱۹ شیخ محدث نے یہ دو شعر نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "تا آخر غزل خدمت علمی می فرمودند (ص ۲۹۱)۔
یہ غزل خسرو کے دیوان غرۃ الکمال میں ہے۔ بقیہ اشعار بھی سینے سے

ہمہ شب صبا و بویت من سوختہ چه گویم کہ چہ است درد دل من ز دم صبا نشسته
تو ز نالہ من از من سزدار جدا نشینی کہ ز دست خویش من ہم ز خودم جدا نشسته
دل مبتلائے عاشق یکجا گر یزدان تو بخواپ دو چشمت چشم بلا نشسته
تو در آ و غمزہ زن کہ نہند پیش بت سر بستانہ کہ باشد صعد پارا نشسته
اگر این مست ہم خواباں کہ بسر شود راضی منم اینکہ اندرین رہ ز سر رضا نشسته
سر کوئے تست خستہ شب روز چوں کہم من کہ تو ام نمی گزاری نفسے بجا نشسته

(دیوان خسرو ص ۲۹۶)

ا) کے دو بیٹے بہت مشہور ہوئے شیخ رزق اللہ مشتاقی اور شیخ سیف الدین۔ شیخ سعد اللہ کے انتقال کے وقت شیخ سیف الدین کی عمر آٹھ سال کی تھی موصال سے کچھ عرصہ قبل اپنے آٹھ سالہ جگر گوشہ کو مکان کے بالائی حصہ میں لے گئے۔ اور باقی قصہ خود شیخ سیف الدین کی ربانی مینے۔

”بعد از ادائے تہجد مرا مقابل قبلہ ایستاده کردند نماز تہجد کے بعد مجھے قبلہ رو کھڑا کیا اور کہا: الہی رفقتہ، خداوند تومی دانی کہ پیران دیگر را تربیت تو جانتہے کہ میں دوسرے لوگوں کی تربیت سے کردہ و از ادائے حقوق ما و شاں برآمدہ ام، ایں فارغ ہو چکا۔ اور ان کے حقوق سے عمدہ برآ رہیم می گذارم و بے کس، حق ایں بر ذمہ من، ہو گیا۔ لیکن اس لڑکے کو یتیم و یکس چھوڑ رہا ہوں است۔ ایں ما بہ تومی سپارم۔ مربی دستولی اس کے حقوق میرے ذمہ ہیں، اس کو تیرے امور او تو باش“

یہ کہا اور نیچے اتر آئے۔ کچھ ہی دنوں بعد ۲۲۔ ربیع الاول ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء کو ان کا وصال ہو گیا۔ اللہ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ اور ان کا یہ جگر گوشہ ایک دن دہلی کا نہایت ہی با وقعت اور با عزت انسان بنا اور اسی کے گھر میں وہ آفتاب علم نمودار ہوا جس نے ساری فصاحت علم کو منور کر دیا۔ نظامی نے خوب کہا ہے۔

وزنیش خبرنے کہ پروردگار چگونہ ورا پرورد درکنار
چہ گنجینہ ازیر بارش کشد چہ اقبالہا درکنارش کشد

۱۔ اس عبارت سے خیال ہوتا ہے کہ شیخ سعد اللہ کے دم سے زیادہ بیٹے تھے۔ لیکن شیخ محدث نے ان کا ذکر تفصیل سے نہیں کیا شیخ محمد حسن بن شیخ حسن طاہر کے حال میں لکھتے ہیں۔

”عم اوسطاً عمر سلطور شیخ فضل اللہ کہ بہ شیخ منہجوعت داند مرید دوست، او آخر مرید ان شیخ است و شیخ منہجومردے بود صاحب برکت و نعمت و ہشتال وادار و مشغول و در محبت میر مغلوب و صاحب ذوق و حالت و مقبول مشائخ و محاذیب و برکتے ظاہر داشت و نعمتے شامل و در وقت فوت بسیار

۲۔ اخبار الاخیار۔ (ص ۲۹۱)

مردانہ رشتہ (ص ۲۲۸)

شیخ رزق اللہ اور شیخ سیف الدین دونوں کو محبت الہی کا بے پناہ جذبہ باپ سے ورثہ میں ملا تھا
 نتیجہ محدث دونوں کی مخصوص صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مجلس ایشاں ازا دل تا آخر شوق و گریہ وہ
 ان کی مجلس شروع سے آخر تک سراپا شوق و
 محبت بود، نسبت شیخ رزق اللہ در سوز
 گریہ و محبت تھی، شیخ رزق اللہ کی نسبت سوز
 و گری چناں بود کہ آتش در زیر خاکستر نہاں
 و گری کے لحاظ سے ایسی تھی جیسے کہ راکھ کے
 می باشد اندک کہ کامیابند ہمہ آتش بر آید مثال
 نیچے آگ دلی ہوئی ہو۔ جوں ہی ذرا سا اس کو
 والد چنانکہ آبے از حیرے چکیدہ می ماند، آدنی
 کرید آگ نعل آئی اور ان کے برعکس والدہ جد کی یہ
 آزارے کہ باور رسید ترا صدیہ لے
 حالت تھی جیسے کہ کسی چیز سے پانی برا بڑھکتا
 ہے۔ ان کو اگر معمولی سی تکلیف بھی پہنچتی تھی تو فوراً
 آنسو بہنے لگتے تھے۔

ان دونوں بھائیوں کو دہلی میں بڑی عزت اور شہرت حاصل ہوئی۔ شیخ محدث کا بیان ہے کہ:
 "مردم این شہر اتفاق دارند کہ دہلی عبارت ازین اس شہر کے تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں
 برادران بود" لے کہ دہلی انہی بھائیوں سے عبارت تھی۔

شیخ سیف الدین کا حال ہم دوسرے باب میں تفصیل سے بیان کرینگے، یہاں شیخ رزق اللہ
 کے متعلق کچھ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

شیخ رزق اللہ (۹۸۹-۸۹۷) اپنے زمانے کے مشہور عالم اور مرتاض بزرگ تھے شیخ محدث
 نے لکھا ہے:

مردے کامل مفاضل و عارف از نوادر روزگار وہ مرد کامل، فاضل، عارف تھے۔ نادر روزگار
 و از مردم سلف یادگار بود، جامع فضائل تھے سلف کی یادگار تھے۔ فضائل صوری و
 صدی و معنوی و در مشرب عشق و محبت مست معنوی کے جامع تھے مشرب عشق و محبت اور

عقل و وسعت و صبر بر مصائب و دوام سلامتی عقل اور وسعت و وصلہ اور مصائب پر صبر
مضربا مستقامت احوال یگانہ عصر بود کہ کہنے میں، استقامت اور دوام حضور میں یگانہ
عصر تھے۔

ابتدائی زمانہ سے علماء و مشائخ کی صحبت میں رہے تھے اور ان سے مدد و سوز کا بڑا سرا یہ
پایا تھا۔ وہ شیخ محمد منکن کے مرید تھے۔ لیکن ذکر کی تعلیم شیخ بدین شطاریؒ سے حاصل کی تھی۔
شیخ بدینؒ شطاریہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے۔ سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں ان کی
خاندانہ مرجع خلافت تھی۔ وہ شاہ عبداللہ شطاریؒ (جنہوں نے شطاریہ سلسلہ کو ہندوستان میں
جاری کیا تھا) کی اولاد میں تھے۔ اور شیخ حافظ جونپوریؒ سے بیعت تھے۔ شطاریہ سلسلہ میں جذبہ
شوق کا عنصر غالب تھا۔ چنانچہ شیخ رزق اللہ کو شیخ بدین کی صحبت سے عشق و محبت کی بے پناہ پیشانی
شیخ رزق اللہ، عربی، فارسی اور سنسکرت کے فاضل تھے۔ فارسی میں مشتاقی اور ہندی میں
راجن تخلص کرتے تھے۔ ہمدی میں ان کے کئی رسالے مثلاً پیمان اور جوت نرجن وغیرہ بہت
مشہور ہوئے۔ صبح گلشن میں ان کے یہ دو شعر نقل کیے گئے ہیں ۵

فتح قفل ہار ز کلید ست لے عزیز حبش دست از قوی خواہند نیز

۱۔ اخبار الاخیار۔ ص ۱۶۹۔ ۲۔ مختصر حال کے لیے ملاحظہ ہوا اخبار الاخیار ص ۱۹۳-۱۹۵ و
گلزار اہرار۔ ص ۲۰۸۔ ۳۔ لفظ شطاری، شطر سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی سمت میں تیزی سے
چلنا۔ معارج الولاہیت میں لکھا ہے:
"معنی لفظ شطارتیزرواست۔ و در اصطلاح علم شطارتشنل باطنی را گویند کہ از کسب آن قتالی شد
و بقا باللہ حاصل شود"

شاہ عبداللہ شطاریؒ (المتوفی ۱۳۴۰ھ) نے اس سلسلہ کو ہندوستان میں جاری کیا۔ اس کے مشہور مشائخ میں
شیخ حافظ جونپوریؒ، طبع ظہور حاجیؒ، سید محمد غوث گوالیاریؒ، شیخ وحید الدین علوی گجراتیؒ اور شاہ پیر میرٹھیؒ خاص طور
پر قابل ذکر ہیں۔ سلسلہ کے متعلق تفصیلی معلومات درکار ہو تو گلزار اہرار کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ راقم السطور نے اپنے
مضمون "The Shattari Sainis and their attitude towards the State" مطبوعہ
مطبوعہ "Medieval India" راکٹر پرنٹنگ ایسٹ میں اس سلسلہ کے مشہور مشائخ کا مختصر حال لکھا ہے۔

قدر خود را می زندانی لے ذل تشنہ می میری و دریا در بسل

سطار یہ سلسلہ کے مشائخ کی ایک خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ انہوں نے ہندو مذہب کا مطالعہ بڑی گہری نظر سے کیا ہے۔ سید محمد غوث گوالیاریؒ کی کتاب بحرالجابات اس رجحان کی بہترین آئینہ دار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشائخ نے بھی ہندوؤں کے علوم کا مطالعہ کیا تھا صبح گلشن میں لکھا ہے ”و در کتب علمیہ ہندواں ہمارے کامل داشت“

مشائخ کو تاریخ سے بھی دلچسپی تھی۔ اور پُرانے تاریخی قصے اور واقعات بڑے شوق و ذوق کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ احباب نے اصرار کر کران کو کتاب کی صورت میں منتقل کرادیا۔ شیخ رزق اللہؒ نے اس کا نام واقعات مشائخ رکھا۔ اس کے قلمی نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ لودھیوں کی تاریخ کے لیے واقعات مشائخ کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ ابھی تک یہ کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ ایلینٹ نے اپنی تاریخ ہند میں اس کے کچھ حصے کا ترجمہ پیش کیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدثؒ کے خاندان کا حال ختم کرنے سے پہلے، ان کے ننہیال کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔

شیخ محدثؒ کی والدہ ماجدہ مولانا زین العابدین المعروف بہ شیخ ادہن دہلویؒ کی لڑکی تھیں شیخ ادہنؒ کے متعلق شیخ محدثؒ نے لکھا ہے :

”والشہد کامل بود متوہ و متعبد و در غایت خشوع و انکسار و نادب و وقار“ وہ اپنے زمانہ کے دو مشہور بزرگوں سے علمی اور روحانی نسبت رکھتے تھے۔ شیخ سہارالدینؒ ان کے روحانی اور میاں عبد اللہ بلینیؒ ان کے علمی مرشد۔

شیخ سہارالدینؒ سہروردیہ سلسلہ کے مشاہیر میں تھے شیخ کبیرؒ نبیرہ مخدوم جہانیاں سید

صبح گلشن۔ ص ۲۱۳ ایضاً ملاحظہ ہو مقدمہ واقعات مشائخ ص ۱۰۱ فرست مخطوطات جلد ۳ ص ۹۲۱ تاریخ ہند۔ جلد چارم ص ۵۵۷-۵۳۳۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۱۸ کہ ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۵-۲۰۶۔ گلزار ابرار۔ ص ۲۰۹-۲۱۰۔ سیر العارفین۔ ص ۱۸۳-۱۸۱۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو آثار الکرام ص ۱۹۱-۱۹۲ و تذکرہ علماء ہند۔ ص ۱۰۱۔

جلال الدین بخاریؒ کے مرید، سید شریف جرجانیؒ کے شاگرد، جمالی کے پیر، اور لمحات شیخ فخر الدین عراقیؒ کے محشی تھے۔ ہندوستان میں ان کی ٹہری عزت اور شہرت تھی، میاں عبداللہ تلمیسیؒ، ”پیشرو علماء“ اور ”قافلہ سالار فضلہ“ تھے علم محقول کو ہندوستان میں ان ہی نے رواج دیا تھا۔ اور بقول آزاد بلگرامیؒ ”شمس جہت را بہ نشر لوامع علوم منور ساخت“۔ ان دو بزرگوں کی نسبت سے شیخ ادہنؒ کو علمی اور روحانی دنیا میں ایک خاص مرتبہ حاصل ہو گیا تھا۔

شیخ ادہنؒ کو اللہ تعالیٰ نے جمال و کمال دونوں سے نوازا تھا۔ وہ نہایت وجہ احمدین بزرگ تھے عبادت و ریاضت میں غرق رہتے تھے۔ شیخ محدثؒ کے والد ماجد مولانا سیف الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے کبھی کسی ایسے انسان کو نہیں دیکھا جس میں شیخ ادہنؒ کے برابر ظاہر و باطن کی یکسانیت ہوئے۔

شیخ ادہنؒ حالانکہ سہروردیہ سلسلہ میں تبعیت تھے لیکن انہوں نے اپنے سلسلہ کی عام روش کے خلاف سلاطین و امراء سے کوئی تعلق رکھنا کبھی پسند نہ کیا۔ سلطان ابراہیم لودی نے شاہی ملازمت قبول کرنے کی درخواست کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور گوشہ قناعت سے قدم باہر نہ نکالا۔ شیخ محدثؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے :

”انوار علم و تقویٰ از جبین ایشان لاریج بود، علم اور تقویٰ کے انوار ان کی پیشانی پر چمکتے تھے اکثر احوال صائم بودے و در لغہ احتیاط اکثر روزہ رکھتے تھے۔ اور حلال و حرام لغہ کی تمام دانستے۔ بڑی احتیاط کرتے تھے۔

شیخ ادہنؒ نے ۷۳۹ھ کو وصال فرمایا۔ ان کا مزار حوض شمس کے غبی کنارے پر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی دہریاں و رہنیاں کے دونوں غاندان علم و فضل، تقویٰ و دیانت میں ممتاز تھے۔ ان کا دینی احساس بیدار تھا اور انہوں نے اپنے دیگر معاصرین کی طرح دنیوی عزت و حشمت کی خاطر کبھی علم و دیانت کو بے ابرو نہیں کیا تھا۔

۱۹۱۱ء اخبار لاخیا۔ ص ۲۱۸ ۱۹۱۲ء ایضاً ۱۹۱۳ء ایضاً

باب دوم شیخ محدث کے والد ماجد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدینؒ ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۱۳ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل کی بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وہ ایک صاحبِ دل بزرگ، اچھے شاعر اور پر لطف اور بذلہ شیخ انسان تھے۔ لوگ ان کی ظرافت و لطافت، معاملہ فہمی اور محبتِ اسلوبی کے معترف تھے۔ شیخ محدثؒ نے لکھا ہے:

”در شعر و نصیحت و قبولِ خواطر و ذوق و شوق و شاعری، علم، مقبولیت، ذوق و شوق، محبت و ظرافت، لطافت و بے تعلقی و وارستگی ظرافت، دہد، پاکیزگی دل، حضورِ قلب و طیبِ قلب و حضورِ ذاکر و ذکرِ لطافت و نکات اور نکتہ سنجی میں اپنے عہد میں بے مثال و فہم و قائل و ارشادات یگانہ روزگار و انسانہ تھے۔“

دیار خود ۱۷

شیخ سیف الدینؒ کو عام لوگ شعرو سخن کی وجہ سے جانتے تھے لیکن حقیقت میں وہ ایک صاحبِ باطن اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ رسالہ وصیت میں شیخ محدثؒ ان کے متعلق لکھتے ہیں:-

”پدر من شیخ سیف الدین از عالمِ مستی و فقر و فنا میسے والد شیخ سیف الدین کو فقر و فنا اور توحید و تجرید، تفرید نصیبِ کامل داشت و تکلف توحید و تجرید کا کافی حصہ ملا تھا۔ وہ تکلف و تصنع و اگر دسرا پردہ حال سے محال نبود نظر اور تصنع سے بالکل پاک تھے۔ نگاہ میں ایسا

تائیرے بود کہ ہر کرا بعنوان محبت نظری کرد، بقدر اثر تھا کہ جس پر توجہ کی خالی نہ گئی۔ اور اس استعداد و مناسب حال اثر قبول می آورد، کہ حسب استعداد فائدہ پہنچا۔
 اخبار الاخیار میں بھی شیخ محدثؒ نے اُن کی نظر کی تاثیر کا ذکر کیلئے اور لکھا ہے — ”این معنی بسیار تجربہ کردہ شدہ است۔“ وہ ایک نظر میں ملنے کی صلاحیتوں کا اندازہ کر لیتے تھے۔ سرمایا کرتے تھے:

”اما از صفائی صحبت درویشاں و طول درویشوں کی صحبت کے فیض سے میرا حال ہو ملازمت ایثاں میں مقارب شدہ است گیا ہے کہ انسان کی حقیقت کو پہچان لیتا ہوں کہ حقیقت احوال آدمی را می شناسم..... اگر اندھیری مات میں بھی کسی سے ملوں تو اگر شب تاریک کے راماس کم امید ہے امید ہے کہ اس کی حقیقت حال دریافت کہ حقیقت حال او در یابم“ ملے کر لوں۔

یہی وہ صلاحیت ہے جس کو حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ ”نفس گیر“ سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ روحانی اصلاح و تربیت میں اس کے حیرت انگیز اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔
 شیخ سیف الدینؒ کا دنیا سے جو تعلق تھا وہ ظاہری تھا شیخ محدثؒ کا بیان ہے کہ وہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ انہیں دنیا کی ثروت اور اسباب غفلت کے حاصل کرنے کا کبھی شوق پیدا نہیں ہوا۔ دل کو توجہ تھی تو فقر و محبت ہی کی طرف تھی۔ سات سال کی عمر سے ان کو اس راہ کی طلب اور مغفرت الہی کا شوق پیدا ہوا تھا۔ لکھا ہے:۔

”از ابتدائے ہفت سالگی کہ آغاز ادراک“ سات سال کی عمر سے جو شعور کے آغاز کا شعور راست درو طلب آن راہ و شوق زمانہ سے درو طلب اور شوق معرفت خدا معرفت اللہ بود“ ملے دامن گیر تھا۔

”مشرپ توحید کا اُن پر اس قدر غلبہ تھا کہ مشائخ کا یہ قول اکثر نقل کیا کرتے تھے،

۱۔ رسالہ وصیت الہی، ۲۔ اخبار الاخیار، ص ۲۹۶ ۳۔ ایضاً، ص ۲۹۶ ۴۔ ایضاً

”عالم از دوست بدوست و ہمہ دوست“ ۱۵

شیخ سیف الدین کو عرصہ تک مرشد کامل کی تلاش رہی۔ بالآخر حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں اُن کو ایسا خضر طریقت مل گیا جس نے ان کے ”مشرَب توحید“ کو جلا دے دی۔

شیخ امان اللہ پانی پتیؒ اُن کا نام عبد الملک اور لقب امان اللہ تھا۔ امام اکبر حضرت شیخ عجمی اندرین ابن عربیؒ کے فلسفہ وحدت الوجود پر کامل عبور رکھتے تھے۔ شیخ محدثؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

”وہ از علمائے صوفیہ موجدہ است، از وہ وحدت وجود پر اعتقاد رکھنے والے صوفیہ میں تھے

تابعان ابن عربی قدس اللہ سرہ در علم این ابن عربی قدس سرہ کے تابعان میں تھے۔ اس

طالب مرتبہ بلند و پایہ ارجمند داشت و در طبقہ کے علم میں اونچا مرتبہ اور بلند درجہ رکھتے تھے

تقریر مسئلہ توحید بیان ثنائی و تقریر والی سخن مسئلہ وحدت وجود پر بڑی ثنائی تقریر کرتے تھے

توحید را فاش گفتے“ ۱۶ اور اسرار توحید کو کھلم کھلا بیان کرتے تھے۔

انہوں نے علم تصوف و توحید میں بہت سی کتابیں لکھی تھیں، جن میں سے دو کتابوں اثبات الاعدیہ اور شرح لوائح حامی کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اول الذکر کا ایک قلمی نسخہ آصفیہ کتب خانہ حیدر آباد میں ہے۔ شیخ محدثؒ نے اثبات الاعدیہ کا ایک طویل اقتباس اخبار الاخبار میں دیا ہے۔

شیخ امان پانی پتیؒ اسرار توحید کو کھلم کھلا بیان کیا کرتے تھے عشق حقیقی کی آگ ہمہ وقت اُن کے سینے میں سلگتی رہتی تھی۔ درس و تدریس کا شوق تھا۔ صوفیہ متقدمین کی تصانیف کا مطالعہ خود بہت گہری نظر سے کیا تھا اور دوسروں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز سے کشائش ہوتی ہے۔ میری کشائش صوفیہ کی کتابوں میں ہے۔ سو ماں کے وقت ان کا یہ حال تھا کہ اپنی ایک ایک کتاب کو کھولتے، دیکھتے اور دواع کرتے تھے۔ ۱۷

۱۵ اخبار الاخبار - ص ۲۹۴ ۱۶ ایضاً - ص ۲۳۳

۱۷ فہرست کتب جلد اول نمبر ۶۲۸ ۱۸ اخبار الاخبار - ص ۲۳۵

شیخ پانی پتیؒ شیخ محمد حسینؒ پسر شیخ حسن طاہرؒ سے بیعت تھے لیکن دوسرے سلسلوں کے مشائخ سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ مشرب قلندر یہ ہیں اُن کا سلسلہ دو واسطوں سے شاہ نعمت اللہ دہلویؒ تک پہنچتا تھا۔ سب سلسلوں میں قادریہ سلسلہ کا اعتقاد اُن پر غالب تھا۔

روحانی رہبر کی حیثیت سے اُن کی شان امتیازی تھی۔ وہ مریدوں کی روحانی تربیت سے پہلے اُن کی مخصوص صلاحیتوں اور فطری رجحانات کا جائزہ لیتے تھے، پھر اس لیے مناسب راہ عمل تجویز کرتے تھے۔ جب شیخ سیف الدینؒ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن سے کہا کہ اپنے حالات معہ خیالات و تصورات کے بتاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ بندہ کو اکثر خیال ہوتا ہے کہ وہ عرش سے فرش تک ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور سب پر محیط ہے۔ فرمایا تم میں توحید کا غم بویا ہوا ہے۔ اس کے بعد مناسب حال تربیت کی۔

شیخ امان اللہ پانی پتیؒ نے ۱۲ ربیع الآخر ۹۵۷ھ مطابق ۱۵۵۷ء کو وصال فرمایا۔

شیخ سیف الدینؒ	شیخ سیف الدینؒ کو ابتدائی زمانہ سے مشائخ کی صحبت کا شوق تھا بہت سے بزرگوں کی خدمت میں عقیدت مندانہ حاضر ہوئے تھے لیکن تسکین
----------------	---

کا سامان کہیں نہیں ملا تھا۔ جب شیخ امان پانی پتیؒ کی خدمت میں پہنچے تو ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے زخموں پر مرہم لگا دیا۔ جو جذبات رہبر کامل کی غیر موجودگی میں ان کے دل و دماغ پر قیامت ڈھا رہے تھے ان کی تربیت کا سامان مہیا ہو گیا۔ شیخ سیف الدینؒ ابتداء حال میں کسی سہروردی بزرگ سے منسلک ہو گئے تھے۔ شیخ امانؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں آنے سے قبل مرید ہو چکا ہوں۔ لیکن اب آپ کا جذبہ محبت و ارادت مجھ پر غالب آ رہا ہے۔ کیا کروں؟ فرمایا۔ المودع من احب۔ اس رستہ میں محبت کا اعتبار ہے۔ اس کے بعد اُن کی تربیت کی طرٹ متوجہ ہوئے۔ کچھ ضروری کتب میں اُن کو پڑھائیں۔ پھر اپنے دستِ خاص سے لکھ کر

شیخ محمد حسنؒ کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو، اخبار الاخبار، ص ۲۲۸-۲۳۰

شیخ اخبار الاطیار، ص ۲۳۵ - شیخ ایضاً شیخ ایضاً

خلافت نامہ عنایت فرمایا۔ شیخ محدثؒ نے لکھا ہے :

”والدم را بہ عنایت خاص مخصوص ساخت میرے والد پر خاص عنایت فرمائی اور خرقہ و خرقہ خلافت پوشانید، و مثال خلافت تاجند خلافت عطا کیا۔ اور خلافت نامہ اپنے دست روز بہ خط خاص خود مسودہ کردہ خاص سے لکھ کر دیا۔

شیخ سیف الدین نے ایک فتویٰ میں اس طرح شیخ پانی پٹیؒ کے احسانات کی گراں باری کا ذکر کیا ہے :

ہر چہ ز من در سخن آید بعتیں	ہست ہم از صحبت آن مرد دیں
ور نہ چہ حد است کہ راز و روں	از دہن چوں منے آید بروں
من کیم و کیستم و چہیستم	از دم عیسیٰ نفسے زیستم
اوست دریں راہ مرا رہنما	خاک درش چشم مرا تو تبا
ہست دل او بخت آونختہ	آب صفت در ہمسہ آونختہ
دست من و دامن او بالعتیں	مقصد و مقصود من آن شاہ دیں
عشق رخس ہمدم و ہما ز من	درد و غمش مونس و ہما ز من

شیخ سیف الدینؒ کو شروع سخن سے بڑی دلچسپی تھی۔ نام کی مناسبت سے ہذا ذوق سخن سیفی تخلص کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔

”سیفی بخاری شاعر بزرگ است،	سیفی بخاری بڑے شاعر ہیں، مجھ کو ان کی
بار بار اسے مشارکتے نیست۔ فقیر تہمت	برابری حاصل نہیں۔ فقیر نے اس تخلص
اس تخلص پر خود غنی بنادو لیکن چوں نام	کی تہمت اپنے او پر نہیں رکھی لیکن چونکہ
فقیر سیف الدین بود بعضے یا ماں بحد	میرا نام سیف الدین ہے اس سبب سے
شد کہ سیفی تخلص کنسید ہاں سبب	بعض دوست مصرعہ ہے کہ سیفی ہی تخلص ہو

درگذشتن این تخلص مسابہ کردہ شد^۱ اس سبب اس تخلص کے چھوڑنے میں مستی ہوئی
شیخ سیف الدین نے ایک ثنوی ”سلسلۃ الوصال“ اور ایک رسالہ مکاشفات“ تحریر فرمایا
تھا۔ ثنوی سلسلۃ الوصال میں پانچ سو اشعار تھے۔ یہ سب اشعار ایک دن میں لکھے گئے
تھے۔ شیخ محدث کا بیان ہے۔

”می فرمودند کہ آن بعلبہ شوق در یک فرماتے تھے کہ یہ ثنوی غلبہ شوق کے عالم میں ایک
روز گفتہ شدہ است، و باز ہرگز براں دن میں کسی ہے، اور پھر دوبارہ نظر ڈالنے
عبور نیفادہ“^۲ کا اتفاق نہیں ہوا۔

اُن کے اشعار بیاض تک پہنچنے سے پہلے ہی ضائع ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کی کتابوں
کا بیش بہا ذخیرہ چور قہیتی سامان سمجھ کر چور لے گئے تھے۔ جب دیکھا کہ کتابیں ہیں تو جلا کر خاک
کردیں۔

شیخ سیف الدین نے شعرو عن کا ذوق پایا تھا، اس لیے شعر کہہ کر طبیعت خوش ہو جاتی
تھی لیکن تصنیف و تالیف کی طرف رغبت نہ تھی۔ انہوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ پرو مشد
کے اصرار پر لکھا تھا۔ شیخ امان پانی پتی اپنے مریدوں سے تقریر کرنے کا مطالبہ کرتے تھے تاکہ
یہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے کس حد تک شیخ کی تعلیمات اور افکار کو اخذ کیا ہے۔ جب شیخ
سیف الدین سے اس کا مطالبہ کیا گیا تو عرض کیا کہ فقیر کو حضور کے سامنے تقریر کرنے کی مجال
نہیں ہے۔ اگر حکم ہو تو لکھ کر پیش کر دے۔ شیخ نے اجازت دی تو چند رسائل تصنیف فرمائے
جن میں سے ایک کا نام مکاشفات تھا۔ اس کے کچھ اقتباسات شیخ محدث نے اخبار الاخبار میں
دیے ہیں۔

شیخ محدث نے اخبار الاخبار میں ان کی دو غزلیں نقل کی ہیں جن سے اُن کے شاعرانہ کمالات
کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سازے نمودہ در ہمہ اعیان چنان عیاں
از نام و از نشان کہ تواند نشان دہد
پیش از ظہور بود و ما کان شیء معہ
کون و مکان بہ پر تو حسن جمال اوست
نزدیک عارفان محقق محقق است
کہ روئے پوش ہجو عروساں جلوہ گر
ستیفی بخویش نسبت ہستی لگان تست
ایک اور غزل ہے ۷

زہر دانہ فتادی بدام رسوائی
پری بگرد شکر چوں ذباب حلوائی
بساخت ست ترا ہر دی و ہر جائی
چہ خام مشربے ار بادہ رانہ پیمائی
ہزار مرتبہ بہتر ز صوف دارائی
کہ عارفان خدائند زیر یکتائی لہ

شیخ سیف الدینؒ | شیخ سیف الدین اپنے زمانہ کے علمی معیار اور روایات کے مطابق کوئی جید عالم
کا علمی مرتبہ | تو نہ تھے، لیکن ان میں وہ تمام اخلاقی خوبیاں موجود تھیں جو علم و فضل سے پیدا
ہوتی ہیں۔ اور جن سے اس زمانے کے اکثر علماء بدقسمتی سے محروم تھے۔ طلب صادق، ایمان
کامل، اعتقاد راسخ، سچائی، دیانت، استغنا سب ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا گیا تھا۔
جب وہ اپنے گرد ان علماء رسو کو دیکھتے تھے جنہوں نے اکبری دور میں دنیوی جاہ و جلال کی
خاطر اپنی علمی فضیلت کو خاک میں ملا دیا تھا تو وہ خدا کا شکر ادا کرتے تھے کہ انہوں نے علم حاصل

نہیں کیا، ورنہ اُن کی بھی وہی حالت ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

چوں مشاہدہ کردہ می شود کہ علماء و فضلاء در طلب جاه و عزت و کثرت اسباب جمعیت
 جب دیکھتا ہوں کہ آج کل کے علماء و فضلاء
 اموال و نزاع و خصومت کہ با خلق می افتد نزاع و خصومت میں مبتلا ہیں تو خدا کا شکر
 مرا شکرانہ آید بر آن کہ بسیار بخواندیم و اکابر ادا کرتا ہوں کہ میں نے زیادہ نہیں پڑھا،
 شدید سے اور بڑے آدمیوں میں میرا شمار نہیں۔

جیسا کہ شیخ سیف الدینؒ نے خود فرمایا وہ اکابر علماء میں نہ تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ علوم دینی سے خاص شغف رکھتے تھے۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی لکھتے ہیں۔
 ”آج تک شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے علمی خالوادے کا آغاز ان ہی کی ذات سے کیا جاتا تھا مگر حکیم صاحب (حکیم حبیب الرحمن صاحب ڈھاکہ) کے پاس ایک دستاویز ایسی ہے، جو اس آغاز کو ایک پشت اوپر تک لے جاتی ہے۔ یعنی علامہ ذہبیؒ کی الکاسف جو اسماء الرجال کی ایک کتاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ حکیم صاحب کی ملکیت میں ہے جس کے پہلے صفحہ پر مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدین ترکؒ کے قلم کی ایک عبارت تحریر ہے“

علاقت احوالات | آخری عیال کے زمانے میں شیخ سیف الدینؒ کا ایک عجیب کیفیت

۱۵ اخبار الاخبار - ص ۲۹۲ - لارڈ اکیٹن (Molton) نے اپنے لیکچر میں ریفارمیشن سے

قبل کے حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے:

"The people had begun to think of virtue apart from the institutions of the Church."

ہا دریں کی حزب اخلاق بات نے عوام کو اس طرح سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ دورا کبریٰ میں علماء کی خود غرضیہ یا ہی نزاع اور طلب جامانے لوگوں کو علم سے برگشتہ کر دیا۔ کما گزلم کا حاصل وہی تھا جو ان لوگوں کو ملتا تو اس سے بے علم رہنا بہتر تھا۔

۱۵ اخبار الاخبار - ص ۲۹۲ -

۱۵ معارف فردوسی - ج ۲ ص ۸۷ -

طاری رہی۔ خوف و خشیت کا اس قدر غلبہ ہو گیا کہ ہر وقت اسی میں پریشان رہنے لگے۔ جب کوئی ایسی آیت سن لیتے جس میں ”وعدہ رحمت“ ہوتا تو طبیعت بشاش ہو جاتی۔ ایک مرتبہ شیخ محدثؒ نے یہ آیت تلاوت کی :

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفَافُوا مَا تَنْزَلَ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ قَائِمٌ رَّهْبٌ هَانٍ پُرَاتَتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور نہ
الَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا غم کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت کی جس کا تم کو
بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ وعدہ تھا۔

تو ان کی خوشی کی انتہاء رہی۔ اور شیخ محدثؒ کو بہت سی دعائیں دیں۔ شیخ فرماتے ہیں :
”امید دارم کہ مراد عاقلے آں شب سمرایہ امیدوار ہوں کہ اس رات کی دعا میرے
دنیا و آخرت شود“
یہ دنیا اور آخرت کا سوا یہ ہو۔

وصال کے لیے کلمات اور اشعار لکھ کر کفن کے ساتھ رکھنے کی ہدایت کی ۔

(۱) دارم رکھے غنیں بیامرز و پیرس صد واقعہ در کس بیامرز و پیرس
شرمندہ شوم اگر پیرسی علم لے اکرم الا کرین بیامرز و پیرس
(۲) قَدِمْتُ عَلَى الْكَرِيمِ بِغَيْرِ زَادٍ مِنْ الْحَسَنَاتِ وَالْقُلُوبِ السَّالِمَةِ
میں آیا ہوں کریم کے پاس بغیر زادہ نیکیاں ہیں اور نہ قلب سلیم
فَحَسْبُ الزَّادِ أَهْبَتُمْ مَحَلِّي شَيْءٍ إِذَا كَانَ الْقُدُّومُ إِلَى الْكَرِيمِ
مگر بیشمار لے جانا تو ناموزوں بات ہر جب کہ ایک کریم کے پاس جانا ہو

(۳) رَبِّيَ اللَّهُ، وَدِينِي الْإِسْلَامُ وَرَبِّي مُحَمَّدٌ، وَشَيْخِي الشَّيْخُ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِي
وصال کے وقت ”خوف و خشیت کی کیفیت“ ذوق و شوق میں بدل گئی عصر کا وقت تھا
شیخ عبدالحقؒ کو مسجد سے بلوایا۔ شیخ محدثؒ خوشی اور بحالی کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے شیخ

سیف الدین نے پھر اُن سے فرمایا :

”بابا! بدانکہ مارا اکنوں اصلا رنخے رنخے
دکھتے نیست، شوق و شوق و طرب در
طرب است، ہر زحمت و بیماری کہ در بدن ما
بود بدر رفتہ است و لیکن ترا باید کہ مشغول
شوی و دعا کنی کہ مراد و ازینجا بردارند،
مراد مطلوب ہے کہ در تمام عمر بود دست دادہ است
مہاد ابا زاین حالت نماید دائم دعا می
کردم کہ آخر دم در یاد خود داری و بشوق
ذوق ازین جاہری۔ اکنوں جمال این مراد
با حسن و جود جلوہ گر شدہ است، اگر ہم درین
حالت پیش خود طلبہ کمال لطف و عنایت
اوباشد ۱۷

بابا جان لو کہ مجھ کو اس وقت کچھ رنج و شر
نہیں ہے بلکہ شوق پر شوق اور خوشی پر
خوشی ہے۔ جو کچھ تکلیف اور بیماری میرے
بدن میں تھی چلی گئی ہے۔ تم کو چاہیے کہ مشغول
ہو کر یہ دعا کرو کہ مجھ کو جلد اس جگہ سے لیجاؤ
تمام عمر میں جو میرا مطلوب تھا اب حاصل ہوا
ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہاتھ سے جاتا رہے۔ تمام
عمر میں نے دعا کی تھی کہ آخر وقت میں ذوق
مشغول کے ساتھ اس جگہ سے لے جایو۔ اب
اس مراد کا جمال ہزار احسن کے ساتھ جلوہ گر
ہوا ہے۔ اگر اس حالت میں اپنے سلسلے بکا
لیگا تو اس کی انتہائی عنایت اور کرم ہوگا۔

مشغول حقیقی کے دیدار کی اس قدر بے چینی تھی کہ اگر کوئی شخص عیادت کو آتا اور یہ کہتا کہ
حق تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے تو آپ ناخوش ہوتے اور فرماتے کہ خدا را یہ دعا کرو کہ اللہ
تعالیٰ مجھے یہاں سے ہٹائے۔ غذا سے پرہیز کرنے لگے تو لوگوں نے وجہ پوچھی۔ فرمایا :
”از بولے این نیز نمی خورم کہ مہاد اسب بقائے۔ اس وجہ سے بھی نہیں کھاتا ہوں کہ شاید کہ میری
من شود، مارا مردم کہ این جامی رود بکلفت۔ بقا کا سبب بن جائے۔ مجھے اب ایک سانس
میں رو رہا ہے۔

۲۷ شعبان ۹۹۹ھ کو یہ بے چین عاشق اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔ اور ۶

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

باب سوم

شیخ محدث کی ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت

ولادت | ماہ محرم ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۵۵۷ء کو شیخ محدث دہلی میں پیدا ہوئے ۷

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر

تا ازیں گنبد دیرینہ درے پیدا شد

یہ اسلام شاہ سوری کا عہد حکومت تھا۔ ہمدوی تحریک اس وقت پورے عروج پر تھی اور علماء کی جانب سے تکفیر و تضلیل کا کام بڑے زور و شور کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

ہمدوی فرقہ کے بانی سید محمد جونپوری تھے۔ اُن کے متعلق مخالفین نے بہت کچھ لکھا ہے اور اُن کے اعتقادات کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے ”خود سید محمد اور اُن کے پیروؤں کی پہلی جماعت کے اکثر بزرگ بڑے ہی پاک نفس اور خلا پرست لوگ تھے۔ اس قسم کے معاملات ہمیشہ ابتدا میں کچھ ہوتے ہیں اور آگے چل کر کچھ اور بن جاتے ہیں۔ یہی حالت اس جماعت کو بھی پیش آئی۔ اور رفتہ رفتہ اس کی بنیادی صداقت اخلاف کے غلو اور محدثات میں گم ہو گئی۔“ ۷

حقیقت میں ہمدوی تحریک، احیاءِ شریعت اور قیامِ امر بالمعروف کی تحریک تھی۔ سید محمد جونپوری اور اُن کے رفقاء کار علماء و سو کی دنیا طلبی اور جاہل صوفیہ کی بدعات و منکرات و سخت نالاں تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی سوسائٹی، ان فاسد عناصر کو دور کر کے احکامِ شرع کو تقویت پہنچانی جائے۔ جوں ہی یہ کوشش شروع ہوئی علماء و سوادِ مشائخ دنیا پرست کی جانب

۷ تذکرہ، ص ۲۴-۲۵ (جدید ایڈیشن)

سے مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ یہاں اس تحریک کی پوری تاریخ بیان کرنے کا موقع نہیں تفصیل کے لیے دوسری کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ یہاں ہم صرف سلیم شاہ کے زمانہ کے حالات پر اکتفا کریں گے، تاکہ شیخ محدثؒ کی پیدائش کے وقت کا مذہبی ماحول سامنے آجائے۔

سلیم شاہ کے عہد میں عہدِ الملک ملا عبداللہ سلطانپوری شیخ الاسلام آگرہ نے ہمدیوں کی مخالفت پر کمر باندھی، اور بادشاہ کو ڈرایا کہ اگر ان کو ختم نہ کیا گیا تو وہ ہندوستان پر قبضہ کر لیں گے۔ ملا نظام الدین نے لکھا ہے:-

”عہدِ الملک میں معنی باقی وجہ خاطر نشان سلیم شاہ نمودہ کہ اس مرد دعویٰ ہمدویت می کند و ہمدی پادشاہ تمام روئے زمین خواہ شد و تمام شکر تو بایں گردیدہ است و احتمال ظل در ملک است“

سلیم شاہ نے شیخ علانیؒ کو آگرہ میں طلب کیا۔ اور ملک کے مشاہیر علماء کو بحث و مباحثہ میں شرکت کی دعوت دی۔ شیخ علانیؒ پچھے پڑنے کیڑوں میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت

لے خود ہمدیوں کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں۔

”سیرت امام ہمدی موعود“؛ شاہ عبدالرحمن (اوائل دسویں صدی ہجری) مطبوعہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن

خصائص امام ہمدی؛ عبدالملک سہاوندی (حیدرآباد ۱۳۶۷ھ) (مطبوعہ)

مجالس شیخ مصطفیٰ گجراتی؛ (مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ ۱۳۶۷ھ)

جواہر التصدیق؛ شیخ مصطفیٰ گجراتی (مطبوعہ معین پریس حیدرآباد ۱۳۶۷ھ)

انصاف نامہ۔ (مطبوعہ دائرہ زمستان پور۔ حیدرآباد۔ دکن)

انوار الیوم؛ سید قاسم (مطبع ابراہیمیہ حیدرآباد ۱۳۷۷ھ)

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتب میں مفید معلومات ملتی ہیں:-

”زاد المتقین“ شیخ محدثؒ (قلی) تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد

”میاں مصطفیٰ“ پروفیسر محمود شیرانی (سلسلہ تفسیری ۱۷۷ حیدرآباد)

۱۷۷ طبقات اکبری۔

کے ساتھ دربار میں حاضر ہوئے۔ سلام کر کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ بحث شروع ہوئی تو شیخ علانی نے دنیا پرست علماء کی مذمت کی اور امرار و سلاطین کے فرائض بیان کیے۔ اُن کا ہر ہر لفظ دل سے نکلتا اور دل کی گہرائیوں میں اپنی جگہ تلاش کرتا تھا۔ سلیم شاہ کی آنکھیں بھی نمناک ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور شیخ علانی کے متعلق اس کی رائے بدل گئی۔ دوسرے دن پھر مباحثہ ہوا تو شیخ علانی نے ان الفاظ میں مخدوم الملک کی مذمت کی۔

”تو از علماء دنیائی، و دزد دینی، و مرتکب چندین نامشروعاتی“

کئی دن تک معاملہ چلتا رہا۔ مخدوم الملک نے سلیم شاہ کو شیخ علانی کے قتل پر آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن سلیم شاہ اُن کے دینی جذبات سے اس قدر مرعوب ہو چکا تھا کہ صرف جلاوطنی کے حکم پر اکتفا کیا۔ شیخ علانی دکن چلے گئے۔ مخدوم الملک نے پھر شیخ علانی کو آگرہ طلب کیا۔ سلیم شاہ نے علماء آگرہ کی ذہنیت کا اندازہ کر لیا تھا۔ وہ مخدوم الملک کے زیر اثر شیخ علانی کے قتل پر تھے ہوئے تھے۔ لہذا اس نے شیخ علانی کو شیخ بڈھا بہاری کے پاس روانہ کر دیا۔ کہ جو اُن کا فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے۔ شیخ بڈھا اپنے زمانہ کے جید عالم تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ شیر شاہ تک اُن کی جوتیاں سیدھی کیا کرتا تھا۔ شیخ علانی جب اُن کے مکان پر پہنچے تو سرود و ساز کی آواز سنائی دی۔ اندر پہنچے تو غیر شرعی حرکت دیکھیں۔ ضبط نہ ہو سکا اور بے اختیار امر معروف و نہی منکر شروع کر دیا۔ شیخ بڈھا ان سے متاثر ہوئے، اور ایک تحریر میں ان کی تکفیر کو ناجائز قرار دیا۔ لیکن انہوں نے سمجھا یا کہ مخدوم الملک کے خلاف رائے دینا مناسب نہیں۔ اگر اس نے بادشاہ سے کہہ کر اس رائے کی مزید تحقیق کے لیے آگرہ بلایا، تو پیرانہ سالی میں بہار سے آگرہ تک کا سفر کرنا پڑیگا۔ شیخ بڈھا کا دینی جذبہ مصلحت اندیشی سے شکست کھا گیا۔ دنیا پرستی نے ضمیر کی آواز کو خاموش کر دیا اور انہوں نے دوسرے اسل بھیجا اور لکھا کہ مخدوم الملک علماء محققین میں سے ہیں، ان کا فتویٰ اپنی جگہ اٹل ہے۔ اب سلیم شاہ نے بھی مجبور ہو کر معاملہ مخدوم الملک کے سپرد کر دیا، مخدوم الملک نے حکم دیا کہ ان کے

کوڑے لگائے جائیں۔ شیخ علانی طویل سفر کی تکالیف اٹھا کر خستہ جان ہو چکے تھے، گلے میں ایک بڑا زخم تھا۔ تیسرے کوڑے میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔
 یہ ایک واقعہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی پیدائش کے وقت کے عام مذہبی ماحول کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ سلیم شاہ۔ شیخ علانی۔ مخدوم الملک۔ شیخ بڑھا۔ یہ محض چار شخصیتیں نہیں۔ یہ چار عناصر ہیں، چار تحریکیں ہیں، چار رجحانات ہیں جنہوں نے آئندہ سالوں میں ہندوستان کے سماجی، اور دینی ماحول کو بنانے اور بگاڑنے کا کام انجام دیا۔ ان حالات گرد و پیش میں پیدا ہونے والے انسان کو اپنی شاہراہ عمل متعین کرنے میں خن مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا، ان کی تفصیل آئندہ صفحات میں نظر سے گزرے گی۔

حرم ۱۹۵۵ء۔ اسلامی ہند کی تاریخ میں ایک اہم مہینہ ہے۔ اسی مہینے میں شیخ عبدالحق محدثؒ پیدا ہوئے، اور اسی مہینے میں ابوالفضل۔ موخر الذکر نے اسلامی شعائر کی تضحیک و توہین میں وقت صرف کیا، تو اول الذکر نے احیاء شریعت اور قیام امر بالمعروف میں اپنی ساری زندگی گزار دی۔ ایک سے ”دین الہی“ نے تقویت پائی، دوسرے سے ”دین محمدی“ کو عروج ہوا۔

باپ کے آغوش میں | شیخ محدثؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور خیالات کے نشوونما میں ان کے والد ماجد کا خاص حصہ تھا۔ ایام طفلی ہی سے انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف توجہ کی تھی شیخ محدثؒ کا بیان ہے کہ

”شب و روز در کنار محبت و جواریت ایشاں رات دن میں اُن کی آغوش عاطفت میں تربیت می یافتہ ہوں۔ تربیت حاصل کرتا تھا۔“

تین چار سال کا بچہ دیکھے اور باپ کا یہ ذوق و شوق کہ شب و روز آغوش میں لیے اس کی تربیت میں مشغول ہے۔ اور برسوں کی ریاضت نے جو ذہنی اور قلبی کیفیات اس میں پیدا

کردی ہیں اُن کو قتل کرنے کے لیے بے چین ہے۔ مسئلہ وحدت الوجود کے اسرار سے اس بچہ کو آشنا کرنا چاہتا ہے۔ جب کوئی نکتہ بچے کی سمجھ میں نہیں آتا تو تجربہ کار باپ یہ کہہ کر تسلی کرتا ہے:

”اِنْ شَاءَ اللہ رفتہ رفتہ پردہ از روئے کار ان شَاءَ اللہ رفتہ رفتہ حقیقت کے چہرے سے

بکشايد و جمال یقین روئے نماید“ لے پردہ اٹھایگا اور جمال یقین نظر آئیگا۔

لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کرتا ہے:

”لیکن باید کہ دایم دریں خیال باشند و لیکن یہ ضروری ہے کہ ہمیشہ اسی خیال میں

ہر مقدار کہ دست دہد سعی کنید.... لے رہو اور جس قدر ممکن ہو کوشش کرتے رہو۔

لنگ و لوک و خفہ شکل و بے ادب

سوئے آدمی خیز و اور آدمی طلب!

ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ بچے کی تربیت اس وقت سے ہونی چاہیے جب وہ شکاری کے جواب میں مسکرانا شروع کر دے۔ شیخ سیف الدینؒ اسی اصول کے قائل تھے۔ اُن کے تعلیمی نظریات بہت بلند تھے تعلیم کا مقصد اُن کے نزدیک صرف ذہن ہی کی جلائی تھی، بلکہ اُس سے دلی اور روحانی قوی کی شگفتگی بھی منظور تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ”حکمتِ زندگی“ سینا و فارابی کی کتابوں سے نہیں سیکھی جاسکتی۔ اس لیے چاہتے تھے کہ اپنے دل کی وہ بے چین ڈھکنیں جن میں زندگی کا راز مضمر تھا، اپنے بیٹے کے سینے میں منتقل کر دیں۔ اس زمانہ کی پوری کیفیت شیخ محدث کی ربانی سُنئے :-

”اسی زمانہ طفلی میں انہوں نے مجھے حضرات صوفیہ کے اقوال بتائے اور شفقت ظاہری

کے ساتھ باطنی تربیت کا برابر خیال رکھا۔ میں بھی بہ تقاضائے فطرت اُن اقوال کا دلدادہ

تھا۔ جب وہ ذرا خاموش ہوتے میں کچھ دیر کے لیے اپنے آپ کو بھول جاتا اور واقفانِ اسرار

کی طرح ان حقائق کو دوبارہ بیان کرنے کی استدعا کرتا۔ ان میں سے بعض باتیں اپنی خصوصیت

کے ساتھ ابھی تک حافظے میں محفوظ ہیں۔ یہ امر بہت غیر معمولی ہے۔ اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ فقیر کو اپنے دودھ پھٹنے کا زمانہ جبکہ عمر دو یا ڈھائی سال کی ہوگی ایسا یاد کرے کہ گل کی بات۔ اسی زمانہ میں جب کہ والد کی تربیت و عنایت کا فیض جاری تھا میں تحصیل علم کر چکا تھا اور ان کی خدمت میں علمی بحث و تکرار میں مصروف رہتا تھا۔ اسی شغل میں راتیں گزر جاتی تھیں۔ والد ماجد فقیر کو خصوصاً تلقینِ علم توحید اور تحقیقِ مسئلہ وحدت وجود میں شرفِ مکالت عطا کرتے اور خوش ہوتے تھے۔

شیخ محدث کے والد ماجد نے ان کو بعض ایسی ہدایتیں کی تھیں جن پر شیخ تمام عمر عمل پیرا رہا۔ اور جو آج بھی اُن کی خاص شان اور مخصوص روایات کا ایک اہم حصہ سمجھی جاتی ہیں۔ شیخ سیف الدین نے اپنے دامانے کے علماء کی بے راہ روی و کج بحثی اور گمراہی کا خوب مشاہدہ کیا تھا۔ اس لیے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی:

”باید کہ پہلے کس درجہ علم نزاع کنی۔ وہ چاہیے کہ کسی سے علمی بحث میں جھگڑانہ کر دو اور کلفتِ زسانی۔ اگر دانی کہ حق بجانب دیگر تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر یہ سمجھو کہ دوسرا حق بجانب است قبول کنی، و اگر نہ دوسرا ملو، اگر قبول نہ کرو تو اس کی بات مان لو۔ اور اگر ایسا نہیں ہو نکتہ ملو کہ بندہ راجح معلوم است۔ آں تو اس کو دو تین بار سمجھا دو۔ اگر نہ ملے تو کو نوع نیز تواند بود کہ شامی گوید۔ نزاع ہائے کبھی تو یہی معلوم ہے ممکن ہے کہ جیسا تم کہتے ہو چیت“

فرمایا کرتے تھے کہ علمی بحث میں جو جنگ کی جاتی ہے وہ صرف اپنے نفس کے واسطے ہوتی ہے۔ یہ لا حاصل چیز ہے، اس سے منافرت اور مخالفت کے سوت اُبل پڑتے ہیں۔ علمی مسائل میں محبت و الفت سے تبادلہ خیالات ہونا چاہیے کہ

این کار محبت است، آزا کہ محبت نباشد چہ کار کند؟ یہ محبت کا معاملہ ہے جس میں محبت نہیں وہ کیا کرے گا

شیخ سیف الدینؒ کی ان نصیحتوں کو شیخ محدثؒ کے دماغ کے ہر رگ و ریشے نے قبول کیا۔ اور وہ ان کی زندگی جزو بن گئیں۔ اکبری دور میں بحث و مباحثہ، تکفیر و تضلیل کے کیسے کیسے ہنگامے برپا ہوئے، لیکن شیخ محدثؒ نے اپنے مسلک سے کبھی سرمو اخراج نہیں کیا۔ ان کی زندگی کی بنیاد کچھ ان اصولوں پر رکھی گئی تھی۔

تے پیدا کن از مشیتِ غلبے تے محکم تراز سنگیں حصارے
درون اودے درد آشنایے چو جوئے در کنار کوہ سارے

شیخ سیف الدینؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے دل میں صرف حصول علم کی لگن ہی پیدا نہیں کی بلکہ اس کے ذہن میں علم کے متعلق صحیح نظریے بھی قائم کر دیے۔

ابتدائی تعلیم | شیخ محدثؒ کو ابتدائی تعلیم خود ان کے والد ماجد ہی لے دی تھی۔ سب سے پہلے قرآن پاک شروع کرایا اور وہ بھی نئے انداز سے۔ شیخ محدثؒ نے ابھی قواعد تہجی بھی نہیں سیکھے تھے کہ ان کے والد ماجد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ قرآن پاک کی کچھ سورتیں لکھ کر ان کو یاد کرنے کے لیے دے دیتے تھے۔ اسی طرح دو تین مہینے میں پورا کلام پاک ختم ہو گیا۔ خود شیخ محدثؒ فرماتے ہیں:

”اول از قرآن مجید ہے سابقہ تعلیم قواعد تہجی کہ
اطفال خواند، دوسرے جزو بلکہ کم تر.... تعلیم
فرمودند۔ سبق در سبق ایشان می نوشتند و من
می خواندم، از قرآن ہمیں مقدار تعلیم کردہ ام،
بعد ازاں از اثر تربیت و شفقت ایشان
چنان قوت ہم رسید کہ ہر روز قدرے از
قرآن می خواندم و ہر مقدار کہ می خواندم پیش
ایشان می گذرانیدم۔ در دوسرے ماہ قرآن
سب سے پہلے قرآن مجید ہے سابقہ تعلیم قواعد تہجی کہ
حسن طرح لڑکوں کو عموماً پڑھایا جاتا ہے، دو تین جزو
بلکہ اس سے کم تعلیم فرماتے تھے۔ وہ سبق لکھتے تھے
میں پڑھتا تھا۔ قرآن کی یہی مقدار میں نے ان سے
سبقاً پڑھی ہے۔ اس کے بعد ان کی تربیت و
شفقت کے اثر سے ایسی قوت ہم پہنچی کہ ہر روز
تھوڑا سا قرآن پڑھنے لگا۔ اور جتنا پڑھتا تھا ان کو
سنادیتا تھا۔ فرماں دو تین مہینے میں قرآن شریف

ختم کردم" ۛ

ختم کر لیا۔

اس کے بعد لکھنے کی طرف توجہ کی اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں لکھنا سیکھ لیا۔

"در اندک مدت، شاید اگر مقدار یک ماہ تھیں تھوڑی ہی مدت میں، اگر ایک ہفتہ کہوں تو

کم دروغ نگفتہ باشیم، کتابت و سلیقہ انشاء جھوٹ نہ ہوگا، کتابت اور انشاء کا سلیقہ

پیدا شد" ۛ

پیدا ہو گیا۔

اتنے کم عرصہ میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لینا، شیخ کی غیر معمولی ذہانت کا کرشمہ ہے۔ شیخ محدثؒ نے اپنی اس کامیابی کا اصلی سبب اپنے والد کو قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ہرچہ هست اثر توجہ و غایت ایشاں است" جو کچھ بھی ہے وہ ان کی توجہ اور غایت کا اثر ہے

شیخ سیف الدینؒ نے اپنے فرزند کی تعلیم میں اس زمانہ کے مروجہ نصاب یا طریقہ تعلیم کی

پابندی نہیں کی۔ بلکہ ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر جس کتاب کو مناسب سمجھا پڑھا دیا۔

اس زمانہ میں نظم کی بہت سی کتابیں نصاب میں شامل تھیں اور ان کا پڑھنا ابتدائی تعلیم

کا لازمی جزو سمجھا جاتا تھا شیخ سیف الدینؒ نے اپنے بیٹے کو بوستان اور دیوان حافظ کے چند

جزو کے علاوہ نظم کی کوئی کتاب نہیں پڑھائی۔ قرآن پاک کے بعد میزان شروع کر دی۔ اور مصباح

اور کافیہ تک خود تعلیم دی۔ شیخ محدثؒ کا بیان ہے

"ابن کتابہائے نظم و اشعار کہ تعلیم آن متعارف اور نظم کی ان کتابوں میں سے جو اس ملک میں

ایں دیار است، شاید کہ چند جزو از بوستان مروج ہیں، شاید گلستان بوستان کے چند جزو

و گلستان و دیوان خواجه حافظ تعلیم کردہ باشد اور دیوان حافظ پڑھایا ہو۔ اور لو کہیں ہی سے

وہم از ابتدائے حالت صغریٰ بعد از ختم قرآن قرآن پاک ختم کرنے کے بعد میزان الصرف سے

میزان الصرف یاد دادند۔ تا مصباح و کافیہ سے مصباح و کافیہ تک خود تعلیم دی۔

خود تعلیم فرمودند" ۛ

پڑھانے وقت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان شاء اللہ تو جلد عالم بن جائیگا۔

”ان شاء اللہ تو زود دانشمند شوی“

شیخ سیف الدینؒ اپنے بیٹے کی تعلیم خود اپنی نگرانی میں مکمل کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ وہ اپنے جگر گوشہ کے سینہ میں وہ تمام علوم منتقل کر دیں جو انہوں نے عمر بھر کے ریاض کے بعد حاصل کیے تھے لیکن یہ اُن کی پیرائہ سالی کا زمانہ تھا۔ اس لیے سخت مجبور بھی تھے۔ کبھی کتابوں کا شمار کرتے اور حسرت کے ساتھ کہتے کہ یہ اور پڑھالوں پھر فرماتے

”مرا حظ غیب دست دہ بہ تصور آنکہ حق تھا مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے جس وقت یہ تصور کرتا ہوں

ترا بچائے کہ من خیال کردہ ام برساند“ کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اس کمال تک پہنچائے کہ جو میں نے

خیال کیا ہے۔

شیخ محدثؒ خود بے حد ذہین تھے۔ طلب علم کا سچا جذبہ تھا۔ جس علم کی طرف توجہ کرتے، پانی ہو جاتا بڑھا باپ، بیٹے کی ذہانت اور سعی بہیم سے خوش ہوتا اور اس کے شاندار علمی مستقبل کے لگنے ذہن میں جھامتا رہتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ شیخ محدثؒ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”یاد دارم کہ روزے در ملازمت ایشاں تقریر بعضے سخنان علمی می کردند، و ایشاں بجانب بند ناظر بودند۔ و ایشاں سخن را علالتی در گرفت، و فرما دند در گریہ کردند۔ و ہم در آن حالت

(حاشیہ صفحہ ۳۲) ۱۹۰۶ء سے ہندوستان کے نصاب میں یہ ہی کتابیں شامل تھیں۔ عباس شیردانی شیرشاہ کی تعلیم کے متعلق تاریخ شیرشاہی میں لکھا ہے:

”فردیہ تحصیل علوم عربیہ مشغول شد۔ کافہ بحواشی قاضی شہاب الدین خوب طریق بخواند، و علوم دیگر نیز تحصیل کرد و گلستان و بوستان و سکندر نامہ و غیر ہم بخواند“ (قلمی نسخہ)

اس زمانہ کے نصاب تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات درکار ہوں تو مولانا حکیم عبدالحی مرحوم کا مضمون ”ہندوستان کا نصاب درس“ (الندوہ۔ فروری ۱۹۱۱ء) ملاحظہ کرنا چاہیے۔ نیز ڈاکٹر صفوی کی کتاب المنہاج بھی اس موضوع پر کافی دل چسپ ہے۔

(Al-Minhaj Dr. G. M. D. Safi, Lahore 1941)

(نوٹ صفحہ ۱۲) ۱۵ اخبار الاخبار۔ ص ۳۰۱۔

ہر دست بردارے فقیر پر آوردند، دعا کردند، و بعد از فرود آمدن آن حالت فرمودند کہ مارا از مشاہدہ
 شہابی دست داد و نورے مشہود شد کہ تعبیر از کیفیت آن ممکن نہ شد خداوند کہ آن چہ حالت بود
 بارہ تیرہ برس کی عمر میں شرح شمسیہ اور شرح عقائد پڑھ لی۔ پندرہ سولہ برس کی عمر ہوگی کہ
 مختصر و مطول سے فارغ ہو گئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم عقلی و نقلی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا
 جس کی سیر نہ کر چکے ہوں۔ اس زمانہ کی پوری روئداد خود ان کی زبانی سننے کے قابل ہے۔ فرماتے
 ہیں :-

”اور یہ بھی فرماتے تھے اپنے والد کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ہر ایک علم میں سے مختصر پڑھ لو گے
 تو تم کو کافی ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد برکت اور سعادت کے دروازے تم پر کھل جائیں گے
 اور تمہیں سارے علوم پر تکلف حاصل ہو جائیں گے۔ ان کے اس ارشاد پاک نے یہ اثر کیا کہ تحصیل
 علوم میں مجھ کو ایسی سرعت حاصل ہوئی کہ جس کٹے زمانہ اور طے مکان کہتے ہیں ہر علم حاصل
 ہو گیا۔ یعنی مختصرات نحو مثل کا فیہ و لب و ارشاد وغیرہ شاید ایک ایک جزو بلکہ زیادہ یاد کرتا تھا
 اور اتمام تحصیل علم کے لیے اس قدر بچپنی بچتی کہ اگر کوئی جزو ان مختصرات کا صحیح اور محشی مل جاتا تھا
 تو اس کو خود مطالعہ کر لیتا۔ حاجت استاد سے پڑھنے یا دریافت کرنے کی نہ ہوتی۔ اگر بحث
 آسان ہوتی یا مضمون سے پہلے سے واقفیت ہوتی تو میرا فکر اس کو قبول نہ کرتا۔ خدا جانے
 کہ ان دنوں میں کیا سمجھتا تھا اور کیا دیکھتا تھا لیکن ہر کتاب کے متن اور حاشیے اور ان کے الفاظ
 سے پورا فائدہ حاصل کرتا تھا۔ اور جو کتاب میرے ہاتھ آتی یا جو کسی کتاب کا ملنا، خواہ میرے
 پڑھے ہوئے ہوتے یا نہ ہوتے اُس کو اول سے آخر تک دیکھنا اپنے اوپر واجب کر لیتا تھا۔ اور میں
 اس امر کا مقید نہ تھا کہ شروع یا خاتمہ کتاب ملے تو دیکھوں۔ میری نظر تحصیل علم پر تھی۔ خواہ کسی
 طرح پر ہوئے۔“

اس زمانہ میں تحصیل علم سے اُن کا مقصد کیا تھا؟ اخبار الاخبار میں انہوں نے طالب علمی

کے زمانہ کے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے جس سے اُن کے مقاصد اور رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔
ایک دن اُن کے کچھ ساتھی اس بات پر گفتگو کر رہے تھے کہ حصول علم سے اُن کا کیا مقصد ہے۔
کسی نے کہا کہ معرفت الہی کی غرض سے علم حاصل کرتا ہوں کسی نے کہا دنیوی مشکلات کو حل
کرنے کے لیے۔ شیخ محدث کی باری آئی تو انہوں نے جواب دیا:

”من اصلانہ انم کہ تحصیل علم معرفت الہی
مرتب شود یا اسباب طاہی مرا بالفعل خود
شوق این ست کہ بارے بدائم کہ چندین عقلا
دعلا گذشتہ مانند چہ گفتہ اند و در کشف حقیقت
معلومات سائل چہ در ہا سفتہ اند تا بعد از
حصول کن چہ حالت دست دہد بحفظ نفس
بر دیا بخت مولی یا تحصیل دنیا کشد یا طلب
عقبی؟“ ۱۵

میں بالکل نہیں جانتا کہ تحصیل علم سے معرفت
الہی حاصل ہو یا اسباب لبو۔ بالفعل مجھے
یہ شوق ہے کہ معلوم کروں کہ اتنے عقلا اور
علما جو گزرے ہیں کیا کہتے ہیں اور کشف
حقیقت معلومات میں کس قدر موتی پر دیے
ہیں۔ اور اس کے حاصل کرنے کے بعد کیا
حالت ہوتی یعنی حفظ نفس کی طرف گئے یا
بخت مولی یا تحصیل دنیا یا طلب عقبی کی طرف۔

باب چہارم

شیخ محدث طالب علم کی حیثیت سے

شیخ محدث نے اپنے بڑھاپے میں نواب مرتضیٰ خاں، شیخ فرید کو ایک خط میں طلب صادق کی نوعیت بتائی تھی کہ

”ہر دمے کہ زندہ ہر قدمے کہ نہ حصول مطلوب انسان جو سانس لے ادا جو قدم رکھے اس میں حضور محبوب پیش قدم دار رہے ہمیشہ حصول مطلوب اور حضور محبوب پیش نظر رہے

طالب علمی کے زمانہ میں خود ان کا یہی حال تھا۔ دن اور رات اسی میں غرق رہتے تھے حصول علم کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ زندگی اور اس کی ساری دیکھپیاں سمٹ کر اسی میں آگئی تھیں۔ خود لکھتے ہیں۔

”از ابتدائے ایام طفولیت بنی دانم کہ بازی بچپن سے (میرا یہ حال ہو کہ) مجھے یہ نہیں معلوم کہ ہمیت، و خواب کدام مصاحبت کیست کمال کو دیکھا ہو۔ خواب مصاحبت، آرام اور آسائش و آرام چه دو آسائش کو دیکھا ہے کے یہ معنی ہیں میں نہیں جانتا کہ سیر کسی ہوتی ہو۔

شب خواب چه و سکون کدامست

خود خواب بے اشقاں حرامست!

ہرگز در شوق کسب و کار طعام بوقت غمزدہ تحصیل علم میں مشغولیت کی بنا پر کھانا کبھی بوقت و خواب در محل نہ رہے! نہیں کھایا اور نیند بھر کر نہیں سویا۔

لے المکاتیب والرسائل۔ ص ۷۴۔ لے اخبارالاخبار۔ ص ۳۰۲

جس محنت و مشقت اور جاندہی کے ساتھ انہوں نے علم حاصل کیا تھا، اُس کی مثال اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ ابو الفضل نے اگر رات کو پڑھتے پڑھتے اپنے دماغ میں خشکی پیدا کر لی تھی تو شیخ محدثؒ نے بار بار مطالعہ کی مشغولیت میں اپنے بالوں اور عمامہ کو چراغ سے جلایا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ آگ لگنے کی خبر تک بھی نہیں ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

چہ دود ہائے چراغ کہ درد باغ زلفت کد ام بادہ محنت کہ دریا باغ زلفت
کدام خواب و چہ آسائش دلجا آرام چہ خار خار کہ در بستر فراغ زلفت
بکرم ز دل خود کہ عمر زلفت دے ز کج غمکہ ہرگز بہ صحن باغ زلفت

شیخ محدثؒ نے صبح سے رات تک کا اپنا پورا پروگرام بتایا ہے حقیقت یہ ہے کہ علمی دنیا کی صدر نشینی کے لیے جس ریاض کی ضرورت تھی، اُس میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی تھی بچپن سے انہیں اس بات کا احساس تھا کہ ۶ جنت تری نہاں ہر تے خون جگر میں۔ اس لیے انہوں نے تحصیل علم میں اپنے خون کا پانی کر دیا۔ طلوع آفتاب سے قبل وہ مدرسہ کو روانہ ہو جاتے تھے۔ مدرسہ مکان سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ دوپہر کو کھانا کھانے تھوڑی دیر کے لیے گھبراتے اس کے بعد پھر مدرسہ جا کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ چھ میل کی مسافت طے کر چکنے کے بعد بھی ان کو تھکن محسوس نہ ہوتی تھی اور وہ پورے ذوق و انہماک کے ساتھ رات تک مدرسہ میں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ رات کو جب گھر واپس آتے تو آرام کرنے کے بجائے پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتے والدین اُن کی اس محنت اور مصروفیت سے بہت پریشان ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کبھی کبھی آرام بھی کرنا چاہیے لیکن اُن پر تحصیل علم کا ایک نشہ سا تھا۔ وہ سب کی نصیحتیں سننے سے تھوڑے لیکن کچھ مجبور سے تھے مفصل کیفیت خود اُن کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:-

”ہر روز باوجود غلبہ برودت ہوائے زمستان و میں ہاڑے کی ٹھنڈی ہوا اور گرمی کے جھلسنا نہ دلو

نہ کہتا ہے۔ دو چراغ خورہ شبہ آورہ آم پرورہ پڑ معذورم ار نما نہ دماغ مرا تری
نہ اخبار لاخبر۔ ص ۳۰۳۔

شدت حرارت تابستان دوبارہ بمدرسہ دہلی
 کہ شاید از منزل مابعد و میل داشتہ باشد
 میل می کردم۔ در میان روز ادنی وقفہ در غریبانہ
 بسبب تناول چند لقمہ کہ سبب عادی قوام
 حرکت ارادی است واقع می شد۔۔۔۔۔
 دائم پدر و مادر من در پے آں بودند کہ یکدم
 بکودکان محلہ بازی کنم یا شب بوقت متعارف
 پادراز کشم۔ من می گفتم کہ آخر غرض از بازی
 خاطر خوش کردنت و مرا خاطر بہ ہیں خوش
 است کہ چپے بخوانم یا مشتے کنم، بر عکس آنکہ
 پدران و مادران اطفال را بر خواندن و بکتاب
 رفتن دجہر کنند و عتاب نمایند مراد بجانب
 دیگر بیا لغہ خطاب می کردند۔ گلہ ہے در اثنا
 مطالعہ کہ از نیم شب در می گذشت، والدہ
 قدس سرہ مرا فریاد می زد کہ بابا! چہ می کنی،
 من فی الحال درازی کشیدم تا در مرغ واقع
 نشود و می گفتم کہ غفہ ام چہ می فرماید باز بر
 می نشستم و مشغول می شدم۔ ۱۵
 شاہ صاحب کے زمانہ میں تحصیل علم کا کام صرف خواندن پر ہی ختم نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اُس
 کے اور مراحل بھی تھے۔

بھونکوں میں ہر روز دوبارہ دہلی کے مدرسہ میں جاتا
 تھا جو پہلے مکان سے تقریباً دو میل کے فاصلہ
 پر ہوگا۔ دوپہر کو کھوڑی دیر گھر بھر کر چند لقمے ضرورتاً
 کھا لیتا۔۔۔۔۔ میرے والدین ہر چند
 کہتے تھے کہ کھوڑی دیر کے لیے محلہ کے لڑکوں
 کے ساتھ کھیل لو اور وقت پر سوجاؤ میں کہتا
 تھا کہ آخر کھیلنے سے مقصد دل کا خوش کرنا ہی
 تو ہے۔ میری طبیعت اسی سے خوش معنی
 ہے کہ کچھ پڑھوں یا لکھوں۔ عام طور پر ماں
 باپ بچوں کو پڑھنے اور کتاب جانے کی تاکید
 اور تنبیہ کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس
 مجھے کھیل کود کی ترغیب دیتے تھے کبھی مطالعہ
 کے دوران میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدھی رات
 گزر گئی ہے۔ میرے والد نے مجھ سے فریاد کی
 ہے کہ بابا! کیا کرتے ہو۔ میں سُنتے ہی فوراً
 لیٹ جاتا کہ جھوٹ واقع نہ ہو اور کتنا کہ میں
 سوتا ہوں۔ آپ کیا فرماتے ہیں! جب وہ
 مطمئن ہو جاتے تو پھر اٹھ بیٹھا اور مشغول ہو جاتا۔

(۱) مطالعہ (۲) بحث و تکرار (۳) کتابت

ان منزلوں سے گزر کر سبق جس قدر پختہ ہو جاتا تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ طالب علم کے دل و دماغ کا رگ و ریشہ اس تعلیم سے متاثر ہوتا تھا اور اس کا قصبر علم آج کل کی طرح نقش بر آب نہیں، بلکہ آہنی ستونوں پر کھڑا ہوتا تھا۔ شاہ صاحب مطالعہ و بحث و تکرار میں مستقل مشغولیت کے باوجود کتابت کے لیے وقت ضرور نکال لیتے تھے۔ فرماتے ہیں :-

”وغیب تر آنکہ باوجود احاطہ اوقات و شمول
ساعات بمطالعہ و تذکار و بحث و تکرار ہرچہ
از کتب خواندہ می شد بلکہ رائے آن از شرح
و حواشی در نظر می آمد تعقید آن بہ کتابت از
ضروریات وقت می دانستم، اکثرے از شب
و پارہ از روز بہ مطالعہ می گذشت و پارہ از
شب و اکثرے از روز بہ کتابت می رفت“
۱۰

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ باوجود مطالعہ
تذکرہ اور بحث و تکرار میں بیشتر وقت منہمک
رہنے کے، جو کتابیں پڑھتا تھا بلکہ اُن کے
علاوہ شرح و حواشی بھی جو نظر سے گزرتے
تھے ان کے لیے بھی، لکھنے کی مشق کو ضرورتاً
وقت میں سے شمار کرتا تھا۔ رات کا زیادہ حصہ
اور تھوڑا حصہ دن کا مطالعہ میں گزرتا تھا۔
اور تھوڑا حصہ رات کا اور زیادہ حصہ دن کا لکھنے

میں صرف ہوتا تھا۔

یہ تھا اس شخص کی طالب علمی کا زمانہ جس نے سترہویں صدی میں احیاء علوم الدین کی شاندار
خدمت انجام دی! **حفظ کلام پاک** | شیخ محدث نے ابتدائی زمانہ میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس
کام میں اُن کو سال، سو سال محنت کرنی پڑی تھی۔ خود فرماتے ہیں :

”بعد ازاں بہ حفظ قرآن مجید نیز موفق شدم و اس کے بعد قرآن مجید کے حفظ کرنے کی توفیق

۱۰ اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۲

در کف حفظ در آدم و در مدت یک سال اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور میں نے ایک چیز سے این نعمت را بہت آوردم سال اور کچھ دنوں میں اس نعمت کو حاصل کر لیا۔

دانشمندان ماوراء النہر سے تلمذ | عربی میں کامل دستگاہ اور علم کلام و منطق پر پورا عبور حاصل کرنے کے بعد شیخ محدثؒ نے ”دانشمندان ماوراء النہر“ سے اکتساب علم کیا۔ شیخؒ نے ان بزرگوں کے نام نہیں بتائے۔ بہر حال ان علوم کے حصول میں بھی ان کی مشغولیت اور انہماک کا وہی عالم رہا کہ رات اور دن کے کسی حصہ میں فرصت نہ ملتی تھی۔ اخبار الاخیار کی تصنیف کے وقت نہایت حسرت سے اُن کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں :-

”اگر آں قدر ذوق و شوق در طلب مولیٰ و اگر اس قدر ذوق و شوق کا اظہار ریاضت اور

ریاضت باطنی بود تا کار کجای کشید“ طلب مولیٰ میں ہوتا تو میں کیا کیا حاصل کر لیتا!

شیخ محدثؒ نے بڑی رسا طبیعت پائی تھی جس علم کی طرف متوجہ ہوتے تھے اپنی محنت اور ذہانت سے اس میں کمال حاصل کر لیتے تھے۔ چنانچہ علم کلام اور فلسفہ میں بھی ایسا درک پیدا کر لیا کہ اُن کے استاد بھی اُن کے کمالات کی تعریف کرنے لگے۔ صدیہ ہے کہ انہوں نے اپنے ذہین شاگرد سے اس کا اعتراف کیا :

”مارا از تو مستفیدیم و مارا بر تو فتنے نیست“ ہم تجھ سے مستفید ہیں ہمارا تجھ پر کوئی احسان نہیں۔

عبادت و ریاضت کی ابتدا | اقبالؒ نے کہا ہے :

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

شیخ محدثؒ نے ”پاکی عقل و خرد“ کے ساتھ ساتھ ”عفتِ قلب و نگاہ“ کا بھی پورا پورا خیال رکھا۔ بچپن سے اُن کو عبادت و ریاضت میں دلچسپی تھی۔ اُن کے والد ماجد نے ہدایت کی تھی۔

”ملائے خشک و ناہموار نباشی!“

۱۔ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۱-۳۰۲۔ ۲۔ ایضاً۔ ص ۳۰۲۔ ۳۔ ایضاً۔ ص ۳۰۲۔

۴۔ ایضاً۔ ص ۳۰۳۔

چنانچہ ٹرکھان کے ایک ہاتھ میں "جام شریعت" رہا۔ دوسرے میں سندانِ عشق۔ عشقِ الہی کی لگن تو ان کا خاندانی ورثہ تھی شیخ سیف الدین نے ان میں عشقِ حقیقی کے وہ جذبات پھونک دیے تھے جو آخر عمر تک انکے قلب و جگر کو گرجاتے رہے۔

ابتدائی زمانہ میں ان کا معمول تھا کہ وہ رات میں بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ لکھتے ہیں۔

"و باوجود شوق و شغف تحصیل و کراۓ علم در تحصیل علم میں اس قدر انہماک اور مشغولیت کے کثرت صلوٰۃ و اوراد و شب خیزی و مناجات باوجود اس زمانہ طفلی میں نماز اوراد و شب خیزی اور ہم دران طفولیت بوجہ رمی آمد" مناجات کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔

اس زمانہ میں جس ذوق و شوق کے ساتھ وہ دعائیں مانگا کرتے تھے، اس کے تصور سے پیرائے سال میں اس کے کام و دہن لطف اندوز ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں:

ہنوز ذوق آن بسا و اوقات در کام وقت پیدا است

اس زمانہ میں شیخ محدث کو علماء و مشائخ کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے مستفید ہونے کا بڑا شوق تھا۔ اپنے مذہبی جذبات اور خلوص نیت کے باعث وہ ان بزرگوں کے لطف و کرم کا مرکز بن جاتے تھے۔ شیخ اسحاق (المتوفی ۹۸۹ھ) سمرقند کے مشہور بزرگ تھے اور طمان کو چھوڑ کر دہلی میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ بہت کم کسی سے بات کرتے تھے لیکن جب شیخ محدث ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بے حد التفات و کرم فرمایا، اور

"بفقر سخناں بسیار کردہ"

باب پنجم تکمیل علم کے بعد

باز گلبنگ پریشاں می زخم آتش در عنذلیباں می زخم
مجلہ گل بہرمن کردند و من سر بدیوار گلستاں می زخم

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تکمیل علم بہت کم عمر میں کر لی تھی اس کے بعد ۹۹۶ھ تک (جب کہ وہ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے) وہ کیا کرتے رہے؟ — اس کا کچھ پتہ ان کی تصانیف سے نہیں چلتا۔ عبدالحق لاہوری کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد (یعنی حج بیت اللہ کو روانگی سے قبل) انہوں نے درس و تدریس کا کام شروع کر دیا تھا — لکھا ہے :

”چون سنین عمرش بعشرین رسید از پای تحصیل جب ان کی عمر بیس سال کی ہوئی تو تکمیل علم کے بعد
بدرجہ تدریس برآمد و چندے ہنگامہ افادہ گرم درس و تدریس کا مشغل اختیار کیا۔ اور کچھ دنوں یہ
داشتہ پائے طلب بادیہ پیمانی سفر عجاز گردید“ مشغلہ جاری رکھنے کے بعد عازم حجاز ہوئے۔
اخبار لاہیاریں اپنی تعلیم کا ذکر کرنے کے بعد ایک دم سے یہ کہنے لگتے ہیں :—
”چارہ گر بیچارگاں و ماہ نمائے آوارگاں مرا بے بسوں کے مددگار اور پریشاں حال لوگوں
بجانب خود طلبہ و من بے خانساں را کے راہ نمائے مجھے اپنی طرف بلا لیا اور مجھ

۱۰ بادشاہ نامہ حصہ دوم : ص ۲۴۱-۲۴۲۔

محمد صالح کنبو نے شاہ جہاں نامہ (جلد سوم ص ۳۸۳) میں بھی یہی لکھا ہے : ”روزے بتدریس تعلیم گزرا نید“ اس کے بعد ”معنی توحید بر لوح دل بوزنگا ہتہ بہ عزم کو بہ سفینہ شست“

سلسلہ شوق در گردن انگذہ بسوئے خانہ خود بے خانہاں کی گردن میں زنجیر شوق ڈال کر اپنے گھر
کشید و من نامراد را بہ منزل مراد رسانید یعنی کی طرف کیجیج لیا اور مجھ نامراد کو منزل مراد تک پہنچا
بدرگاہ حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم جائز داد دیا یعنی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ میں
بجھے جگہ دی۔

زاد المتقین میں لکھتے ہیں :-

”در سنہ ست و تسعين و تسع مائے جاذب از غیب ۹۹۶ھ میں جذبہ غیب سے پیدا ہو گیا۔ موردل
در رسید و وحشت در دل پیدا آمد۔ چارہ نلذ پر وحشت طاری ہوئی۔ دیوانگی کی حالت میں سفر
جز دیوانگی کردن و زاد بہمت بخیاں مفرستین“ کا ارادہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔
آخرہ ہندوستان میں اپنے آپ کو ”بے خانہاں“ کیوں سمجھتے تھے؟ اور وہ ”وحشت“ جس کا ذکر
انہوں نے زاد المتقین میں کیا ہے اُن کو ہندوستان میں کیوں محسوس ہونے لگی تھی؟
شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے اس وحشت کا سبب اس طرح بیان کیا:
”یاسیدی! انا امرء نشأت من زمان یاسیدی! میں وہ شخص ہوں جو بچپن ہی سے تحصیل
صغری فی الرياضة للتعلم والتعبید لہ علم اور عبادت گزاری کی محنت اور ریاضت
اعتد بصحبۃ الناس والاخلاق معهم میں پلائے ہیں کبھی عام لوگوں کی صحبت اور
والدخول فیہم ولما حصل لی بفضل اللہ طرف صالح من ذلک وقضیت
طری وحاجتی مما ہنالک دعائی بعض اہل الحقوق الی الخروج الی
ارباب الدنیا فادرکت سلطان الوقت والامواء فاعتنوا بشائی رفعوا
بیل جول کو خاطر میں نہیں لایا۔ اور جب اللہ کے کرم سے مجھے (علم کا) اچھا خاصہ حصہ مل گیا،
اور میں نے اپنی ضروریات یہاں کی چیزوں سے پوری کر لیں تو بعض اہل حقوق نے مجھے دنیا دار
لوگوں کی طرف بلایا۔ چنانچہ میں بادشاہ وقت اور امراء کے پاس گیا۔ انہوں نے میری طرف

لہ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۳

ثم زاد المتقین (قلمی نسخہ)

مکانی وارادوان یکثروابی سوادهم بہت توجہ کی، میرا رتبہ بلند کیا اور یہ ارادہ کیا
 ویحکموا و بعد ابھذا الضعیف کہ میرے ذریعہ اپنی جماعت بڑھائیں اور مجھ
 صومہم و موادہم فحمانی اللہ کمزور سے اپنی طاقت مضبوط کریں۔ پس اللہ
 ولم یترکنی معہم و اوجد فی قلب نے مجھے محفوظ رکھا اور ان کے ساتھ مجھے نہ چھوڑا اپنے
 عبدہ جد بتھداہا الی هذا اللقاء بندہ کے دل میں ایک جذبہ پیدا کیا جس نے
 الشریعت" لے اس مقام شریف تک پہنچایا۔

اس سے پہلی بار یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدثؒ کچھ عرصہ فتح پور سیکری میں بھی رہے تھے اور
 وہاں اکبر اور اس کے درباریوں نے اُن کی بڑی قدر بھی کی تھی لیکن جس شخص کی قسمت
 میں علوم اسلامی کی تجدید اور تقویت شرع لکھی ہوئی تھی وہ کس طرح اُس ماحول میں ٹھہر سکتا
 تھا جہاں شرع کی بے حرمتی ہو رہی تھی اور بدعات کا ہنگامہ برپا تھا۔ ملا عبد القادر بدایونی
 نے لکھا ہے :-

"چوں وضع زمانہ و زمانیاں کہ ہر مغل و برکات جب اہل زمانہ کی وضع میں (جو اوقات میں مغل
 طبعی مشتمل است دیگر گوں شد و ہر اوضاع اور کمزورت پر مشتمل ہے) فرق آیا اور ملنے والوں
 آشنایاں اعتماد نامند صحبت فلانی و فلانی کے حالات اعتماد کے قابل نہ رہے اور فلان فلان
 راست نیامد و توفیق رفیق بہ کعبہ شریفہ رفیق کی صحبت سازگار نہ ہوئی اور کعبہ شریفہ جلنے
 اوشد از دہلی بہ طریق جذبہ بہ پیچ چیز مقید نہ کی توفیق رفیق حال ہوئی تو شیخ جذبہ کے عالم
 شدہ بہ گجرات رفت" لے بے سرو سامانی کے ساتھ دہلی سے گجرات کو روانہ ہوئے

جس وقت شیخ محدثؒ نے ہندوستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا، اُس وقت یہاں کی

لے المکاتیب والرسائل - ص ۲۷۹ لے منتخب التواریخ - جلد سوم - ص ۱۱۳۔

سروولز نے ہیگ (J. H. Wolsley) کا خیال ہے کہ ملا عبد القادر نے یہاں فیضی اور
 ابو الفضل کا نام لکھنے کے بجائے "صحبت فلانی و فلانی" لکھ دیا ہے۔ ڈاکٹر یزدی ترجمہ منتخب التواریخ - جلد سوم۔
 (ص ۱۶۸)

دینی فضا انتہائی مکدر تھی علماء رسوئے دربار اور دربار سے باہر جو افسوسناک حالات پیدا کر دیے تھے، ان میں کسی بزرگ کا یہاں ٹھہرنا، آسان نہ تھا۔ عیان علم و شیخت اور زہد و نشان سجادہ طریقت نے ہر طرف فتنہ و فساد پھیلادیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس غم شکن اور ایساں آزما دود کی تصویر پیش کرنے کے بعد بے اختیار پکار اٹھتے ہیں :-

”ان تمام حالات کو سامنے لا کر غور کرو کہ اس عہد کی عالم آشوبی کا کیا حال تھا؟ کس طرح ہر طرف سکوت عن الحق کا سناٹا اور قبول باطل و اطاعت ظلم و طغیان کی مردنی چھائی ہوئی تھی؟ اور جابروں کی ہیبت اور ظالموں کے جبروت نے کلمہ حق کی گونج سے تمام فضائل ہند کو خالی کر دیا تھا؟“

اسی زمانہ میں ایک بزرگ شیخ جمال الدین ہندوستان کو چھوڑ کر حجاز چلے گئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: ”جب دیکھا کہ زمانہ کی حالت دگرگوں ہو گئی ہے اور وقت کی حکومت دنیا سازوں اور دنیا بازوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے۔ حتیٰ کے گوشہ نشینوں کے لیے بھی امن باقی نہ رہا، تو ترک وطن پر آمادہ ہو گئے۔ اور ہندوستان ہی کو چھوڑ دیا۔“

دامن اس کا تو بھلا دور ہے اے دست جنوں

کیوں ہے بیکار، گریباں تو مرادور نہیں“

آئیے، اس زمانہ کے حالات پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۹۰۵ء کو اکبر نے عبادت خانہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ میاں عبداللہ

نیازی سرہندی کے مسکن پر یہ عمارت تیار ہوئی۔ بلاشیری نے ایک نظم میں لکھا ہے

دریں ایام دیدم جمع اموال مناروتی

عبادتہائے فرعونی، عمارتہائے شدادی

ابتداء میں صرف مسلمان علماء و اکابر کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی اور مذہب کے

مختلف مسائل پر مباحث کی ابتداء ہوئی۔ ان مباحث سے اکبر کا مقصد تلاش حق تھا اور اس نے خلوص نیت کے ساتھ دینی معاملات پر معلومات حاصل کرنے کی غرض سے علماء کو مدعو کیا تھا۔ لیکن علماء نے عبادت خانہ کو دنگل میں تبدیل کر دیا اور بقول حالی یہ حال ہو گیا کہ

کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاستے کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اس کو تلاتے کبھی مارنے کو عصا ہیں اٹھلاتے

ستونِ چشم بد دور ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں حلقِ رسول امیں کے (حالی)

ایک جس فعل کو حرام کہتا، دوسرا کسی حیلہ سے اس کو حلال ثابت کر دیتا اکبر اس ماحول سے گھبرا گیا۔ جن علماء کو وہ رازیؒ اور غزالیؒ کے مرتبے کا سمجھتا تھا، وہ اپنے کردار کے باعث تنگ دیں ثابت ہوئے۔ ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے:

”علمائے عہد خویش را بہتر از غزالی و رازی اپنے زمانہ کے علماء کو رازیؒ اور غزالیؒ سے
تصور نمودہ بودند، و کا کہنائے ایشان را دیدہ بھی برتر خیال کرتا تھا۔ جب ان کے چھوٹے
قیاس غائب بر شاہِ کردہ سلف را نیز منکر پن کو دیکھا تو سامنے والوں پر غائبوں کو
شدند“ لہ قیاس کر کے سلف کا بھی منکر ہو گیا۔

عبادت خانے کے مباحث بند کر دیے گئے۔ اور ملا مبارک ناگوریؒ نے ایک محضر نامہ تیار کر کے علماء و وقت کے دستخط کرائے اور یہ اعلان کیا —

”مرتبہ سلطان عادل عند اللہ زیادہ از مرتبہ مجتہد است“

اس کے بعد اکبر کے دینی رجحانات میں نہایت تیزی کے ساتھ تبدیلی واقع ہونے لگی۔ دہلی میں ائمہ اسلام کی نوہن کی جانے لگی۔ دیکش احمدیؒ، کہہ کہہ کرا سلام کے ارکان دینی کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ پھر دین النبیؐ کی تدوین کی گئی اور ایک نئے فتنہ کو نہ ہی رنگ میں شروع

لہ منتخب التواریخ لہ آئین اکبری۔ باب زیر عنوان ”فی فرمودند“

کیا گیا۔ ان تمام احداث و بدعات کی تفصیل مناسب موقع پر پیش کی جائیگی۔
 ابوالفضل اور فیضی نے اس دینی انتشار و ابتری کی رہبری کی شیخ عبدالحقؒ کے فیضی
 سے ذاتی تعلقات تھے۔ دربار کے یہ حالات دیکھ کر ان کی طبیعت گھبرا اٹھی۔ اگر زمانہ سازی
 پر ان کی طبیعت ذرا بھی راضی ہو جاتی تو دولت و ثروت اور عزت و حشمت ان کے قدم چوتی
 لیکن ان کا مذہبی شعور بیدار تھا اور وہ کسی قیمت پر اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے کے لیے تیار
 نہ تھے۔ اکبر کا سیاسی اقتدار اس منزل پر پہنچ چکا تھا جہاں مخالف تحریکوں کا نشو و نما
 پانا ناممکن تھا۔ ان حالات میں ترک وطن کے علاوہ کوئی چارہ کاری سمجھ میں نہ آیا۔ اور انہوں
 نے غیرت دینی سے مجبور ہو کر حجاز کی راہ لی۔

باب ششم (۶)

شیخ محدث حجاز کی طرف

۹۹۶ھ مطابق ۱۵۸۷ء میں جب کہ شیخ محدثؒ کی عمر اسی سال کی تھی وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ محمد غوثی نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ شیخ ۹۹۵ھ کے شروع میں مالوہ ہوتے ہوئے گجرات پہنچ گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جہاز کا موسم گزر چکا ہے۔ چنانچہ آپ سال بھر وہیں رہے۔ اور ۹۹۶ھ میں حجاز کو روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں مرزا عزیز کو کہ مالوہ کے حاکم تھے شیخ نے اُن کے پاس بھی قیام فرمایا تھا۔ وہ مائدہ تشریف لے گئے تھے سائڈو میں گلزار ابرار کے مصنف نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ”بہت کچھ فیروزی اور فرخندگی کے فوائد حاصل کیے تھے“۔ مائدہ سے روانہ ہو کر شیخ محدثؒ احمد آباد پہنچے۔ وہاں اُن دنوں مرزا نظام الدین احمد مصنف طبقات اکبری صوبے کے بخشی تھے انہوں نے نہایت گرم جوشی سے شیخ کا استقبال کیا اور بے حد التماس کر کے آئندہ موسم تک ٹھہرایا۔

۱۔ مرزا کو کہ خان اعظم لقب تھا۔ اُنکے خاں کالو کا اور اکبر کا رضاعی بھائی بھائی تھا۔ علامہ عبدالحق دہلوی نے اس کے متعلق لکھا ہے:-

”حسن اخلاق و با انواع فضائل و ہنر موصوف بود“ (ج ۲ ص ۲۸۰-۲۸۱)

اکبر جب اس سے ناراض ہوتا تو کہا کرتا تھا کہ میرے اور عزیز کے درمیان دودھ کی ایک نہر بہتی ہے اس لیے مجھ کو ہوں۔ جہانگیر نے اس کے سب علمی فضائل کو مختصر بیان کیا ہے:

”در علم سیر و فن تاریخ استحضار تمام داشت۔ و در تاریخ و تقریبے نظیر بود و در مدعا نویسی یہ طوئی

داشت و در لطیفہ گوئی بے مثل بود و در شعر ہوا می گفت“

۲۔ گلزار ابرار۔ ص ۵۹۹ ۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً

احمد آباد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی شیخ وجیہ الدین علویؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں :-

محرر سطور در وقتیکہ بقصد زیارت سید کائنات	محرر سطور جب سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم براہ احمد آباد گجرات رسید از	کی زیارت کے ارادہ سے احمد آباد گجرات پہنچا
متاخرین مشائخ آن دیار کہ شیخ وجیہ الدینؒ	تو اس وقت وہاں مشائخ متاخرین یا شیخ
جامع کمالات و برکات و سن و عمر و مرتبان	وجیہ الدین جو جامع کمالات و برکات سن رسیدہ
مشغول بتدریس علوم و تصنیف کتب و	بزرگ تھے درس تدریس میں مشغول تھے کتابوں
ترتیب و ارشاد طالبان بود۔ ملاقات	کی تصنیف و ترتیب اور ارشاد طالبان میں
وے مستعد شد۔ وہ بعضے اذکار و اشغال	ان کا انہماک تھا۔ ان کی ملاقات کی سعادت
بمسلسلہ عالیہ قاصیہ مشرف گردید	حاصل کی اور بسلسلہ عالیہ قادریہ کے کچھ اذکار و

اشغال بان سے حاصل کیے۔

شیخ وجیہ الدین علویؒ گجراتی | شیخ وجیہ الدین علویؒ اپنے زمانے کے جید عالم تھے۔ علوم دینی میں بے پناہ تبحر رکھتے تھے۔ تقریباً شسترہ سال تک احمد آباد میں انہوں نے درس تدریس کا ہنگامہ گرم رکھا تھا۔ ان کی زندگی ہی میں احمد آباد سے لاہور تک ان کے شاگرد پھیل گئے تھے۔ ملا عبد القادر بدایونی کا بیان ہے :-

”دائم بدرس علوم دینی اشغال داشت و	وہ ہمیشہ علوم دینی کے درس میں مشغول رہتے
قدمت اور در جمیع علوم عقلی و نقلی بمرتبہ بود کہ	تھے۔ تمام علوم عقلی و نقلی پر ان کا عبور اس حد
کم کتاب درس از صرت ہوائی تا قانون و	کو پہنچ گیا تھا کہ صرت ہوائی سے قانون و شفا
شفا و شرح مفہام و عضدی باشد کہ او	شرح مفہام اور عضدی تک شاید ہی کوئی
شعرا یا ماشیہ براں ننوشتہ و خلائق و پیوستہ	کوئی ایسی کتاب ہو جس پر شعر یا حاشیہ نہ لکھا ہو
از افلاس متبرکہ او فین می رسیدہ	لوگ ہیشہ ان کی ذات بابرکات سے فیض حاصل

شیخ وجیہ الدینؒ ۲۲۔ محرم ۹۱۰ھ کو بمقام چانپنا نیر پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا سید شمس الدینؒ سے حاصل کی۔ پھر اپنے ماموں سید ابوالقاسمؒ سے حدیث پڑھی۔ چودہ پندرہ سال کی عمر میں علامہ محمد بن محمدؒ سے حدیث کا اختتام فرمایا۔ آخر میں حضرت ابوالبرکات بنفائی عباسیؒ کو حدیث سنائیں۔ علوم عقلیہ مولانا عماد الدین طاری شاگرد رشید مولانا جلال الدین دوانی اور ابوالفضل منظر الدین محمدؒ کا ذرونی سے حاصل کیے

شیخ وجیہ الدینؒ نے حقیقہ اور مغربیہ سلسلہ کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ پھر حضرت شاہ قاضی حقیقہؒ کی صحبت میں رہے اُن کے بعد میاں بدر الدین ابوالقاسم سہروردیؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب جذبہ شوق کا غلبہ ہوتا تو سید کبیر الدین مجذوبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور درد دل کی شکایت بتا کر علاج کی درخواست کرتے۔ آخر میں سید محمد غوث گویاری شطاریؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو گئے۔ مرید ہونے کا قصہ بھی عجیب تھا۔ شیخ گویاریؒ کے خلاف شیخ علی مستقیؒ نے (جو شیخ عبدالحق محدثؒ کے استاد طبع عبدالوہاب کے استاد تھے) کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اُن کی تصانیف میں بعض باتیں قابل اعتراض تھیں۔ سلطان محمود گجراتی نے یہ فتویٰ شیخ وجیہ الدینؒ کے پاس استصواب رائے کے لیے بھیجا شیخ وجیہ الدینؒ نے جب سید محمد غوث گویاریؒ کو دیکھا تو اس قدر شیفہ ہوئے کہ استغفار کو پارہ پارہ کر دیا، اور شیخ گویاریؒ کے حلقہ مریدین میں شامل ہو گئے۔ شیخ علی مستقیؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو شیخ وجیہ الدینؒ کے پاس آکر اپنے کپڑوں کو تار تار کر ڈالا اور پوچھا:

چرا بخیر بدعت و وقوع رخنہ در دین راضی بدعت کی اشاعت اور دین میں رخنہ پیدا کرنے میں تم کس طرح راضی ہو گئے۔

می شویہ۔

شیخ وجیہ الدینؒ نے جن کا قلب و جگر پہلے ہی شیخ گویاریؒ کے دام الفت میں پھنس چکا تھا، جواب دیا

لے نقب التوارخ۔ ملانے ان کا نام اس تعلیم سے لیا ہے، قدوة العلماء الراغبین والمتبرین صاحب التصانیف الشاہ العالم ہاشم مسیح وجیہ الدینؒ..... جلد دوم۔ ص ۳۴۳۔

”اباب قالیم و شیخ اہل حال، فہم ماہر کمالات ہم ارباب قال ہیں، شیخ اہل حال ہیں ہمارا
 اومنی رسد و بظاہر شریعت پیچ اعراض فہم ان کے کمالات تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور بظاہر
 قادح برو متوجہ نمی گردد۔ شریعت کا کوئی اعتراض اُن پر عاید نہیں ہوتا۔

کسی نے سچ کہا ہے۔

چوں بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست

سخن شناس نہ، دلبرا خطا اینجا ست!

جہانگیر نے لکھا ہے کہ شیخ وجیہ الدین شیخ گوالیاریؒ کے خلیفہ ضرورت تھے، مگر ایسے خلیفہ

تھے کہ مرشد کو بھی اُن پر فخر تھا۔ ”مرشد بخلافت او مہابات کند“

شیخ وجیہ الدین کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ اُن کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور پر

مشہور ہیں۔

۲۔ حاشیہ علی التلویح

۳۔ شرح شرح غنۃ الفکر

۶۔ حاشیہ علی شرح البحامی

۱۔ حاشیہ علی تفسیر البیضاوی

۳۔ حاشیہ علی المواقف

۵۔ حاشیہ علی شرح الوقایہ

۱۔ منتخب التواتر۔ جلد سوم۔ ص ۴۴ ۵۔ تزک جہانگیری (سر سید ایشی) ص ۲۱۱

تزک جہانگیری کے انگریز مترجم روجرس (Rogers) نے اس جملہ کا ترجمہ بڑا دلچسپ کیا ہے۔ لکھا ہے:-

“but a successor against whom the teacher disputed”

Vol I p 420 بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی!

۵۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے (جلد ۴ ص ۲۱) جو قدیم ترین ہے اور خاص مصنف کے نسخے سے

منقول ہے۔ ایک نسخہ جس کی کتابت کا سنہ ۱۱۸۵ھ ہے صیب گنج (لی گلا) کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

۵۔ قلمی نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں ہے (۱۱۲) ۵۔ متولی درگاہ شیخ وجیہ الدینؒ کے کتب خانہ

میں موجود ہے۔ ۵۔ قلمی نسخہ رام پور کے کتب خانہ میں ہے (۱۲۷)

۵۔ قلمی نسخہ رام پور میں موجود ہے۔ (۱۸۶)

۵۔ رام پور۔ آصفیہ، ندوۃ العلماء کے کتب خانوں میں قلمی نسخے موجود ہیں۔

- (۷) شرح ارشاد النخو لہ
(۸) شرح جام جہاں ناملہ
(۹) رسالہ انسکزیہ لہ
(۱۰) حاشیہ علی المختصر المعانی لہ
(۱۱) حاشیہ علی العنبدی لہ
(۱۲) شرح البسیط العلوی۔
(۱۳) رسالہ ترتیب ارکان الصلوٰۃ
(۱۴) دافیہ شرح کافیہ
(۱۵) رسالہ قوشچی فی البیئت
(۱۶) حواشی علی المنہل
(۱۷) شرح شواہد المنہل لہ

شیخ محمد دہلی سے بلا کسی زاد نام کے احمد آباد پہنچے تھے۔ احمد آباد میں مرزا نظام الدین بخش نے
جوان کے دیرینہ دوست تھے اُن کو اپنے یہاں ٹھہرایا۔ جب حجاز کو روانہ ہونے کا وقت آیا تو زاد
راہ فراہم کی اور حجاز کا بندوبست کیا۔ ملا عبد القادر کا بیان ہے:

”از دہلی بطریق جذبہ بہ ہیچ چیز متقیہ نشدہ دہلی سے ایک جذبہ کی حالت میں، ملا سامان سفر
گجرات رفت و بہ حسن سعی میرزا نظام الدین کے گجرات پہنچ گئے اور میرزا نظام الدین احمد کی
مددگاری اور حجاز نشست بفرج تیار شد۔ مدد سے حجاز میں بیٹھ کر حجاز کو روانہ ہو گئے۔“

رسالہ صلوٰۃ الاسرار میں شیخ محمد نے لکھا ہے کہ اُن کا شریک سفر ایک قادی درویش

لہ رام پور میں قلمی نسخہ موجود ہے۔ ۱۲۵۵ ہجری تا ۱۲۸۱ ہجری درگاہ کے کتب خانہ میں موجود ہیں (ملاحظہ ہو معارف اربع
نمبر ۱۲۵۵ تا ۱۲۸۱) یہ کتابیں شیخ کے متوسلین سلسلہ کے پاس موجود ہیں۔ بعض خود متولی درگاہ کے پاس ہیں بشرط
کافی بقول مولانا عبد العزیز مبین کسی زمانہ میں بھی تھیں (معارف اربعہ ۱۲۸۱ء)
شیخ کی جن کتابوں کا سہراغ نہیں ملتا وہ یہ ہیں:-

(۱) حاشیہ علی اصول البزردی

(۲) حاشیہ علی الشرح العنبدی علی المختصر لابن حاجب۔

(۳) الحاشیہ علی التہذیب (۴) الحاشیہ علی شرح العقائد للفتاوی

(۵) الحاشیہ علی الحاشیہ القدیم (۶) حاشیہ علی الموطول (۷) حاشیہ علی مختصر المعانی

یز ملاحظہ ہو The Contribution of India to Arabic Literature. by Dr. Gulistan Ahmad.

۱۱۳۰ھ طبع التواضع، جلد سوم، ص ۱۱۳

تھا۔ صبح کو جب جہاز کا لنگر اٹھایا جاتا تھا یہ درویش جہاز کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کا نام زور زور سے لیا کرتا تھا۔ شیخ کو اس کی آواز بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ شیخ محدثؒ ماہ رمضان سے کافی عرصہ قبل مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ رمضان ۹۹۶ھ تک انہوں نے مکہ معظمہ کے محدثین سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا درس لے لیا۔ پھر شیخ عبداللہ متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

باب ہفتم

مولانا عبد الوہاب متقیؒ کے قدموں میں

شیخ عبدالحق دہلویؒ ۱۸۸۸ء میں حجاز پہنچے تھے۔ ۱۸۹۹ء تک ان کا وہاں قیام رہا۔ یہ تقریباً تمام وقت شیخ عبد الوہاب ہی کی خدمت میں گزرا۔ ان کی صحبت نے سونے پر سہلگے کا کام کیا۔ شیخ نے علم کی تکمیل کرائی اور احسان و سلوک کی راہوں سے آشنا کیا۔ — تکمیل علم کے بعد خیر عالم کو ایک سخت منزل پیش آتی ہے۔ اُسے کسی ایسے رہبر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے علمی ذخیرے کو تعمیری کاموں میں لگا دے۔ دل و دماغ پر علم کا ایک بوجھ ہوتا ہے، اور وہ اُس وقت تک ہلکا نہیں ہوتا جب تک اُس کے استعمال کے لیے صبح رہیں متعین نہ ہو جائیں۔ اس منزل پر ذرا سی لغزش عمر بھر کے ریا من کو بیکار کر دیتی ہے۔ — شیخ عبدالحقؒ خوش قسمت تھے کہ ان کو ایسا رہبر کامل مل گیا جس نے ان کے علم اور علمی صلاحیتوں کو صحیح راہ پر لگا دیا۔

شیخ عبد الوہاب متقیؒ | شیخ عبد الوہاب متقیؒ ہندوستان کے اُن عظیم المثال علماء حدیث میں سے تھے جنہوں نے مکہ معظمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر ساری علمی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ اور اپنے علمی تبحر کا سکہ حجاز زمین، مصر اور شام سے منوایا تھا۔ شیخ محدث کا بیان ہے:

اہل حرمین و مشلحہ نین با سر ہم حاضر و غائبہ تمام اہل عربین اور کل مشلحہ نین حاضر و غائبہ اور
 و از مشلحہ مصر و شام ہر کہ ایشان را دیدہ افتہ مشلحہ مصر و شام سے جس نے حضرت کو دیکھا ہو ان کا
 مستفادہ برد لایت و علو شان ایشان ہے مستفادہ برد لایت و علو شان کا قائل ہے

شیخ عبدالوہاب متقیؒ منہ دوس میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد شیخ ولی اللہ وہاں کے اعیان و اکابر میں شمار کیے جاتے تھے۔ کچھ واقعات ایسے پیش آئے کہ شیخ ولی اللہ کو وطن چھوڑ کر برہان پور جانا پڑا۔ اس سفر میں ان کو بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ خود ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا تھا:

ایک بارے در سفر میں ہمراہ والد خود بتقریب منہ دوس میں کچھ حوادث پیش آجانے کی وجہ سے بعضے حوادث کہ در دیار منہ دوس حدوث یافتہ بود ایک دفعہ بچپن میں والد کے ساتھ جنگلوں میں دریا باہنا افتادہ و راہ گم کردہ بودیم، و هیچ چیز از جنس طعام و شراب ہمراہ مانہ گرسنگی بر ما غلبہ کردہ، چنانچہ عادت اطفال باشد در گویہ آدمیم والد دلداری می داد و می گفت کہ صبر کن طعام

منہ دوس میں کچھ حوادث پیش آجانے کی وجہ سے ایک دفعہ بچپن میں والد کے ساتھ جنگلوں میں چلا گیا۔ اور ہم راستہ بھول گئے دکھانے پینے کو کچھ پاس نہ تھا۔ بھوک کا غلبہ ہوا جیسے کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے میں نے رونا شروع کر دیا۔ والد نے چمکارا اور فرمایا کہ صبر کر۔ کھانا آگے

در پیش است" ٹے ہے۔

شیخ عبدالوہاب ابھی کم سن ہی تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس سانحہ کا دل پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ وطن کو خیر باد کہہ کر خانہ بدوشی اختیار کر لی۔ گجرات، دکن، لنکا، سرانڈیپ وغیرہ میں عرصہ تک سرگرم سیاحت رہے۔ عموماً کسی مقام پر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے تھے لیکن جب کوئی قبلہ علم یا خضر طریقت مل جاتا تو اس کے آستانہ پر کچھ دنوں زیادہ قیام کر لیتے۔ لکھا ہے:

"در اکثر اوقات قرار دادہ ہواں بود کہ زیادت معمول تو یہ تھا کہ تین دن سے زیادہ کہیں از سر دوز در هیچ مقامی اقامت نہ کنند قیام نہ فرماتے تھے لیکن بعض شہروں میں تحصیل گورہ بعض شہروں کہ بہت تحصیل علم و تہذیب علم کی غرض سے یا مشائخ و صلحا کی صحبت صحبت مشائخ و صلحا بمقدار سنیفا غرض و معمول تو یہ تھا کہ تین دن سے زیادہ کہیں قیام نہ فرماتے تھے لیکن بعض شہروں میں تحصیل علم کی غرض سے یا مشائخ و صلحا کی صحبت صحبت مشائخ و صلحا بمقدار سنیفا غرض و

منہ دوس مالوہ کی قدیم حکومت کا صدر مقام تھا۔ منہ دوس کے تاریخی حالات اور جزیائی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: اقبال نامہ جہانگیری ص ۹۷-۹۹۔ منتخب اللباب - ج ۱ ص ۲۸۹-۲۹۰۔ تاریخ فرشتہ ج ۲ ص ۲۶۸-۵۳۴۔ ۱۸۱-۱۸۴ AD

۱۸۱-۱۸۴ AD

انقرض حاجت اختیار اقامت ضرورت می افتاد قیام برپا دیتے تھے۔

اس زمانے میں انہوں نے جس طرح اپنے دن گزارے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو انہوں نے شیخ عبدالحقؒ کو مکہ معظمہ میں سنایا تھا:

”چند گاہ قوت ماں بود کہ یاکے میرفت و
استخوانکے ناکار آمدنی کہ قصا باں می برتا
می آورد و پارہ از گاہ گندم کہ در میان شست
افتادہ بود می آورد و آن استخوانہار می کوشت
و آن گاہ راس شستہ و پاکیزہ می کردند و در میان
میگ کردہ در آب می جوشانیدند و ہر کدام
کاسہ از ان صاف کردہ می خوردند بعد از
چند روز مردم شہر آگاہ می شدند و طعاما
می آوردند و دیگر از ان جان انتقال می کردیم و
جائے دیگر می رفتیم۔“

اسی طرح سیاحت کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ یہ جہادی الاول ۹۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ اُس وقت ان کی عمر بیس سال سے کم ہی تھی۔ مکہ معظمہ میں اس وقت شیخ علی ہاشمیؒ مسند درس پر متمکن تھے۔ دور دور ان کی شہرت تھی۔ وہ شیخ عبدالوہاب کے والد سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالوہاب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر ان ہی کے ہوسے

اسے روئے تو راحت دلی من

چشم تو چہر غ منزل من

۱۵۱۵ھ ایضاً۔ ص ۲۷۰

۱۵۱۵ھ اخبار لاخیر۔ ص ۳۶۱

شیخ علی ہاشمیؒ کا تفصیلی حال نمبر میں ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ عبدالوہاب کا خطا بہت صاف اور باکیزہ تھا شیخ علی متقیؒ نے سب سے پہلے اُن سے ہی کام کیا۔ جو شخص مدتوں صحابہ زوری کرتا رہا تھا اُس کی طبیعت میں یکسوئی پیدا کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا۔ شیخ عبدالوہابؒ نے بھی یہ کام دل و جان سے انجام دیا۔ شیخ علی متقیؒ کی ایک کتاب بارہ ہزار سطروں کی تھی۔ انہوں نے بارہ راتوں میں اس کی کتابت مکمل کر دی۔ تعجب خیز بات یہ تھی کہ دن بھر دوسری کتابوں کی تصحیح و کتابت میں مشغولیت رہتی تھی۔ صرف رات کو شیخ علی متقیؒ کی اس کتاب کی کتابت کا موقع ملتا تھا۔ شیخ علی متقیؒ نے جب ان کا یہ ذوق و شوق محنت اور جذبہ دیکھا تو ان کو اپنے اس نووارد شاگرد سے بہت خصوصیت پیدا ہو گئی شیخ عبدالوہابؒ نے بھی اُن کے آستانے کو اس ضبوطی سے پکڑا کہ ۹۷۵ھ تک (جب شیخ علی متقیؒ کا انتقال ہوا) وہیں جھے رہے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ میں ایسا مرکز علم قائم کیا جس کی شہرت دور دور پھیل گئی۔ شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں:

دریں زمانہ دانش ایشان در علوم شرعیہ کتر	اس زمانے میں ان کے برابر علوم شرعیہ پر عبور
کیسے خواہد بود، قاموس لغت مبالغہ می توان	رکھنے والے کم ہونگے۔ وہ ایک زندہ قاموس
گفت کہ گویا ہمہ یادداشت، وفقہ و حدیث	تھے، سب کچھ انہیں یاد تھا۔ فقہ و حدیث کا
نیز ہمیں حکم حامد و مجاہد، علوم عربیت نیز زیاد	بھی یہی حال تھا اور صرف و نحو و ادب وغیرہ بھی
از فقہ کفایت است۔ سالہا در حرم شریف	کفایت سے زیادہ جانتے ہیں۔ برسوں تک
درس این علوم گفتہ بودند ۱۰	حرم شریف میں ان علوم کا درس دیا تھا۔

شیخ عبدالوہابؒ عمر کے بیشتر حصہ میں مجردی رہے۔ جب عمر چالیس اور پچاس کے درمیان تھی تو شادی کی۔ شادی سے پہلے ان کا یہ حال تھا کہ جو کچھ فنوح یا کتابت کی اجرت آتی تھی سب فقرار پر تقسیم کر دیتے تھے۔ شادی کے بعد اہل و عیال کے حقوق کو مقدم سمجھنے لگے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ حال تھا کہ کسی محتاج کی مدد سے گریز نہ کرتے تھے۔ ہندوستان کے فقراء ان کی خدمت

میں حاضر ہوتے تھے اور وہ کھانے اور کپڑے سے اُن کی مدد کرتے تھے۔

شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے ارشادات | اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اپنے استاد
اور شیخ محمد ہاشم پیراں کا اثر | محترم شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے بعض اقوال و ارشادات

نقل کیے ہیں اُن کو سامنے رکھ کر جب شیخ عبدالحق کی پوری زندگی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اندازہ
ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنے استاد اور مرشد کی تعلیمات کو نہ صرف اپنے اندر جذب کر لیا
تھا بلکہ اس کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے تھے۔

(۱) اختلافی مسائل میں ان کی روش نہایت ہی سلامت روی کی تھی سلاہی بحث و
مباحث سے نفرت کرتے تھے مسئلہ وحدت وجود کے متعلق ان کا رویہ یہ تھا۔

در باب کتب حقائق و توحید مثل فصوص و	کتب حقائق و توحید مثلاً فصوص الحکم وغیرہ
امثال آن توقع تسلیم است۔ ایں ہمارا	کے سلسلہ میں اُن کا رویہ توقع تسلیم کا ہے
درس نگویند، و ہر ادا اشتغال نکلند و انکا	ان کتابوں کا درس نہیں دیتے اور نہ ان میں
ہم نکلند و بدنگویند و چنانچہ عادت فقہا است	اشتغال رکھتے ہیں، نہ ان کا انکار کرتے ہیں
بلکہ تشیع پیش نیامند سلہ	نہ ان کو برا کہتے ہیں۔ ان کی عادت فقہا کی

سی نہیں ہے جو ان کتابوں کی طعن و تشنیع کرتے ہیں

(۲) مذہبی انتشار کے زمانہ میں عقائد کا صحیح رکھنا بڑا دشوار کام ہے۔ جب متضاد نظریات
و افکار رگڑا رہے ہیں تو شبہات کا پیدا ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔ شیخ عبدالوہابؒ کی ہدایت تھی کہ ان
حالات میں یہ رویہ اختیار کیا جائے۔

”اقل باید کہ اعتقاد خود را ظاہراً و باطناً بہ اعتقاد	اولیٰ پیچا چھوئے کہ اپنا عقیدہ ظاہراً و باطناً اہل سنت
اہل سنت و جماعت راست سازد و راسخ گرداند	کے اعتقاد کے موافق درست اور راسخ کرنے پیر
و بعد از رسوخ ایں عقیدہ از ہر چہ ایشان گزارد	عقیدہ مضبوط ہونے کے بعد یہ کہے کہ جو کہ

و نوشتہ اند نیز محروم نمازند کتب ایشان را کہ دور
 انہوں نے مصوفیہ موصدین اپنے لکھا ہے اُس سے
 حقائق و اسرار نوشتہ اند نیز مطالعہ بکنند و اپنے
 محروم نہ رہے۔ انہوں نے اسرار و معارف میں
 مشکل شود از ان بگذرند و در نمازند و ظہان را
 جو کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کر لے۔ جو سمجھ میں
 بخورند و نہ ہتھ نہ آئے اعتقاد را ابتداء از ان ہیں
 نہ آئے اُس کو چھوڑ دے۔ اپنی طبیعت میں ظہان
 کتب راست کنند و از ہر کس بہ ہشتون نہ تاج
 نہ پیدا کر دے یہ اچھا نہیں کہ ابتداء ہی ان کتابوں
 شوند۔۔۔۔۔ ہرچہ ہشتون نہ اگر چہ سخن باطل باشد
 سے عقیدہ درست کرنے لگے اور جس کسی سے
 زود بانکار و تعصب پیش نیامند اول خود
 جو سن لے اُس کا پیرو ہو جائے۔۔۔۔۔ جو کچھ کسی
 ہشتون نہ کہ چہ می گوید و بفہم سخن نیک در روند
 سے نئے اگر مرد باطل ہی ہو مگر جلدی سے انکار نہ
 کہ قائل ان چہ مقصود دارد۔ بعد از ان اگر
 کرے۔ اول سن لے پھر سوچے کہ کہنے والے کا مطلب
 تواند آن را موافق حق سازند و اگر نہ رد کنند
 سمجھ میں آگیا یا نہیں۔ پھر اگر اسے حق سمجھے تو قبول
 و اگر اس رائے تواند از سر ان بگذرند و حلل
 کرے ورنہ رد کر دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کو
 در عقیدہ خود نمیند از نہ لے
 چھوڑ کر آگے بڑھ جائے اور اپنے عقیدہ میں غلطی نہ ڈالے

(۳) ایک ایسے دور میں جبکہ علماء نے تکفیر و تہذیل کو اہم ترین فرض سمجھ رکھا تھا، شیخ عبد الوہاب
 متقی کا خیال تھا —

ہر کرا کہ بیند کہ بہ کلمہ اسلام اقرار می کند از نہ لے
 جس کو دیکھو کہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس پھین رکھتا
 اگر امثال این کلمات چیزے صادر شود معذور
 ہی تو اگر اس سے ایسے کلمات صادر ہوں تو اس
 دارند تکفیر و تشنیع نکنند نسبت با کاذب کنند
 کو معذور رکھو۔ اور اس کی تکفیر و تشنیع نہ کرو۔ او
 اس کو ملحد نہ بتاؤ۔

(۴) سماع کے متعلق جو اس زمانہ کا نہایت ہی اختلافی مسئلہ تھا، شیخ عبد الوہاب متقی
 کا رویہ یہ تھا —

لے اخبار الاخیار۔ ص ۲۶۳۔ ۲۶۴ لے اخبار الاخیار۔ ص ۲۶۳

تیس اُن راضی نیستند و بر فیل مشائخ منکرہ نہ امیدین کے کرنے سے راضی ہیں اور نہ مشائخ کے
فیل کے منکر۔

(۵) علم کے مستقل ارشاد ہوتا ہے۔

”علم بمنزل غذا است کہ ہمیشہ احتیاج باں علم، غذا کی مانند ہے، جس کی ضرورت ہمیشہ باقی
باقی است“ ۲۷

رہتی ہے۔

(۶) ایک مرتبہ کسی نے شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ طالب
کو ہمیشہ ذکر رہنا چاہیے۔ فرمایا جو کوئی کار خیر میں ہے حقیقت میں وہ ذکر ہی میں ہے۔ نماز پڑھنا ذکر
ہے۔ قرآن مجید پڑھنا ذکر ہے۔ علم دین کا درس دینا ذکر ہے۔ اور جو عمل خیر ہے وہ ذکر ہی ہے۔
— ذکر کا یہ جامع اور ہمہ گیر مفہوم، تصوف کی اعلیٰ ترین تعلیمات کی ترجمانی کرتا ہے۔
شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی اس تعلیم نے شیخ عبدالحقؒ کے دل اور دماغ دونوں کو متاثر کیا۔ اور
وہ آخر دم تک اس پر عامل رہے۔ زمانہ نے کیا کیا رخ بدلے اور حالات نے کیسی کیسی کوششیں
لیں لیکن اُن کے پاسے ثبات میں کبھی بغرض پیدا نہ ہوئی۔

شیخ عبدالحقؒ کی تعلیم و تربیت | رمضان ۱۱۹۹ھ میں شیخ عبدالحق دہلویؒ، شیخ عبدالوہاب متقیؒ
شیخ متقیؒ کی سنگرافی مین | کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور مشکوٰۃ کا سبق لینا
شروع کیا۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں اُن کے ساتھ مشغولیت ہے۔ مناسک حج اُٹھنی
کے ساتھ ادا کیے۔ عرفات اور مزدلفہ میں اُن کی صحبت سے فوائد حاصل کیے۔ پھر درس میں
مشغول ہو گئے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۱۱۹۹ھ کو شیخ عبدالوہاب کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں حاضر
ہوئے۔ اور آخر جب ۱۱۹۹ھ تک یہیں مقیم رہے۔ پھر مکہ معظمہ آکر شیخ عبدالوہاب سے مشکوٰۃ
کا درس پورا کیا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو شیخ نے فرمایا:

الحمد للہ نسبتے بایں علم شریف ہو جاؤم حاصل حمد۔ الحمد للہ اس علم پر پورا عبور حاصل ہو گیا ہے۔ بلکہ

شده است۔ واپس مقدار شدہ است کہ اس قدر ہو گیا ہے کہ اس علم کی خدمت کا حق ادا
از عمدہ خدمت اس علم تو انید برآمد۔ انکوں کیا جاسکتا ہے۔ اب چند دن دوسرے کام میں
چند روز بکار دیگر کم پروا رید۔ واند کے لذت مصروف ہونا چاہیے اور خلوت و ذکر اشد کی
خلوت و ذکر اشد نیز دیا بیدار ہے۔ کچھ لذت بھی چکھنی چاہیے۔

اور ان کو آداب، اوضلاع ذکر، تفصیل طعام وغیرہ کی تعلیم دی اور تصوف کی کچھ کتابیں پڑھائیں
ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

دراں ہنگام کہ شیخ اجل اعز اکرم، اوصد جس زمانہ میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری
اعدل عبدالوہاب متقی قادری شاذلی شاذلی اس سبب کو تلقین ذکر فرما رہے تھے، اور اس
اس سبب کو تلقین ذکر نمود و اجازت دادو کے آداب بتا کر اجازت دی تھی، ایک کتاب میر
آداب آن آموخت کتبے بدست من داد اٹھتے میں دی تھی۔ اس کا نام منہج السالک الی اشرف
مسمی بہ منہج السالک الی اشرف المسالک مسالک تھا۔ وہ کتاب عربی میں تھی۔ اس لیے میں
وچوں عبارت آن کتاب عربی بود برے نے اس کا (فارسی میں) ترجمہ کر دیا۔

طابان ترجمہ کروم (المکاتیب الرسائل)

ایک اور کتاب جس کی تعلیم خاص طور پر دی تھی وہ قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ تھی
کتاب کے عنوان ہی سے شیخ متقی کے مقصد تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔

پھر حرم شریف کے ایک حجرے میں جو باب بیاد کے مقابل اور حجر اسود اور کن پانی کے
مابین واقع تھا، ریاضت کے لیے بٹھایا شیخ عبدالوہاب متقی نے اس زمانہ میں ان کی طرف
خاص توجہ کی۔ ان کا یہ دستور تھا کہ ہر جمعہ کو حرم شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب یہاں آتے
تو شیخ عبدالحق سے بھی ملتے اور ان کی عبادت و ریاضت کی نگرانی فرماتے۔ شیخ محدث زاد المتقین
میں لکھتے ہیں :-

لے نام المتقین (علمی) شاہ حکیم محمد یونس نے کٹرکول کشمیری (ص ۱۱-۱۲) میں اسکی طویل اقتباس کیا ہے۔

”فقرانیز دران خلوت مشرف می ساختند و فقیر کے پاس اس خلوت میں تشریف لاتے تھے۔
پرسش احوال می کردند و می فرمودند کہ انھد پرسش احوال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ انھد
شد ظہور احوال موافق مقصود است“ ظہور احوال مقصد کے مطابق ہے۔

جب اس خلوت کدہ سے باہر آنے کی اجازت ملی تو شیخ محدث نے صحیح مسلم کی قرأت کی اجازت
چاہی۔ جب اُس سے بھی فارغ ہو گئے تو حکم ہوا۔

انوں عزیمت ہندوستان بگنید اب ہندوستان کا ارادہ کرو۔

شیخ عبدالوہاب متقی نے اپنے علم حدیث کا وہ بیش بہا حصہ عنایت فرمایا جس کی مشرت سے
مصر و عرب کے علمی حلقے گونج رہے تھے۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔

تاریخ کتبنا عادیث و سائر علوم و فضیلت علم کے نام کتب احادیث اور سائر علوم و فضیلت رجائز
آن عالی مقام علیہم رحمۃ اللہ الملک العلم کے علم اکرام سے حاصل کیے۔ خصوصاً حضرت
خصوصاً از حضرت شیخ اجل و اکرم اوصد شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ
اعلیٰ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ سے ذکر و غیرو کی تعلیم حاصل کی۔ اور
روحہ و اذہل الینا فیوضہ و فتوحہ تملقین ذکر و ایثا ان کی خدمت سے بہت سی نعمتیں حاصل
خلوت و برکت مشرف و فائز شد و نعمتہا و بشارتہا کیں اور حصول انوار و برکات و ترقی درجہ
از خدمتہ و حصول انوار و آثار مذکورہ و ثمرات اور علوم دینی کی فشر و اشاعت میں
برکت و التزام مقام صدق و استقامت و فشر استقامت کے متعلق بہت سی بشارتیں
علوم دینی و حصول مواہب یقینی مشرف و فشر سینے کے بعد بندہ وطن مالوت کو
گشتہ بر جوع و عود بوطن مالوت امور و تکلف واپس ہوا۔

شہ ۱۷

(۳) علم ظاہری کے بعد علم باطنی کی تعلیم دی۔ اور سلوک و معرفت کی دشوار گزار راہوں

لہ تالیف قلب الالیف (قلبی)

آشنا کیا۔ تصوف کی کتابیں پڑھائیں اور عبادت و ریاضت حرم شریف کے اندر اپنی نگرانی میں کرائی۔

(۳) حقوق العباد کا صحیح جذبہ اور صحیح تصور پیدا کیا۔ تفصیل لگے باب میں آئیگی۔
 (۴) فقہ حنفی کے متعلق شیخ محدث کے خیالات قیام حجاز کے دوران میں بدل گئے تھے اور وہ شافعی مذہب اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ شیخ عبدالوہابؒ کو اس کا علم ہوا تو مناقب امام اعظمؒ پر ایسا پرتاثر خطبہ ارشاد فرمایا کہ شیخ محدث کے خیالات بدل گئے اور فقہ حنفی کی عظمت ان کے دل میں قائم ہو گئی۔

حدیث: تصوف۔ فقہ حنفی۔ حقوق للعباد — ان چار چیزوں کی اعلیٰ تعلیم شیخ عبدالحقؒ نے حقیقت میں شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے قدموں ہی میں حاصل کی۔

بائشتم (۸) مدینۃ الرسول میں

شیخ عبدالحق دہلویؒ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے عشق تھا۔ دیار حبیب میں جب داخل ہوتے تو برہنہ پا ہو جاتے تھے تحفۃ الکرام میں لکھا ہے :-

در مدینہ برہنہ پا گردیدے

لیک مرتبہ یہ قصیدہ سرور کائناتؐ کی خدمت اقدس میں پیش کیا ۔

قصیدہ

بیالے دل دے از ہستی خود ترک دعویٰ کن

میغلن چشم بر صورت نظر در عین معنی کن

فلکندی چون نظر در عین معنی بعد از ان آدل

چو عفا از سر عزت بقاب فقر ادا دے کن

ز چاک سینہ ہر دم صد فوائے در و دل بشنو

بدیں قانون محنت ترک بزم اہل دنیا کن

چہ زیں دار و نفا قصد سفر سوئے دگر داری

چرا غافل نشینی لے دل با سابلش مست کن

یہ قصیدہ ہندوستان میں لکھا گیا تھا۔ اس میں متعدد جگہ حالات گرد و پیش پر افسوس اور بہ دلی کا اظہار کیا گیا ہے۔ ظلم و ستم کا حال اور بے ہمتان و ہتر ہندوستان کی دینی نفا کو قرب کرنے کے ذمہ دار تھے۔ شیخ فرماتے ہیں :-
جہاں آریک شہ از ظلمت سیکاراں بیاؤ عاٹے دار و نفا از نفع تجلی کن

بصد خون جگر در زیران کش توین نفست
 بدینسان زاد و راحل گیر و قصد راہِ عقیٰ کن
 پس انگہ بر سر کوئے فنا نہ پاسے استغنا
 وجود خویش را گم در شہودِ نورِ موسیٰ کن
 اگر خواہی تماشا کے جمالِ شاہِ محسنی
 نخست این چشمِ صورت میں میلِ چشمِ اعمیٰ کن
 بشاگردی برادرِ مکتبِ جاں پس بلوحِ دل
 بنعلیمِ دبیرِ عشقِ حرفِ شوقِ املا کن
 بندے خفته دلِ چشمِ تماشا سرِ فروغِ معنٰ کن
 بعینِ عبرتِ آخرِ سیرِ صنیعِ حقِ تعللِ کن
 چہ حاجتِ کپے خلوتِ رویِ در گنجِ تنہائی
 بیا در دوستِ خود را از خیالِ غیرِ تنہا کن
 بیا در انجمنِ خلوتِ گزینِ واز رہِ دیگر
 چشمِ دلِ جلالِ دوستِ را ہر دمِ تماشا کن
 بسترش غیرِ را محسومِ گرداں بلکہ در خلوت
 چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ از دلِ نیزا خا کن
 چون فی ماسوئے کردی چہ دلِ گوجاں ہمہ پیچ اند
 دلیلت کلّ شیءٍ ۛ ہالک الا وجهہ را کن
 چو فرقِ واضح آمد در میانِ مہلک و ہالک
 ہلاکِ نیستی را حکمِ ہمہ چیزِ حالا کن
 کش از پرکارِ لا خطِ عدمِ بر صفحہِ عالم

بسانِ دائرہ آنرا محیط جسدِ اشیاء کن

پس انگہ نقطہ ذات ست کا مد مرکز ہستی
بروں زیں دائرہ آن نقطہ را ثابت بالآکن

بروں از روئے صورت شو و از معنی دروں انش

میان نقطہ و آن دائرہ غیرت بافتنا کن

ہماں نقطہ تحرک کرد و آمد دائرہ پیدا

مثال از ہر ایں از نقطہ جمالہ پیدا کن

چو بینی نور مطلق خویشتن را در میان ناری

ہو الحق از انا الحق بعد ازیں محنت را ولی کن

مسمی واحد و اسمائے او از حد و عدد بیرون

ہر اسمے شہود نور ذات آن مسمی کن

در اسمائے حقیقی شد مسمی عین ہر اسمے

عجب مشکل حدیث است ایں بگوش ہوش امفا کن

معانیست مشکل در حسابِ عاقلان وحدت

بتحلیل کمال نفس حل ایں محنت کن

کمال نفس در تہذیب اخلاقت بہت آید

و گر ایں ما ہوس داری بنائے شرع برپا کن

حقیقت از شرعیست نیست پیش عارفان بیرون

مثال آن بکشتی ساز و شبہ آن بدیا کن

بریں کشتی نشین تا بگذری زیں بحر بے پاماں

نہ چوں فرعون خود را غرق بحر کفر و اغوا کن

زباں کشا بنا فرمودہ مشارع سخن اینست
 پے اسلمے توفیقی زبانِ عجز گویا کن
 دہان را قفل خاموشی نہ و سر بستہ داراں
 کلید امرش آورد آن در سر بستہ را واکن
 و گر خواہی زباں بکشتائی و راہ سخن پوئی
 شلے پادشاہ و شرب و سلطان بطحا کن
 سریر آرائے ملک آفریش احمد مرسل
 کہ پیش از دے نشد در ملک ہستی کار فرما کن
 شد تا بر سر منشور عالم حاتم حکمش
 ز دیوان ازل نامد ہراں منشور طعشرا کن
 بیان قربت اوقاب تو سین است او ادنی
 بمقدار عسلو قدر او این نیز ادنی کن
 قیاس رتبہ و مقدار فصل از انبیاء تافے
 ز قطرہ تا بدریا یا ذرہ تا بہ بیضا کن
 حبیب اللہ بود او انبیا را داں محب اللہ
 قیاس کار از اسری بعہد و جائے موسیٰ کن
 بخود میرفت موسیٰ لیکن اورا حق بخود بردن
 ز رفتن تا ہر من قسم فرق آشکارا کن
 چو خود ہر بند او را در حق او فتد رای گفتند
 موسیٰ لن شرا فی ہم تفضیلش ازینجا کن
 خطاب با عتاب ان تو لیتیم اگر خواندے

بایں والی والا قدر ملک دین تولا کن
 اگر از حسرت دنیا و عقبی آرزو داری
 بدگامشش بیاؤ ہر چہ می خواہی تمنا کن
 بیا سے دل قدم نہ بر سر کوئے وفا وانگہ
 زراہ صدق جاں را خاک راہِ آن کف پاکن
 سروتن را براہ جلوہٗ آن سرو بالا کش
 دل و جاں را فدائے حسن آن رخسار زیبا کن
 ثنائیں گووے چوں نیست ایفا پیش ز تو ممکن
 بایں یک بیت مدحش را علی الاجمال الکفا کن
 مخواں اورا خدا از ہر علم شرع و حفظ دیں
 دگر ہر وصف کش میخوای اندر مدحش انتشا کن
 چو از انشا بر تفصیل صفاتش عاجزی آد ل
 بیاؤ عرض حال خویش بر خدا مش آہنا کن
 خرابم در غم ہجر حیات یا رسول اللہ!
 جمال خود نما رہے بجان زار شیدا کن
 اسیران تو جاں دادند در بحراب لعلت
 دہاں بکشاؤ از راہ کرم ایلے موتی کن
 جہاں تاریک شد از ظلم سید کاراں
 بیاؤ علیے را روشن از نور تجلی کن
 زباں کاراں بہا زار ہوا سودائے درد دند
 شکست رونق و گرمی این بازار سودا کن

ہم سبے ہمتان دہر بخل آئین خود کردند
بلطف امعان مبتین از کرم احیاء محیا کن

ز ظلم ظالمان شورا است و غوغا ہر طرف آخر
بعد و رافت خود ہر طرف این شور و غوغا کن

ہنگ سیم و زر جاہل گراں بار است از عالم
بمیزان عدالت قدر ہر یک را ہویا کن

بصدیق صداقت پیشہ فرما تا قدم آرد
طریق صدق و آئین و فارا باز پیدا کن

عمر را باز بنشان بر سر پستل آئین
بدین آئین میان خلق رسم عدل احیا کن

ہم کس راست از عجب و تکبر دعویٰ اندر سر
ز سر بفرست عثمان را و قطع امر شورا کن

بدفع حیلہ این روہماں بفرست شیر حق
بفرایں کہ قلع باغیاں و قمع اعدا کن

بزدور باز و خیر کشا بنیاد جہل سنگ
ردج رونق بازار علم و کار تقویٰ کن

و گرنائی تو با یاران نظم آباد این دنیا
بدفع ظالمسان حکم نیابت را بعیسی کن

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما
بلطف خود سر و سامان جمع بے سرو پا کن

محبت آل و اصحاب توام کار من حیراں
بلطف خویش ہم امروز ہم در روز فردا کن

بیاحتی مدہ تصدیح حنّام جنابش را
کہ احوال تو معلوم است اظهارش مکن یا کن

بقسمت باش راضی دم مزین الا بشکر حق
سکونت و رز و تسکین دل خود از قسمنّا کن

زاد المتقین میں لکھا ہے کہ جب اس شعر پر پہنچے ۵
خرام در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ جمال خود نما رہے بجان زار شیدا کن
تو دل بے قابو ہو گیا اور بقول خود

مگر یہ زار زار در گرفت ۶

خلوص و عقیدت کا یہ والہانہ تقاضہ قبول ہوا اور وہ زیارت رسول پاکؐ سے مشرف ہوئے
زاد المتقین میں شیخ عبدالحق دہلویؒ نے چار بار زیارت رسول اکرمؐ سے مشرف ہونے
کا حال لکھا ہے۔ ۲۱۔ ذی الحجہ ۹۹۸ھ کو مکہ معظمہ میں جو خواب دیکھا اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں

دیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر سر یک
نشست درس علم حدیث شریف میفرمایند ایک تخت پر بیٹھے ہوئے حدیث شریف کا درس
انوار جمال و جلال از وجہ شرفیت وے متلای دے رہے ہیں۔ اور جمال و جلال کے وہ انوار
است و با حسن صورت متعلی است کہ فوق اُن کے چہرہ مبارک سے چمک رہے ہیں جن سے
اُن تصور نتواں کرد زیادہ تصور ہی نہیں کیے جاسکتے۔

اسی شب میں یہ بھی خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعدائے دین سے لڑنے کے
لیے لشکر تیار کر رہے ہیں۔ شیخ عبدالحقؒ کی پوری زندگی حقیقت میں اسی خواب کی تعبیر بن گئی۔
وہ آخری سانس تک حدیث کی نشر و اشاعت میں سرگرم اور بدعات کے خلاف نبروانمائی میں

معروف رہے۔

باب (۹) نم حجاز سے روانگی

علم و عمل کی سب وادیوں کی سیر کرانے کے بعد شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے شیخ عبدالحق کو ہندوستان واپس جانے کی ہدایت کی اور فرمایا۔

”بخانہ خود برید کہ والدہ و فرزند شاہ بسیار (اب تم) اپنے گھر جاؤ کہ تمہاری والدہ اور بچے بہت

پریشان حال و بجانب شاہ نگران خواہند بود پریشان حال اور تمہارے منتظر مہنگے۔

شیخ محدث ہندوستان کے حالات سے کچھ ایسے دل برداشتہ ہو چکے تھے کہ یہاں آنے کو مطلق طبیعت نہ چاہتی تھی۔ عرض کیا —

”فقیرانیت اقامت میں مقامات شریفہ فقیر کے دل میں ان مقامات مقدسہ میں قیام

بسیار است و بعد از ان نیت سیر بغداد کرنے کی بڑی تمنا ہے۔ اس کے بعد سفر بغداد

وزیارت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ اور زیارت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ

عندہ مست“ نیت ہے۔

اس سلسلہ میں استاد اور شاگردوں میں جو گفتگو ہوئی وہ خود ان ہی کی زبانی سُننے کے قابل ہے۔ شیخ عبدالوہاب :-

شاہ را بعد از این گنجائش ندارد کہ اینجا باشد اب اس کے بعد تمہیں یہاں رہنے یا اصلی

یا جائے دیگر روید الا بطن اصلی خود حق شرع وطن کے سوا دوسری جگہ جانے کی اجازت

برہمہ مقدم است۔ و حضرت غوث الثقلین نہیں۔ حق شرع سب پر مقدم ہے حضرت

رضی اللہ عنہ ہاشماند، ہر جا کہ باشد محبت و غوث اعظم تمہارے ساتھ ہیں جس جگہ بھی رہو
 اعتقاد و توجہ بالیساں درست دارید۔ و قصد اُن سے محبت اور اعتقاد اور ان کی طرف توجہ
 اتباع ایشاں بکنید۔ و بر فرمودہ ایشاں دید۔ رکھو۔ ان کی پیروی کی کوشش کرو اور ان کے
 ایشاں ہرگز راضی نیستند کہ ایڈلے والدہ و حکم پر چلو۔ وہ اس سے ہرگز خوش نہیں کہ تم اپنی
 زوجہ و فرزندان صغیر بکنید۔ و شاخو دی گفتند والدہ بیوی اور چھوٹے بچوں کو ایذا دو۔ تم خود
 کہ والدہ من مرار ضائے حرمین دادہ و گفته کہتے تھے کہ میری والدہ نے مجھے حرمین شریفین
 است کہ جائے ثالث نزدی۔ پس چون جلنے کی اجازت دی ہے اور تاکید کر دی ہے
 می توانید رفت۔ کہ تیسری جگہ نہ جانا۔ اس حالت میں تم کیونکر جا سکتے ہو

شیخ عبدالحق؟

”فقیر نیت کردہ است کہ از ہاں راہ بغداد فقیر نے یہ نیت کی ہے کہ اُسی راہ سے بغداد جوتا
 رسیدہ، بہندوستان رود۔ چہ ایں راہ و ہواہندوستان جائے جیسی یہ راہ ویسی وہ راہ
 چہ آں راہ۔ پس گویا جائے ثالث زفتہ“ لہذا اس کو تیسری جگہ جانا کیونکر کہا جا سکتا ہے۔
 شیخ عبد الوہاب؟

ایں چنیں اگر کیند درست است۔ اما می اگر ایسا کرو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن کیا یہ ممکن
 توانید کہ در بغداد یک ماہ یا چہل روز ہو کہ تم بغداد میں صرف ایک ماہ یا چالیس روز
 باشید۔ بعدہ از انجا بر آئید۔ نمی توانید۔ قیام کرو اور پھر وہاں سے ہندوستان کو روانہ ہو
 ایں نسبت کہ شام بجانب ایشاں دا دید بر آید جاؤ۔ نہیں۔ حضرت غوث اعظم سے تمہاری نسبت
 شام از آں جا مشکل است نمی توانید از انجا کو دیکھتے ہوئے تمہارا وہاں سے نکلنا مشکل ہے۔
 برآمد۔ سفر ممتد می شود۔ جماعہ شامدار انتظار نتیجہ یہ ہوگا کہ سفر طویل ہو جائیگا اور تمہاری حالت
 ہلاک می شوند و ایذا می کشند۔ انتظار میں تہا ہو جائیگی اور ایذا اٹھائیگی۔

شیخ عبدالحق؟

”توبہ فرمائی کہ درہم بہ خیریت بندہ است دعا کیجیے کہ جو کچھ بندے کے حق میں بہتر ہو وہی
پیش آید۔
ظہور میں آئے۔

شیخ عبدالوہاب :-

ان شاء اللہ تعالیٰ خیریت است استخارہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہتری ہوگا، استخارہ کر لو۔ اب
بکنید۔ انکوں در نظام خود خیریت منحصر است بظاہر خیریت اسی میں نظر آتی ہے کہ اپنے وطن
در آنکہ بخانہ خود روید۔
واپس جاؤ

شیخ عبدالحق کو اور زیادہ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اس وقت خاموش ہو گئے۔ دوسرے
دن موقع پا کر پھر اس گفتگو کو چھیڑا۔
شیخ عبدالحق :-

”شیخ عبداللہ بیانی ... فرمودہ است شیخ عبداللہ بیانی نے فرمایا ہے کہ طالب طہارت
کہ اس شرط طالب ماہ آں است کہ باند کے لیے یہ جانا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ کے حق
کہ پہنچ حقے از حقوق بالاتر از حق باری تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کا حق نہیں ہے اور اس کی معرفت
نہیں۔ ویشتر از تحصیل معرفت وے سبحا حاصل کرنے سے زیادہ کسی کا حق اس کے ذمہ
تعالیٰ پہنچ کس را بر مے حقے نیست خواہ نہیں ہے۔ ماں باپ ہوں یا بیوی بچے سب
مادر و پدر باشند یا زوجه و فرزنداں۔ ترک کو چھوڑ دے اور معرفت الہی کی طلب اور تکمیل
ہمہ باید بود و تکمیل نفس باید کرد نفس کی کوشش جاری رکھے۔

شیخ عبدالوہاب نے یہ گفتگو سن کر کچھ دیر توقف کیا۔ پھر فرمایا :-

ایں جنس خود نیست کہ ایشاں گفتہ اند حقوق جو شیخ موصوف نے کہا ہر وہ صحیح نہیں۔ حقوق
شرع ہمہ حقوق اللہ اند۔ و رعایت آں شرع سب کے سب حقوق اللہ میں داخل ہیں
مورث معرفت حق تعالیٰ و موجب قرب اور ان کا خیال رکھنا معرفت اور قرب الہی کا
رضائے دے تعالیٰ است۔ اگر از طلب حق سبب ہے۔ البتہ اگر وہ لوگ طلب حق در دین اسلام

درین اسلام مانع آیند آں دیگر است“ سے مانع ہوں تو دوسری بات ہے۔

شیخ عبدالحقؒ :-

”دیگر ہمیں ہزرگ گفتہ است کہ طلب رزق انہیں بزرگ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ طلب رزق

و کسب معیشت نہاید کرد۔ زیرا کہ حق تعالیٰ اور تلاش معاش نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ حق

گفتہ است: فَنَحْنُ نَرْزُقُكَ وَاِنَّ اللّٰهَ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَنَحْنُ نَرْزُقُكَ (ہم تجھے

ہو الرزاق ذو القوة المتین) رزق دیتے ہیں)

شیخ عبد الوہاب :-

”ایں مسئلہ مختلف فیہ است تفصیلے دارد۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اور تفصیل کا محتاج ہے۔

مطلق نیست۔ بشیبت تجرد ہر دو طریق قرب مطلق طلب رزق ممنوع نہیں ہے تعلق اور تجرُّد

دو اصول است دونوں طریقوں سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے

شیخ عبدالحقؒ کی عجیب حالت تھی۔ شیخ کے سامنے سوراہے کے خوف سے زیادہ گفتگو نہ

کرتے تھے، اور تعمیل حکم میں کوتاہی کرنے کو بھی جی نہ چاہتا تھا، لیکن جب تنہا ہوتے اور واپسی

کے متعلق سوچتے تو دل گھبرانے لگتا۔ فرماتے ہیں :-

”چوں ایں فقیر بہ منزل خود می آمد و تنہا می جب فقیر فیا مگاہ پر آتا تھا اور اکیلا ہوتا تھا

بود، بخود قرار می داد کہ بہ ہندوستان نرود تو دل میں طے کر لیتا تھا کہ ہندوستان نہ جاؤں

و مطلق ایں عزیمت فرم نمود۔ اور واپسی کا ارادہ بالکل نسخ کر دیتا تھا۔

اس کے بعد کئی بار بغداد کے سفر کا ذکر آیا۔ شیخ عبد الوہاب متقیؒ نے ہر مرتبہ یہی مشورہ دیا کہ وطن اپس

جانا چاہیے۔ شیخ دہلوی اس کے لیے کسی طرح راضی نہ تھے۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ بغداد چلے

جائیں یا پھر شیخ عبد الوہابؒ ہی کی خدمت میں رہیں۔ ایک دن شیخ نے وطن جانے کے لیے کہا تو

عرض کیا کہ حضور کی صحبت سے مجھے روزانہ فوائد حاصل ہوتے ہیں، یہیں رہنے دیا جائے

منسرایا :-

”اکنوں فائدہ شمارین است کہ بوطن خود اب تمناے لیے یہی بہتر ہے کہ وطن جاؤ اور
بروید و اہل حقوق را بملاقات خود مسرور جن لوگوں کے تم پر حقوق ہیں ان کو اپنے دیراً
سازید، ایں نیز عبادت است سے مسرور کرو کہ یہ بھی عبادت ہے۔

اسن بہم تقاضہ سے مجبور ہو کر شیخ عبدالحقؒ نے ہندوستان کو واپس ہو جانے کا ارادہ کر لیا۔ آخر
شعبان ۹۹۹ھ میں طائف جا کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مزار کی زیارت کی۔ پھر مہمان
کے آخر تک شیخ عبدالوہابؒ کی خدمت میں رہے۔ شوال میں عازم ہندوستان ہو گئے۔
حجاز سے روانگی کے وقت اُن کی حالت یہ ہو گئی کہ

”جیرتے در وقت پیش آمد کہ ایں ہمہ خواب و خیالے بود کہ گذشت و چناں نمود کہ یک

روز ایں جا اقامت نہ نمود و بود“ لے

آنکھوں میں آنسو اور دل میں یہ شعر لیے لے

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

وہ اس مقدس سرزمین سے رخصت ہوئے جہاں تین سال قبل وہ ایک نہایت ہی
والہانہ انداز میں داخل ہوئے تھے۔ اور جہاں ان کو وہ دولت ملی تھی جس پر دنیا کی تمام
دولتیں نثار کی جاسکتی تھیں۔ — صحیح مذہبی وجدان، بلند فکری فکر و نظر، احساس فرائض
اور دل دردمند۔

شیخ عبدالوہابؒ نے رخصت کرتے وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک پیران
مبارک عنایت فرمایا، اور ہدایت کی کہ :

”بیکار نباشید۔ و از نیجاں بہادار انواران شاد اللہ متوالی خواہد بود“

شیخ عبدالحقؒ ابھی جدہ میں ہی تھے کہ انہوں نے ایک ایسا ”خریطہ“ بھیجا جس کو انہوں نے
عرصہ تک استعمال کیا تھا۔

لے زاد المتقین (قلمی)

باب دہم (۱۰) شیخ محدث ہندستان میں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ میں ہندوستان واپس آئے۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:-
 "ولعل للملوك قد تشرّف بكم في اور یہ غلام شاید اس مقام شریف میں آپ کی زیارت
 ذلك المقام بل قد بطن انجاء سے مشرف ہو چکا ہے۔ بلکہ ایسا خیال ہوتا ہے کہ
 معكم في المراكب الهندية منتهى تشرّف میں آپ ہی کے ساتھ ہندوستانی کشتیوں
 الف" لہ پر واپس آیا ہے۔

یہ زمانہ وہ تھا جب اکبر کے غیر متعین مذہبی افکار نے دین الہی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ملک
 کا سارا مذہبی ماحول خراب ہو چکا تھا۔ شریعت و سنت سے بے اعتنائی عام ہو گئی تھی۔ دربار
 میں اسلامی شعار کی کھلم کھلا تنجیک کی جاتی تھی۔ اگر ملا عبدالقادر کے بیانات کو ایک متعصب
 ملا کے نظریات قرار دے کر قابل اعتناء نہ سمجھا جائے، تب بھی بعض ایسے قطعی تاریخی شواہد
 موجود ہیں جن کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکبر کے دل میں اسلام کی عظمت قائم نہیں
 رہی تھی۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں اس کے اقوال "می فرمودند" کے عنوان سے جمع کیے
 ہیں۔ اُن میں متعدد جگہ "کیش احمدی" کہہ کر فتنہ اسلامی کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

کسی نے سچ کہا ہے۔ الناس علیٰ دین ملوکھم۔ بادشاہ کی اس بے راہ
 روی نے عوام کی زندگی پر بھی اثر ڈالا۔ حد یہ ہے کہ مدرسے اور خانقاہیں تک اس کے مسموم
 اثرات سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ صوفیہ نے شریعت کو طریقت سے علیحدہ کر کے اپنے غیر شرعی

لہ المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۰۰ ۲۰۱ آئین اکبری۔ ص ۲۲۳ وغیرہ۔

اعمال کا جواز تلاش کر لیا۔ علماء سود نے فقہ کو اپنی بہانہ جو فطرت کا آلہ بنایا اور حیلہ بازی کا وہ دوسرا شروع ہوا کہ بقول ملا عبدالقادر بدایونی

حیل بنی موسیٰ پیش آن شرمنده^۱

شیخ محدث ہندوستان کے ان روح فرسا حالات میں حجاز سے واپس آئے۔ چار سال قبل ان ہی حالات سے بد دل ہو کر انہوں نے ہندوستان کو خیر باد کہا تھا۔ لیکن اب خود ان کی حالت بدل چکی تھی پہلے وہ ان گمراہیوں کی مدافعت کا سامان اپنے اندر نہ پاتے تھے۔ اس لیے مایوسی اور بددلی نے ان پر قابو پا لیا تھا۔ اب ان کی راہ عمل متعین ہو چکی تھی۔ علوم دینی کا بے پناہ سرمایہ ان کے سینے میں تھا۔ اور اسی سے مذہبی انتشار کو دور کرنے کے لیے انہیں حجاز کا کام لینا تھا۔

حجاز سے واپسی پر شیخ عبدالحقؒ نے دہلی میں مسند درس و ارشاد بچھادی۔ شمالی ہندوستان میں اس زمانہ میں یہ پہلا مدرسہ تھا جہاں سے شریعت و سنت کی آواز بلند ہوئی۔ اس مدرسہ کا نصاب تعلیم دوسری درس گاہوں سے بالکل مختلف تھا۔ یہاں قرآن و حدیث کو تمام علوم دینی کا مرکزی نقطہ قرار دے کر تعلیم دی جاتی تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

نہ ششم نہ شب پرستم کہ حدیث خراب گویم^۲

اخبار الاخیار میں شیخ محدثؒ نے درس و تدریس میں اپنی مشغولیت کا ذکر نہایت کسر نفسی سے اس طرح کیا ہے۔

..... زیادہ تر ازاں محنت و ریاضت می کشم و مشغولی تعلیم و افادہ معاذ اللہ ملکہ تعلیم

۱۔ مخدوم الملک نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے جو حیلہ تلاش کیا تھا وہ بدایونی کی زبان سے سنیے :
”در آخر ہر سال مجموعہ خزانہ خود را بہ منکوحہ می بخشید و پیش از حولان حول کامل استرداد می نمود“

مختب التواریخ - ج ۲ - ص ۲۰۳

۲۔ مختب التواریخ ج ۲ ص ۲۰۳ ۳۔ المکاتیب والرسائل - ص ۲۰۲

و استفادہ بسر می برم، در زاویہ غیبت افتادہ و دل بامیدواری نہادہ با ہیچ کس از نیک بُد
کار سے نہ۔ و از ہیچ آفریدہ بردل غبائے نہ و از مصاحبت این و آن فارغ بالم بلکہ از خود
زبد و عمر و کہ در تراکیب نخود کور شود نیز در طالم۔ رباعی

صد شکر کہ با ہیچ کس کار سے نیست و از من بدل ہیچ کس آزار سے نیست
گر بردل دشمنان بار سے ہست بر خاطر دوستان من بار سے نیست

درس و تدریس کا یہ ہنگامہ شیخ محمد شافعی نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک برپا رکھا۔ ان کا
مدرسہ دہلی ہی میں نہیں، سائے شمالی ہندوستان میں ایک امتیازی شان رکھتا تھا۔ سیکڑوں
کی تعداد میں طلباء استفادہ کے لیے جمع ہوتے تھے اور متعدد اساتذہ درس و تدریس کا کام انجام
دیتے تھے عبدالحکیم دلاہوری نے لکھا ہے :-

..... از سلامت قومی با انواع طاعات و ریاضات و تعلیم و تالیف و تصحیح بیان

ایام شباب می پردازد۔ از اعقاب او ہفت تن تحصیل علوم رسمیه نمودہ با فادہ مشغول اند

شیخ محمد شافعی کا یہ دارالعلوم اُس طوفانی دور میں شریعت اسلام اور سنت نبویؐ کی سب سے بڑی
پشت پناہ تھا۔ مذہبی گمراہیوں کے بادل چاروں طرف منڈلائے مخالف طاقتیں بار بار
اس دارالعلوم کے بام و در سے آکر ٹکرائیں، لیکن شیخ محمد شافعیؒ کے پائے ثبات میں ذرا بھی خلیش
پیدا نہ ہوئی۔ اُن کے عزم و استقلال نے وہ کام انجام دیا جو ان حالات میں ناممکن نظر آتا تھا۔

ہولے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

وہ مرد ہشیار جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

ابو النخیر مبارک کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ انسان کی زندگی کے تین درجے

ہیں۔ خوردی، جوانی اور پیری۔ جوانی "خلاصہ عمر" ہے۔ اس میں انسان کو پورے انہماک اور

جوش و خروش کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ فرماتے ہیں :-

”اگر توفیق رفیق سعادت گردد کار سے میتواں کرد و بکے میتواں برادر اگر توفیق کار یافت

و عروس مراد در کنار گرفت حاصل المقصود“ ۱۵

خود اپنی جوانی انہوں نے جس طرح گزاری تھی اس کی بابت بھی سن لیجیے :-

”تمام عمر پر پیاہنت و مجاہدہ و غم و محنت و ناکامی گزشتہ ۱۵

من ندانم کہ زندگی کافی چیت کامرانی چہ و جوانی چیت

روزگاہے خوشی کرا گویند دل خوش در جہاں کجا جویند

وصل با کام دل چہ می باشد کامیاب از جہاں کہ می باشد

آنکہ او دید چہرہ مقصود کیست در عالم کہ خواہد بود

آنکہ مقصود یافت در عالم کہ بود رہنا بہ اعلم“ ۱۶

شیخ محدث جس طرح شب و روز کام میں مشغول رہتے تھے، اسی طرح یہ بھی چاہتے تھے

کہ اُن کے وابستگان، عقیدتمند اور متعلقین بے کار نہ بیٹھیں۔ وہ دقت کی قدر کریں اور سرگرم

عمل رہیں۔ ایک خط میں اعلان کرتے ہیں :-

”آدمی را دریں کار خانہ برائے کار آسریہ اند“ ۱۷

اور یہ مصرعہ اور شعر پڑھتے ہیں :-

ع مزد او گرفت جان برادر کہ کار کرد

کار کن کار و بگذرا ز گفتار کا ندیس راہ کار دار دکار

شیخ محدث ”گو مولانا عبدالوہاب متقی“ کے اصرار سے مجبور ہو کر ہندوستان تشریف لے

آئے تھے، لیکن سرزمین حجاز سے اُن کو جو محبت اور تعلق تھا اُس میں کسی طرح کمی نہ آئی۔ اور اُن

کی تمنا یہی رہی کہ وہ حجاز کو واپس چلے جائیں اور دیار رسولؐ میں سکونت اختیار کر لیں۔

وصیت نامہ میں نہایت حسرت کے ساتھ انہوں نے یہ فقرہ لکھا ہے :-

اللھم ادر ذقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک

اے میری تیری راہ میں شہادت نصیب ہو اور میرے موت تیرے رسول کے شہر میں ہو

شیخ فرید کے نام ایک خط میں اپنی اس تمنا کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :-

"... چوں جوانی بود و توفیق رفیق شدہ و زاد و را حلق شوق بہم رسیدہ بود بہ شوق رفت

و بدوق ماند و سلامت آمد و بھنود نشست، اکنون می بینم باز آن سودا غلبہ می آرد و باعثہ محبت

آن مقامات جوش می زند کہ یا الہ العالمین اگر یک بار دیگر مددے کنی و بمقام قربت رسائی

چہ شود، ایچ وقت بے این اندیشہ و خالی ازیں خیال نیست تا در پردہ غیب چھیت و

ارادت الہی ہر چہ رفتہ است الا آنکہ در آن بار اول از قید تدبیر و مصلحت نبوشی عاقبت

کار اندیشی مطلق برآمدہ بود و چیزے از انچہ نافع عزیمت و موجب توقف گرد گرد سراپردہ

خیال نمی گشت، الآن مجتہد و خواہشے وارد و صلاح وقت خود دماں می اندیشد و مصلحت

حال در آن می بیند کہ بقیہ عمر صرف خدمت آن آستانہ گرد، از پریشانیہائے این بیار و

بیگانگیہائے اہل این روزگار برآمدہ در مقام جمعیت و آشنائی جایا بدے

شیخ نورالحق کو بھی ایک خط میں انہوں نے اپنی اس دلی خواہش کی اطلاع دی ہے۔ اور بتایا ہے

کہ کس طرح وہ بے چین ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دیں، آنحضرت کی زیارت کریں، مقام ابراہیم میں

دو گناہ ادا کریں، آب زمزم پیں، حرم میں بیٹھیں، طواف کعبہ کریں۔ وغیرہ وغیرہ۔ کہتے ہیں:

"اے کاخِ آن سوا کم گداختہ باز گید کہ در رخ و شش ماہ برونہ باز آیند، این جوش کہ دریں

ایام سینہ پدہ تراست اگر موسم می بود میدیدی کہ چہ میکردے

باب یازدہم

شیخ محدث کے روحانی مرشد

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور جس فضا میں پرورش پائی اس پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ اس ماحول سے متاثر نہ ہوتے۔ چنانچہ بچپن ہی سے اُن میں عبادت و ریاضت کی لگن پیدا ہو گئی۔ ابتدائی زمانہ میں جس طرح وہ عبادت کرتے تھے اس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ اُن کا یہ مذہبی جذبہ عمر کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا، یہاں تک کہ تصوف کا رنگ پوری طرح اُن پر چڑھ گیا۔ نظام الدین احمد بخشی نے لکھا ہے:-

”امروز در دہلی است در لباس آج کل دہلی میں ہیں اور صوفیہ کے طرز پر زندگی صوفیہ می گزراند“^۱ گزارتے ہیں۔

ملا عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں:-

”در تصوف رتبہ بلند دارد“ تصوف میں بلند رتبہ رکھتے ہیں۔

بلکہ ملا صاحب کا خیال تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے درس و تدریس میں مشغولیت اس لیے رکھی تھی کہ لوگ اُن کو علوم ظاہری کا فاضل سمجھ کر باطنی تعلیم کے لیے پریشان نہ کریں لکھتے ہیں:-

”ستر حال خویش با افادہ و استفادہ علوم ربمید علوم رسمیکہ کے درس و تدریس کو انہوں نے

۱۔ خانی خاں نے لکھا ہے، ”در صلاح و تقویٰ کہ لازم علم با عمل با مست ممتاز بودہ، در ادائے فرض و سنن تا رم و ایس دقت و فرو گذاشت نمود“ ص ۲۴۰۔

۲۔ طبقات اکبری۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۶ ۳۔ منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۱۳۔

می کنند“

اخفاء حال کا ذریعہ بنایا ہے۔

شیخ عبدالحقؒ نے سب سے پہلے اپنے والد ماجد مولانا سیف الدینؒ سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ رسالہ وصیت میں

وَالِدِ مَا جِلَّ بَيْعَتِ

لکھتے ہیں :-

”والدم را بر من حق پیری و اسادی و دوستی میرے والد ماجد کے مجھ پر پیری، استادی، دوستی و پیری جمع است“ اور پیری کے حق جمع ہیں۔

شیخ سیف الدین کا یہ حال تھا کہ پہروں اپنے نو عمر فرزند کو آغوش میں لیے بیٹھے رہتے تھے اور اس کے سینہ کو علوم باطنی سے معمور کرنے کے لیے بچپن رہتے تھے شیخ عبدالحقؒ نے ”مکتب عشق“ کا پہلا درس اپنے باپ ہی سے لیا تھا۔ اس کے بعد باپ نے حکم دیا کہ سید موسیٰ گیلانیؒ کے حلقہ مریدین میں شامل ہو جاؤ سعادت مند فرزند نے اس حکم کی تعمیل بھی بسر و چشم کی۔ فرماتے ہیں :-

”بامر پدر مرید حضرت سیدی سندی کلیم الہی والد ماجد کے حکم سے میں نے حضرت سیدی الشیخ موسیٰ گیلانیؒ ام“

سندی شیخ موسیٰ گیلانی سے بیعت کی۔

حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ قادریہ سلسلہ کے مشہور و معروف بزرگ مخدوم سید حامد المعروف بہ حامد گنج بخش (المتوفی ۱۰۹۷ھ) کے فرزند ارجمند

حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ

اور خلیفہ راستین تھے۔ مخدوم سید حامدؒ کے متعلق شیخ محدثؒ کا بیان ہے :-

”مخدوم شیخ حامد بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ علی بن شیخ عبدالرزاق بن سید عبدالقادر

عبدالقادر محسنی الجیلانی صاحب سجادہ خاں احسنی الجیلانی صاحب سجادہ برحق اور خلیفہ

و خلیفہ مطلق حضرت غوث الثقلینؒ بود، بزرگ مطلق حضرت غوث الثقلین کے تھے بزرگ

و عالی شان در رفیع المکان مظهر کبریا و جلال عالی شان و رفیع المکان مظهر کبریا و جلال

۱۔ منتخب التواریخ۔ جلد ۳ ص ۱۱۴۔ ۲۔ وصیت نامہ قلمی

و صاحب تصرف و کرامت و عظمت بہت نصرت و کرامت و عظمت و اہست و جلالت
 و جلالت بہتے بس عالی داشت مقامے تھے بہت ان کی بہت عالی اور مقام بہت
 بس بلند از متاع دنیا دی از ہر قسم کہ تصور کنند بلند تھا۔ دنیا کے اسباب میں سے کل چیزیں
 قسط وافر و حاصل بود لیکن ہرگز مالک نصاب ان کے پاس موجود تھیں لیکن کبھی نصاب کے
 نامی کہ شرط و جوہر زکوٰۃ باشد نشدہ۔ بے مرید جس سے زکوٰۃ واجب ہو مالک نہ تھے اور مرید
 جد خود ست شیخ عبدالقادر ثانی قبولے عظیم اپنے دادا کے ہیں۔ شیخ عبدالقادر ثانی نے اپنے
 داشت و در زمان خود کوس بزرگی و مشیخت زمانہ میں نقارہ بزرگی و مشیخت اس سلسلہ کا خوب
 و خلافت اس سلسلہ علیہ میزد۔۔۔۔۔ شیخ حلد بجایا اور خلعت میں قبول عظیم رکھتے تھے جو شیخ
 در حالت حیات خود امر خلافت و سجادہ نشینی حامد نے اپنی حیات ہی میں اپنے صاحبزادہ کو امر
 را بولد شریف خود سپرد یعنی شیخ موسیٰؑ۔ خلافت و سجادہ نشینی سپرد کر دیا تھا۔

شیخ حامد کے وصال کے بعد ان کے بیٹوں شیخ موسیٰ اور شیخ عبدالقادر میں سجادہ نشینی کے مسئلہ
 پر جھگڑا شروع ہوا۔ اور عرصہ تک چلتا رہا۔ شیخ موسیٰ، اوچہ چھوٹ کر دہ بار میں آگئے اور یہاں اکبر نے
 ان کو پانسو کا منصب دیا۔

شیخ موسیٰؑ اتباع شریعت و سنت میں مشہور تھے۔ لکھا ہے :-

”در خلق و خلق و ارث حضرت نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم“

علامہ ابوالوئی کا بیان ہے کہ مذہبی معاملات میں وہ بادشاہ کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اگر وہ
 بادشاہ کے حضور میں ہوتے اور نماز کا وقت ہو جاتا تو دیوان خانہ میں خود اذان دے کر
 نماز باجماعت شروع کر دیتے تھے، اور کسی کو ان کے روکنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لکھا ہے :-

۱۰ اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۰۔ اردو ترجمہ ص ۲۹۵۔ ۲۹۶

۱۱ ”در بیان شیخ عبدالقادر و شیخ موسیٰ برادر خورشید سالہائے دراز بر سجادہ مشیخت مناشہ افتاد“

مختب التواریخ۔ جلد سوم ص ۹۱۔

۱۲ مختب التواریخ۔ جلد دوم ص ۴۰۴ ۱۳ اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۱

در حضور پادشاہ و رعینا دیوان خانہ خاص و عام اگر وقت نمازی رسید خود اذان گفتہ نماز پختہ

خلیفہ وقت بجاعت میگذارد و سیکس چیزے نمی توانست گفت ۱۰

شیخ موسیٰ قادریہ سلسلہ کے عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ شیخ محدث کا بیان ہے :-

”وے دریں سلسلہ علیہ عالیہ (یعنی سلسلہ قادریہ) مطلع انوار و مہبط اسرار مجلی بود و

جمال صورت و معنی داشت ۱۱

شیخ موسیٰ کی صحبت میں بڑی کشش تھی۔ جو ان کے پاس پہنچ جاتا تھا ان ہی کا ہو جاتا تھا۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ وہ اس حدیث کے معداق تھے۔

کانت فی عینی موسیٰ ملاحظۃ من موسیٰ کی آنکھوں میں نمکینی تھی جو ان کو دیکھتا

راہ آحبہ ۱۲ تھا ان سے محبت کرتا تھا

شیخ محدث نے اخبار الاخیار میں دو بزرگوں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ موسیٰؒ کے تذکرہ میں انشا پر دازی کا پورا زور صرف کر دیا ہے اس کا ایک ایک حرف عقیدت و ارادت میں ڈوبا ہوا ہے۔ شیخ موسیٰؒ کا تعارف اس طرح کرانے کے بعد —
 کسیکہ قدم بر قدم مصطفیٰ بود سعادت آن سراسر است کہ پائمال او گردد ۱۳
 فرماتے ہیں —

”اگر دیگران قطب اندا و قطب الاقطاب است و اگر ایشان سلاطین و سلطان

السلاطین بھی الدین کہ دین اسلام زندہ گردانید ۱۴

یہ دونوں جملے شیخ محدثؒ کی اپنے پیرومرشد سے عقیدت کی وجہ پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ شیخ موسیٰؒ (۱) قدم بر قدم مصطفیٰ بود (۲) دین اسلام زندہ گردانید۔ خود شیخ محدثؒ کی زندگی ان ہی دو جملوں کی تفسیر ہے۔

۱۰ منتخب التواریخ جلد سوم ص ۹۲ ۱۱ رسالہ وصیت (قلی)

۱۲ اخبار الاخیار ص ۲۰۱ ۱۳ ایضاً ص ۲۰۴ ۱۴ ایضاً ص ۳۰۴

نگے جل کر شیخِ محدث خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔

”برسرِ نبی نفسے را فرستاد کہ نفسِ او ماند“ میرے واسطے ایک عیسیٰ نفس کو بھیجا جن کا ہر
 بود از آسمان معرفت نازل و باعثِ عید سانس آسمان سے نازل ہونے والا ماندہ تھا
 سرورِ اواخرِ اوائلِ موسیٰ مقلمے کہ جمال اور نگے کچیلوں کے واسطے عید و سرورِ موسیٰ
 اونا رست از شجرِ وحدت طالع و نورے مقام جن کا جمال شجرِ وحدت کی نار اور حقیقت
 از جانبِ حقیقت طورِ لامعِ خلیل کہ کا نور ہے، خلیلِ خلعت جن کا رخسارہ زیبا
 رخسارہ زیبائش گلزارِ بوستانِ خلعت و گلزارِ بوستانِ خلعت اور گلستانِ دین و ملت ہے
 گلِ گلستانِ دین و ملت ست، مصطفیٰ مصطفیٰ جمال کہ جن کا دامن نمکداں خانِ انا
 جمالے کہ دامنش نمکداں خوانِ انا المصالح اور جن کی زبان تبیانِ قرآن انا الفصح
 و زبانش تبیانِ قرآن انا الفصح ست، مرقا ہے۔ تفسیٰ کمال جن کا دل مدینہ علم
 کما لے کہ لکھنؤ باب مدینہ علم و فتوح و بر و فتوح ہے اور دامن کے خمیر دل پر ابواب
 خمیرِ مژ ابواب اسرار و کشف مفتوح، اسرار و کشف مفتوح ہیں۔ حسن سیرت
 حسن سیرتے وارثِ مرتبہ و انک لعلی وارثِ انک لعلی خلق عظیم و نائب
 خلق عظیم و نائب منصب بالموئنین منصب بالموئنین سرؤف رحیم
 سرؤف رحیم سریرتے کہ مصدق حسین سریرتے جن کے مصداق آیتِ تطہیر
 و بطہر کہ تطہیر آدم و مصداق الالمودہ ہے اور مصداق الالمودہ فی القربی
 فی القربی شد زین العابدین امام الصادقین زین العابدین و امام الصادقین السید النقی
 السید النقی المتقی والعلوی العلی المہدی المتقی والعلوی و العلی المہدی سہی کلیم اللہ
 سہی کلیم اللہ و محبوب حبیب اللہ۔ و محبوب حبیب اللہ۔

رُبَّ سَاحِی

احمد خوں کے کہ عالم بندہ دوست یوسف روئے کے کہ ماہ شرمندہ دوست

عیسیٰ نفسے کہ جان و دل زندہ دوست موسیٰ کہ لقاے دوست خواہند دوست
جب تعریف کرتے کرتے تھک جاتے ہیں تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں ۷

حقا بیان شوق بیایاں نمی رسد

کوتاہ ساز قصہ دور و دراز را ۷

شیخ محدثؒ ۱۔ شوال ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء) کو حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ کے دامن سے وابستہ
ہوئے تھے۔ شیخ نے اُن پر خاص توجہ فرمائی اور اُن کو خلافت سے بھی نوازا۔ خود فرماتے ہیں:
”غایت محبت بمن داشت، و مرا بفرزند قبول کرد، و تلقین نمود خلافت داد“ ۷

شیخ عبدالوہاب متقیؒ انادت
کہ معظمہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے استاد شیخ
عبدالوہاب متقیؒ سے بھی بیعت کی تھی۔ فرماتے ہیں:-

”بعد شرف یابی از سید موسیٰ گیلانیؒ کہ رفتم و بہ خدمت شیخ ولی اجل اعز و اکرم قطب
الوقت عبدالوہاب متقی رضی اللہ عنہ مشرف شدم۔ وے نیز مرا قبول کرد۔۔۔ و علم ظاہر
و باطن تربیت فرمود۔ و وے در انتساب قادری و در سلوک و ارشاد شاذلی و از سلسلہ
درنیہ و چشتیہ کہ از راہ بالا بجناب ولایت مآب شیخ مود و چشتیؒ می رسد نیز خلافت داشت

مرا نیز بخلافت این سلاسل مشرف گردانید“

شیخ عبدالوہاب متقیؒ شیخ علی متقیؒ کے شاگرد، مرید و خلیفہ تھے۔ شیخ علی متقیؒ نے بچپن میں
شاہ باجن چشتیؒ سے جو بُرآن پور کے مشہور مشائخ میں تھے۔ بیعت کی تھی اس کے بعد جب
سن بلوغ کو پہنچے تو شیخ عبدالحکیم بن شاہ باجن چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے چشتیہ
سلسلہ میں خلافت حاصل کی۔ پھر حرمین شریفین چلے گئے۔ وہاں شیخ ابوالحسن بکری قادری
کی صحبت میں رہے، اور شیخ محمد بن محمد بن سخادیؒ سے خاندان قادریہ کی خلافت حاصل کی۔

۱۔ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۵۔ اردو ترجمہ۔ ص ۲۳۴-۲۳۵ ۲۔ ایضاً۔ ص ۳۰۷

۳۔ رسالہ وصیت (قلمی) ۷ ۴۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو ”گلزار ابرار“۔ ص ۲۶۵۔

علاوہ ازیں شیخ سخاویؒ ہی سے شاذلیہ سلسلہ کی اجازت حاصل کی۔ اور سلسلہ مدنیہ کا فرقہ پایا
 شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے اس طرح پر اپنے مرشد سے حشقیہ، قادریہ، شاذلیہ اور مدنیہ
 چاروں سلسلوں کی خلافت انہوں نے اپنے عزیز ترین مرید اور شاگرد شیخ عبدالحق دہلویؒ کو
 بھی عنایت فرمائی۔

شاذلیہ سلسلہ میں دعائے حزب البحر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور اس سلسلہ کی باطنی
 تعلیم کا بیشتر حصہ اسی سے متعلق ہے شیخ عبدالحق دہلویؒ جب ہندوستان کو روانہ ہونے لگے
 تو شیخ عبدالوہابؒ نے ان کو حزب البحر کی مخصوص اجازت سے سرفراز فرمایا۔
 شیخ محدث نے الرسالة السابعة والخمسون فی ذکر الاحوال والاحوال منقبہ علی رعایۃ
 طریق الاستقامۃ والاعتدال میں ان اوراد کی تفصیل دی ہے جس کی اجازت شیخ عبدالوہاب متقیؒ

۱۔ شیخ ابو الحسن علی بن عبداللہ شاذلیؒ (المتوفی ۵۶۵ھ، حالات کے لیے ملاحظہ ہو Ency. of Islam
 جلد چہارم، ص ۲۳۰-۲۳۱، A. Coeur کا مضمون اس سلسلہ کے بانی ہیں۔ سولانا جامی نے ان کا ذکر نفحات
 الانس (۱، ۲، ۳) میں کیا ہے۔ مصر، البحر یا اورٹونیسیا میں یہ سلسلہ خوب پھیلا۔ اور کثیر تعداد میں لوگ اس میں شامل
 ہو گئے۔ D. S. Margoliouth نے Ency. of Islam (جلد چہارم، ص ۲۳۰-۲۳۱) میں اس سلسلہ کے اصولوں اور نشوونما پر مضمون لکھا ہے وہ بہت دلچسپ ہے، وہ مطالعہ کے قابل ہے
 ۲۔ مدیر سلسلہ، شیخ ابو یوسف تنجب الحرانی بر ختم ہونا ہے

۳۔ دعائے حزب البحر، شیخ ابو الحسن شاذلیؒ کی تصنیف ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ عجائب الاسفار
 جلد اول، ص ۲۱-۲۲ میں اس کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے: "جب شیخ مذکور حج فرمایا کرتے اور براہ مصر
 اور بحر جدہ ہو کر تشریف لیجا یا کہتے اور کشتی پر سوار ہوا کرتے اور روز اذان اس دعائے حزب البحر کو پڑھ لیا کرتے۔
 چنانچہ آپ کے سلسلہ کے لوگ روز اذان تک اس کا ورد رکھتے ہیں (ص ۲۱) کشف الظنون (جلد سوم، ص ۱۱)
 میں اس دعا کے اثرات تفصیلی بحث کی گئی ہے شیخ محدث نے راویان میں وہ حالات بھی بیان کیے ہیں
 جن میں شیخ شاذلیؒ نے دعا حزب دی تھی۔

۴۔ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ خلعت کہتے، فت شیخ عبدالوہابؒ نے پوچھا، کہ حزب البحر شاذلیہ کا
 منہ ہست گفتہ ہست۔ لیکن اگر ملازمت شاذلیہ کردہ شود سعادتے دیگر امت کہ با عادیہ مینون گردیدہ،
 نیز ملاحظہ ہو، المکاتیب والرسائل، ص ۲۸۲-۲۸۳، نیز ص ۱۸۱۔

۵۔ المکاتیب والرسائل، ص ۲۸۲-۲۸۳۔

نے ان کو عنایت فرمائی تھی۔

ان اعمال و اوراد سے قطع نظر شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے یہ حقیقت بھی شیخ عبدالحقؒ کے ذہن نشین کرائی کہ دعوت و اصلاح بھی روحانی ترقی کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

در وقتیکہ حضرت قطب الوقت شیخ عبدالوہاب	جس وقت حضرت قطب الوقت شیخ
متقی قدس اللہ روحہ ایں فقیر را بہمت	عبدالوہاب متقی قدس اللہ سرہ نے اس فقیر کو
اجازت اذکار و دعوات و احصار مشلح	اذکار و دعوات و احصا مشلح سے مشرف
مشرف ساختند فقیر پر سید کہ دعوت ہم	فرمایا تو فقیر نے پوچھا کہ کیا دعوت بھی قربت
طریق قرب و مول حق میباشد فرمودند	حق تعالیٰ کا ذریعہ ہے۔ فرمایا۔ کیوں
چرا نباشد؟ لے	نہیں!

پھر شیخ عبدالوہابؒ نے دعوت و اصلاح کے کام کی نوعیت بتائی۔ اور سمجھایا کہ لوگوں کی جفا و تعاندی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے ہی میں روحانی ترقی کا راز پنہاں ہے۔ انسان کو چاہیے کہ مشکلات میں صبر سے کام لے۔ ماحول ناسازگار ہو تو بد دل نہ ہو جائے۔ صبر و استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرے اور دعوت و اصلاح کے کام میں سرگرم رہے۔ فرماتے ہیں:-

بازار رسائی مردم صبر شرط است و صبر	آدمیوں کی آزار رسائی پر صبر کرنا چاہیے مگر
دوطن گذاشتن و ہجرت نمودن زیادہ است	سے ہٹنا اور وطن چھوڑ کر ہجرت کر جانا کہیں
..... دل قوی باید داشت لے	نہیں آیا ہے..... دل کو قوی رکھنا چاہیے۔

رسالہ وصیت میں شیخ عبدالحقؒ دہلویؒ فرماتے ہیں:-

حضرت خواجہ باقریؒ باللہ تعالیٰ متعالیٰ

چوں بہ ہندوستان آمد صحبت افتاد مرا جب ہندوستان واپس آیا تو خواجہ محمد باقریؒ

لے المکانیب و الرسائل. ص ۲۹۷. لے ایضاً ص ۱۹۸

با خواجہ محمد باقی نقشبندی مدتی مشق نسبت
خواجگان کردہ طریقہ ذکر، مراقبہ، و رابطہ و
حضور و یادداشت حاصل نمودہ

نقشبندی کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا
عرصہ تک طریقہ خواجگان کی مشق کی اور ذکر،
مراقبہ، رابطہ، حضور اور یادداشت کی تعلیم
حاصل کی۔

محمد صادق بہدانی نے کلمات الصادقین میں لکھا ہے کہ شیخ محدثؒ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے روحانی اشارے پر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اگر سولہویں صدی کے آخر اور سترہویں صدی کے شروع کی مذہبی اور روحانی تابیخ کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ذات گرامی احیاء سنت اور امانت بدعت کی تمام تحریکوں کا منبع و مخرج تھی۔ ان کے ملفوظات و مکتوبات کا ایک ایک حرف ان کی مجددانہ مساعی، بلند فکری فکر و نظر کا شاہد ہے۔ شیخ عبدالحقؒ لے جب احیاء علوم الدین کا بیڑا اٹھایا تو حضرت باقی باللہؒ کا آفتاب ارشاد نصف النہار پر تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ ان سے کسب فیض نہ کرتے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

”وكان الداعي اليها والمرشد
للمطالبيين في بلدنا هذا الشيخ
العارف الكامل سر الله الاعظم
ونورا لآتم سيدنا ومولانا خواجه
محمد الباقي قدس سره الاصفى و
هو من مشائخنا في هذا الطريق
جزاه الله منا خيرا. ۲۰

۱۔ ان اصطلاحات کی وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو "شعار العلیل ترجمہ قول الجلیل از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۶۱۔ ۶۰۔ ۲۔ المکاتیب والرسائل ص ۲۷۸۔ ۲۷۹

حضرت خواجہ محمد باقیؒ ۹۳۹ھ میں کابل میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد ماجد قاضی عبدالسلامؒ علم و فضل میں ممتاز تھے۔ فقہ و حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ کی خواجہ محمد باقیؒ نے ملا صادق حلوائی سے جو مشہور فاضل تھے تلمذ کیا۔ دورانِ درس میں ایک محذوب نے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا :-

در کنز و ہدایہ نتوان دید حصارا آئینہ دل ہیں کہ کتابے بہ ازیں نیست
اس شعر کا سننا تھا کہ خواجہ صاحب کا دل علوم ظاہری سے گہرا گیا اور مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ عرصہ تک صحرا نوردی کرتے رہے۔ مختلف بزرگوں کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا۔ اور بالآخر ایک روحانی اشارے پر ہندوستان کا رخ کر دیا، اور یہاں آکر نقشبندیہ سلسلہ کے فیض کو خاص عام تک پہنچا دیا۔ خانی خانہ نے لکھا ہے :-

"حضرت خواجہ باقی ہاشم دران عہد از مقتدائے زماں بود، صفات ذاتی و کسبی و خالق

ایشان زیادہ ازاں است کہ بزبان قلم دادہ شود" ۱۷

مکتوبات و ملفوظات کے مطالعہ سے خواجہ صاحبؒ کی جو تصویر ذہن میں آتی ہے اس میں اصولی سختی اور حکیمانہ نرمی کا امتزاج بڑا حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ ان کی فطرت سائنسی کے اُن تمام گوشوں تک پہنچ گئی تھی جہاں اصلاح و تربیت کی ضرورت تھی۔ امراء، صوفیہ علماء، طلباء، سپاہی، تاجر۔ سب کو انہوں نے موعظ اور مصلحت کے مطابق ہدایتیں کیں اور اس انداز میں کہ جس نے اُن کی بات سنی، گناہوں سے آگیا گیا

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے خواجہ باقی ہاشمؒ کے دامن تربیت سے دایستہ ہو کر بہت کچھ حاصل کیا۔ کتاب المکاتیب والرسائل میں مندرجہ ذیل سات خطوط

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ حیاتِ باقیہ۔ ص ۱-۱۲۔ ۲۔ منتخب الطلاب ص ۲۲۰۔

شیخ محمد ثانی نے اپنے مرشد کے نام لکھے ہیں۔

(۱) سلوک طریق الفلاح عند فقد التزبیت بالاصطلاح۔

(۲) اصول الطريقة لکشف الحقیقۃ۔

(۳) تبیین الطريق لاہل الارادة بالتزام وظائف الخیر والعبادة۔

(۴) تنبیہ اہل التہنی بتفاوت حال اللابند والانتہار۔

(۵) تحصیل الکمال الابدی باختيار الفقر المحمدی۔

(۶) قرع الاسماع باختلاف اقوال المشائخ واحوالہم فی السماع۔

(۷) ورود الامداد بالاستقامة علی الاوراد۔

یہ مکتوبات مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے شیخ محمد ثانی کی اپنے مرشد سے عقیدت اور اس زمانہ کے حالات پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ شیخ محمد ثانی نے بعض اہم وقتی مسائل پر ان سے گفتگو کی ہے اور ان کی رہنمائی چاہی ہے۔ لیکن یہ تمام خطوط نہایت حزم و احتیاط سے لکھے گئے ہیں۔ اس لیے پہلی نظر میں ان کا سمجھنا مشکل ہے۔ جتنا ان کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے اسی قدر شیخ کا مفہوم صاف ہوتا جاتا ہے اور ”ستر و کتمان“ کے پردے اٹھتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اخیر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان خطوط کو لکھنے والا مذہبی انتشار پر خون کے آنسو رو رہا ہے۔

خواجہ باقی باللہ نے شیخ محمد ثانی سے ایک مرتبہ رسالہ فقر محمدی کے مصنف اور مضمون کے

متعلق دریافت کیا۔ شیخ محمد ثانی نے ان کے استفسار کے جواب میں جو کچھ لکھا وہ ہندوستان کے حالات پر ایک بصیرت افروز تبصرہ تھا جس میں اس کتاب کی آڑے کر حالات گرد و پیش پر نہایت بالغ نظری کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ پردے پردے میں انہوں نے علم

الحیثیہ احمد بن ابراہیم الواسطی اعزری کی تصنیف ہے۔ شیخ محمد ثانی نے ان کے متعلق لکھا ہے،
ادکبار مشائخ دیار عرب و مقتدا روزگار و در طریق اتباع سنت و تقویٰ و ترویج ایں طریقہ
بہ نظیر وقت خود بود
المکاتیب والرسائل۔ ص ۱۹

بخشید کہ از حوصلہ کاغذ و قلم بیرون است
بجملے از ذوق آل دریں مصرعہ یافتہ می شود
نہادم رومے بر رومے دے و از خوشین رقم
و آن کلمات حقائق آیات دین است
اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من
الظلمت الی النور۔

ہرچہ نوشتنی بود در صحیفہ بسندگان
مخدومی مندرج است زیادہ چہ
نوسیم بارے فرصت و قوت بلکہ
وقت و نفس را غنیمت شمر وہ بمقتضائے
آن زندگانی میباید کرد، دریغ کہ ایں
عاجز گرفتار قوت کار نامزدہ و گرنہ
بتوفیق اللہ ہمیں دو روزہ عمر

دیوانہ وار ماتم باز ماندگی خود میداشت
و زندگانی فداے ایں راہ می کرد۔ حق تعالیٰ
دریں افتادگی نیز در دے و آشوبے
کرامت فرماید کہ کار وہ جہاں خود را
در قبضہ اقتدار ادہادہ از مجموع

گرفتار یہاں فراغے بیاہم۔ آمین یا رب
العلمیں۔ امید از آن برادر آنست
کہ رومے بر خاک نہاد از برائے حصول

و جہ طاری ہوا کہ کاغذ و قلم کے حوصلہ سے
خارج ہو۔ اس ذوق کا نمونہ مجملہ اس مصرعہ
میں پایا جاتا ہے یعنی میں نے اپنا منہ اس کے
منہ پر رکھا اور اپنے آپ سے بے آپے ہو گیا۔
حضور نے جو کلمات حقائق آمیز لکھے تھے وہ یہ

ہیں "اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار ہے کہ
اُن کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی
روشنی میں لاتا ہے" جو کچھ لکھا تھا بندگان
مخدومی نے خط میں لکھا گیا۔ زیادہ کیا لکھوں
ہاں اتنا لکھتا ہوں کہ فرصت اور قوت بلکہ
وقت اور نفس کو غنیمت شمار کر کے اس کے
مناسب زندہ گی کرنی چاہیے۔ افسوس کہ اس
عاجز گرفتار کو قوت کسی کام کی نہیں رہی۔

و گرنہ خداوندی توفیق سے اس دودن کی
عمر میں دیوانوں کی طرح اپنی عاجزی اور
سستی کا ماتم کرتا اور اپنی زندگی کو اس
راہ میں قربان کر دیتا لیکن دعا ہے کہ خدا
تعالیٰ اس عاجزی میں بھی ایسا درداور
آشوب عنایت فرمائے کہ میں اپنے دین و دنیا
کے کاموں کو اس کے قبضہ اقتدار میں سونپ
کر تمام گرفتاریوں سے فراغت پا جاؤں آمین

ایں آرزوئے فقیر از خدا بخوابد کہ یارب اظہر امید ہے کہ تم ہمیشہ خاک مذلت پر عافری
 دعا لعنا ثب للعنا ثب کامنہ رکھ کر فقیر کی اس آرزو پر کامیاب ہونے کی غلہ
 اسرع اجابة آئندہ است۔ سے دعا مانگتے رہو گے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ غائب
 والد عسار لہ کی دعا غائب کے لیے بہت جلد قبول ہوتی ہے والد عسار

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو مندرجہ ذیل سلاسل
 کی خدمت ملی تھی :-

(۱) قادریہ

(۲) چشتیہ

(۳) شاذلیہ

(۴) مدنیہ

(۵) نقشبندیہ

لیکن ان کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا۔ ان کی عقیدت و ارادت کامرکز حضرت
 غوث الاعظم شیخ عیسیٰ الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ بعض وقتی ضروریات اور
 ماحول کے اثرات کی بنا پر دوسرے خانوادوں کے بزرگوں سے استفادہ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے
 لیکن ان کا دل و دماغ کاریشہ ریشہ شیخ جیلانیؒ کے عشق میں گرفتار تھا۔ زبدۃ الآثار منتخب ہجۃ
 الاسرار میں لکھتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضرت غوث الاعظمؒ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
 کے اشارہ پر مرید کیا تھا اور بیعت ہونے کے بعد حضور سرور کائناتؐ نے بزبان فارسی بشارت دی
 تھی کہ "بزرگ خواہی شد"۔

اپنی تصانیف میں جس طرح انہوں نے شیخ جیلانیؒ کا ذکر کیا ہے وہ ان کے جذبات
 عقیدت کا آئینہ دار ہے۔ شیخؒ کا نام آتے ہی ان پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور ان کا

لہ کلمات ایبات۔ ص ۵۴ ۵۵ لہ زبدۃ الآثار (قلبی نسخہ)

قلم فرط مسرت اور جوش عقیدت میں وجد کرنے لگتا ہے۔ اخبار الاخبار میں انہوں نے صرف ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے، لیکن عقیدت کی بنا پر حضرت شیخ جیلانیؒ کے تذکرہ سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ ایک مکتوب میں اپنے نرزد شیخ نور الحقؒ کو لکھتے ہیں:

”مرجع دما دلے ما فیراں ہمہ جناب سید کائنات و خلاصہ موجودات است علیہ افضل الصلوٰۃ

و اکمل التحیات بوسیلہ حضرت پیر ستیگر غیب نواز شکستہ پر درغوث الثقلین شیخ محی الدین

عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ“

شیخ محدث اپنے نام کے ساتھ بھی صرف قادریہ سلسلہ سے ہی اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں:

”عبد الحق بن سیف الدین الدہلوی وطناً، ابھاری اصلًا، التری

نسباً مختفی مذہباً، الصوفی مشرباً، القادری طریقاً“

۱۔ المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۹۸۔

British Museum Catalogue (Persian Ms)

Rieu - Or 1107 Vol I p 14.

باب دوم (۱۲) شیخ محدث اور شاہان وقت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، سلیم شاہ سوری کے عہد میں پیدا ہوئے تھے۔ اور شاہجہاں کے سنہ جلوس میں انہوں نے وصال فرمایا۔ اس مدت میں دہلی کے تخت پر مندرجہ ذیل فرمانروا بیٹھے۔

(۱) اسلام شاہ	(۲) میرز خاں
(۳) ابراہیم شاہ	(۴) احمد خاں سکندر شاہ
(۵) ہمایوں	(۶) اکبر
(۷) جہانگیر	(۸) شاہ جہاں

آخری تین بادشاہوں کے عہد کو انہوں نے اچھی طرح دیکھا تھا اور حالات کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ لیکن انہوں نے کبھی سلاطین یا ارباب حکومت سے کوئی تعلق رکھنا پسند نہیں کیا۔ وہ عمر بھر گوشہ تنہائی میں رہے، اور ہمیشہ یہ کہتے رہے۔

حقّی از گوشہ دہلی نہ نیم پائیں خود گزینم کہ ملک گجراتم دادند
اس گوشہ گیری کے متعدد اسباب تھے۔ اول تو علما و سوسائے دربار اکبری میں جس طرح علم دین کی تذلیل کی گئی تھی، اس سے علما نے حق اس درجہ بد دل ہو گئے تھے کہ دربار سے قطع کر لینے ہی میں ان کو علم و دین کی عافیت نظر آتی تھی۔ دوسرے شیخ محدث کا خیال تھا کہ دربار شاہی میں تہ و تربت سے علمی کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ علمی کام ارد و دربار داری ساتھ ساتھ نہیں چل سکتیں۔ تیسرے شیخ محدث کی خود دار فطرت شاعرانہ مبالغہ آرائی اور مدح و ثناء سے

انکار کرتی تھی شیخ فرید کو لکھتے ہیں :

”در حفظ مرام مدح و تعظیم و بیان حقوق و محبت بر جادہ وسط و اعتدال ایستادن و از دوا
احتیاط و قس الامریوں نیفتادن در غایت دشواری است اگر بہاء مبالغہ در مدح و ثنا
نزد و نامہ از خطبہ عرف و عادت عاقل بود و اگر بہود و غریمت دین و صولت یقین باطل شود
لے کاش ایں رسم و عادت در عالم نبودے“

جس شخص کی فطرت مبالغہ کے القاب تک لکھنے سے گھبراتی ہو وہ دربار میں قصہ
خوانی کا کام کس طرح کر سکتا تھا! شیخ محدثؒ نے امر میں بھی صرف اُن سے تعلقات
کئے ہیں جن کو کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ یہ پوریشن شہنشاہ اُن کے سامنے
تعظیم و ادب سے حاضر ہوں۔

شیخ محدثؒ کے عزم و احتیاط اور سیاست سے علیحدہ رہنے کی خواہش کا یہ حال تھا کہ
ان کو تاریخ لکھنے میں بھی اس لیے تامل تھا کہ اس طرح بھی سیاست میں کچھ نہ کچھ دخل ہو
ہی جاتا ہے۔

درویش تراز ذکر شاہاں پہ غمن

اکبری عہد میں جب ملت کی پریشاں حالی اور ابتری کا دل پراثر ہوا تو حجاز چلے گئے۔ جب
شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے مجبور کر کر ہندوستان واپس کر دیا تو یہاں آکر گوشہ نشین ہو گئے۔ جب
اکبر کا انتقال ہوا تو انہوں نے شیخ فرید کو عربی زبان میں ایک نہایت ہی پر معنی خط لکھا۔
مرآۃ المحققین میں لکھا ہے کہ یہ خط شیخ فرید کی معرفت جہانگیر کو بھیج دیا گیا تھا۔
اکبر کے عہد میں مذہب کا جو حال ہوا تھا اس سے شیخ محدثؒ کا دل مجروح ہو چکا تھا۔

لہ المکاتیب والرسائل سے ملاحظہ ہو ضمیرہ

مرآۃ المحققین ص ۶۵۔ ایں رسالہ در واقعہ رحلت جلال الدین اکبر بادشاہ برکن سلطنت از
سید فرید مرتضیٰ خاں برائے اطلاع و آگاہی فقہ الدین محمد جہانگیر بادشاہ فرستادہ شدہ۔

جہانگیر کی تخت نشینی کے وقت انہوں نے ضروری سمجھا کہ مئے بادشاہ کو اس کے فرائض اور پابندیوں سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایک رسالہ نذرانیہ سلطانہ تصنیف کیا اور اس میں قواعد و ارکان سلطنت پر تفصیلی بحث کی۔ بعد کو شاہجہان کے لیے انہوں نے ایسی چالیس احادیث جمع کیں جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کو نصیحتیں فرمائی ہیں اس رسالہ کا نام انہوں نے ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحتۃ الملوک و السلاطین رکھا۔

اکبر کے انتقال کے بعد غالباً شیخ محدث نے شاہان سے کچھ تعلقات رکھنے ضروری تاکہ دین کی صحیح تعلیم کسی نہ کسی طرح اُن تک پہنچائی جاسکے۔ ممکن ہے کہ شیخ محدث کے رویہ میں اس تبدیلی کا سبب حضرت خواجہ بانی باللہ کی تعلیم ہو۔ خواجہ صاحب کا اصول یہ تھا کہ جھوٹوں سے لے کر علوں تک ارشاد و تلقین کا ہنگامہ برپا کرنا چاہیے۔ اور سلاطین کے علیحدہ رہنے کی بجائے اُن کو متاثر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جہانگیر کے سلسلہ جلوس میں شیخ محدث بادشاہ سے ملاقات کے لیے دربار میں تشریف لے گئے جہانگیر اپنی تزک میں لکھتا ہے —

”شیخ عبدالحق دہلوی کہ از اہل فضل و عبادت
 سعادت است، دریں آمدن دولت ملازمت
 دریافت، کتاب تصنیف نموده بود
 میں نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس
 میں ہندوستان کے مشائخ کے حالات طبع
 میں ہندوستان کے مشائخ ہندو بطور مدائد
 ہیں۔ میں نے اس کو دیکھا۔ اس کی تصنیف
 میں انہوں نے بڑی غنت کی۔ مدد فرمے
 دہلی بولس توکل و تجرید بکری ہر مدد گئی
 دہلی کے ایک گوشہ میں توکل و تجرید کی زندگی گزارا
 اس لئے مجتہد ہے ذوق نیست۔ بازو اع
 مراحم دل لواری کردہ رخصت فرمودم۔
 رہی ہیں دہر دگرای ہیں ان کی جست ہے ذوق

تہ تزک جہانگیری، ص ۲۸۲ (سرمد پبلیکیشن لاہور)

انگریز مورخین نے خط کشیدہ عبارت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے اور کچھ ایسا ترجمہ کر دیا ہے جس سے جہانگیر کا مفہوم بالکل ہی بدل گیا ہے۔ ایلیٹ عبارت خط کشیدہ کا ترجمہ کرتا ہے

"He had suffered a great deal of trouble and was living in retirement at Delhi; resigned to his lot and trusting in God" انہوں نے بڑی تکلیفیں اٹھائی تھیں اور وہ دہلی میں ایک گوشہ نشین تھے، اپنی قسمت پر قانع اور خدا پر توکل کر رہے تھے۔

روجرس لکھتا ہے :-

"He had endured some hardships and for a long time had lived in Delhi in seclusion and the practice reliance on God and of asceticism." انہوں نے کچھ تکالیف برداشت کی تھیں اور بہت عرصہ سے وہ دہلی میں سب سے علیحدہ رہتے تھے، خدا پر بھروسہ کرتے تھے اور تجرید کی زندگی بسر کرتے تھے۔

دونوں مصنفوں نے "خیلے زحمت کشیدہ" کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ جہانگیر نے یہ جملہ اخبار لاجپا کی تصنیف میں شیخ محدث کی محنت، تلاش اور تحقیق کے متعلق لکھا ہے۔ ایلیٹ اور روجرس نے اس کو دوسرے جملے کے ساتھ ملا کر اس کا مطلب یہ کر دیا کہ شیخ نے دہلی میں اپنا وقت سخت تکلیف

Elliot and Dowson's History of India Vol VI p 366. ۱

کس قدر جرات اور دیدہ دلیری کی بات ہے کہ یہ سی ایلیٹ، تاریخِ حق کے اقتباس کے سلسلہ میں جب شیخ عبدالحق محدث کا ذکر کرتا ہے تو ان کو ابن الوقت یا زمانہ ساز بزرگ (Time-Serving saint) لکھتا ہے (جلد ششم ص ۱۱۷) شیخ محدث کی پوری زندگی اس جملہ کی تردید کرتی ہے۔ اگر ایلیٹ شیخ کے حاکم زندگی سرسری نظر سے مطالعہ کرنے کی زحمت گواہ کرتا تو اس کو یہ بات لکھتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگتی!

English Translation by Alexander Rogers. ۲

Vol II p. 111.

اور مصیبت میں گزارا تھا۔

جہانگیر نے شیخ محدثؒ کی وضع توکل سے متاثر ہو کر ایک گاؤں بکروالا جاگیر کے طور پر پیش کیا، شیخ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ بادشاہ کے اصرار پر آپ نے مجبوراً قبول کر لیا۔ آخری زمانہ میں جہانگیر کے تعلقات شیخ محدثؒ سے خراب ہو گئے تھے۔ داراشکوہ کا بیان ہے :

دروغے کہ جہانگیر بادشاہ کشمیر بودند بعضی جس زمانہ میں جہانگیر بادشاہ کشمیر میں تھے، کچھ مردمان سخناں فیرواقع از طرف شیخ عبدالحق لوگوں نے شیخ عبدالحق دہلوی (جو محدثان وقت دہلوی کہ امام محدثان وقت اند و مرزا حسام کے امام ہیں) اور مرزا حسام الدین (جو شیخ احمد الدین کہ از مریدین باکمال شیخ احمد سہرندی سرہندی کے مریدان باکمال میں ہیں) کے متعلق بدو اند بعض بادشاہ رسانیدند بے سرو پائیاں بادشاہ کے کانوں میں ڈال دیں۔ جہانگیر نے دونوں کو کشمیر بلوایا۔ شیخ نورالحقؒ کو حکم ہوا کہ کابل چلے جائیں۔ شیخ محدثؒ جب لاہور پہنچے تو سخت تنگ دل اور پریشان تھے۔ حضرت میاں میر صاحبؒ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پیرانہ سالی میں وطن سے اوزچوں سے جدا ہونے کا بڑا خیال ہے۔ شیخ ابھی کشمیر نہ پہنچے تھے کہ جہانگیر کا انتقال ہو گیا اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ دہلی واپس آ گئے۔

۱۔ مصنف مرآۃ العقائد لکھتے ہیں :۔ دہلی سے نو کوس گوشہ غرب و جنوب قریب سڑک پختہ رندہ منڈوی بھوانی کے واقع ہے۔ رقبہ اس کا سات ہزار چھ سو بیسہ خام ہے اور اڑتیس چابوت پختہ واقع ہیں جسے اس کی اس وقت کیشتر تھی۔ چنانچہ بس تیزیری آمدنی سالانہ اپنی حصہ ششم کی اذروئے بٹائی (جو بٹائی نصف لٹائی مشہور ہے) ایک ہزار روپیہ کی ہوتی تھی لیکن اب بموجب بندوبست انگریزی قریب دو ہزار روپیہ کے رہ گئی ہے تقسیم اس کی مدت سے چھتیس چاہ پر باشریک باہمی چھ حصص پر ہے۔ یعنی ہر حصہ میں چھ چاہاوا آراضی دو چاہ کی شاملاتی ہر شش حصہ داران ہے۔ انہی دو چاہ سے آب نوشی بھی سکنتلے دیدہ کی ہوتی ہے۔ یہ گاؤں اب تک ہم لوگوں میں اولاد و اولاد حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے قبضہ و تصرف میں چلا آتا ہے اور بہت کچھ انقلابات ہونے اور دیہات معالی گرد و نواح اس کے ضبط ہونے گر بہتور محفوظ رہا ہے۔ ص ۸۹

۲۔ سکینۃ الاولیاء، قلمی نسخہ ص ۶۳-۶۵۔

جیسا کہ داراشکوہ نے خود لکھ دیا ہے یہ محض بہتان تھا۔ ورنہ شیخ محدث کا مسلک تو یہ تھا۔

تفصیل

روز مصلحت ملک خسرواں داند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش داراشکوہ نے "سرخان غیر واقع" کی وضاحت نہ کر کے شیخ محدث کی زندگی کے اہم حادثہ کی صحیح نوعیت کو سمجھنے میں بڑی دشواری پیدا کر دی ہے۔ مرآۃ المحققین میں لکھا ہے کہ نور جہاں اور شیخ محدث کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ ممکن ہے کہ نور جہاں ہی ان "سرخان غیر واقع" کی ذمہ دار ہو۔ مشہور ہے کہ ایک بار نور جہاں نے شیخ محدث کو بلایا۔ شیخ نے جواب میں کہا: "فقیہ کا بادشاہوں یا بیگمات کے پاس کچھ کام نہیں ہے۔ فقیر کے لائق جو امر ہو کہلا بھیجے کہ اس کے انجام میں حتی الامکان دریغ نہ ہوگا"۔

باب سیزدہم وصال

۲۱۔ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو یہ آفتاب علم جس نے چورانوے سال تک فضائے ہند کو اپنی

ضوفشانی سے منور رکھا تھا، غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصیت نامہ میں لکھا تھا:-

”دعا و تمنائے فقیر از درگاہ الہی است اللہم ارزقنی شہادۃً فی سبیلک واجعل

موتی بیلد رسولک اگر ایں دعا قبول افتاد بیج حاجت بوحسبیت نیست، و اگر درینجا

اجل رسید بالائے حوض شمس کی جائے پا کاں و مغفوران است دفن کنند“

چنانچہ ان کے جسد خاکی کو حوض شمس کے کنارے ہی سپرد خاک کیا گیا۔ وصیت نامہ میں قبر کے متعلق یہ ہدایات تھیں

”قبر وسیع بکنند۔ تہا و از حد اعتدال و درون قبر گنج نکند۔ و دیوار لمبے او بخت خام برآرند

و بدیوار ہائیں طاق بسازند و شجرہ پیراں دماں نہند“

اس کے بعد لکھا تھا کہ شیخ سیف الدینؒ کے کفن پر جو عبارت لکھی گئی تھی وہ قبر پر علی حروف

میں لکھ دی جائے۔ اور

”اگر مصلحت داند سے قائم کنند کہ دروے تاریخ ولادت و فوت یا ہر خے از احوال

تحصیل و سفر و اوقات آنرا باختصار نوشتہ بکنند۔

وصیت کے مطابق شیخ نودا حق نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار پر یہ کتبہ نصب کرایا:-

لہ خانی خاں نے قلم لکھا ہے کہ زیادہ از صد سال مرطہ عمر طے نمودہ“ ص ۲۳۰۔

”مجھے از احوال کرامت منوال ایں شیخ وقت مقتدائے زماں صاحب المفاخر ابوالمجد
 عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ آنکہ از مبادی شجور بطاعت حق و طلب علم کمر بستہ
 نزدیک باوان بلوغ اکثر علوم دین تحصیل کر و در سن بست و دوسالگی از ہر آن فارغ
 شدہ و کلام مجید از برگزفہ بر مسند افادہ نشست۔ و ہم در عنوان جوانی جاذبہ الہی در رسیدہ بیکبار
 دل از یار و دیار برکنندہ متوجہ صحن محرمین گشت۔ مدتی میدیاباں مقامات شریفہ اقامت
 و زبیدہ باقطاب زماں و اولیائے کبار صحبتہا داشتہ بود اے ارجمند و رخصت ارشاد طالبان
 اختصاص یافت۔ و علاوہ اُن تکمیل فن حدیث نمودہ با برکات فراوان بوطن مالوف مراحت
 فرمود۔ و مدت پنجاہ و دو سال بجمیعت ظاہر و باطن تکمیل یافتہ تکمیل فرزندان و طالبان
 بجا آورد۔ و بشر علوم سیما بعلم شریف حدیث پرداختہ بنہجیکہ در دیار عجم احدی را از
 علمائے متقدمین و متاخرین دست نہادہ است۔ ممتاز و مستثنی گردید۔ و در فنون علمیہ
 خاصۃ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرو۔ چنانکہ علمائے زماں اعتنا باں و زبیدہ
 دستور العمل خود دارند۔ و اہل دانش از خواص و عوام بجاں خریداری می نمایند و تقاضا
 ایں فیاض والا گہرا از صغیر و کبیر بصد مجلد و بحسب شمار اہیات ہیا نصد ہزار رسیدہ است
 در محرم ۱۳۵۹ھ ایں نور اتم پر تو ظہور بعالم عنصری زاد۔ و در ۱۳۵۹ھ تمام آگہی کشادہ
 پیشانی بعالم قدس خرامید۔ تاریخ ولادت شیخ اولیا۔ و تاریخ رحلت فخر عالم
 ۹۵۸ھ ۱۰۲۱ھ

است“

لوح هزار کی یہ عبارت اس قدر جامع اور مکمل ہے کہ بہت سے مصنفین نے شیخ محدث
 کے حالات میں صرف اسی کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ مولوی انوار الحق نے اس عبارت
 کو کتاب المکاتیب والرسائل کے ساتھ طبع کر دیا ہے۔

مرآۃ المحققین میں مقبرہ کے متعلق لکھا ہے :

”ایسا شناسے کہ نواب مہابت خاں سپہ سالار محمد شاہ جہاں نے حضرت کی حیات میں

کنارہ حوض شمس پر بنوایا تھا۔ نواب مدثرؒ کہ حضرت سے عقیدت مغرطقی مہارایا مہتمم
 نے حضرت شیخ سے جب اطلاع کی کہ حضرت مقبرہ تیار ہے۔ فرمایا کہ ہم بھی تیار ہیں۔
 سرسیدؒ نے آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ یہ مقبرہ وفات کے بعد تیار ہوا میرے خیال
 میں سرسید کی رائے صحیح ہے۔ عہدیت کا انتقال طبع محدثؒ کے وصال سے آٹھ سال قبل
 ہو گیا تھا۔

باب چہارم شیخ محدث کامکان، مدر اور کتب خانہ

دہلی دروازہ سے آگے، بلوغ مہدیاں کے قریب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کامکان، خانقاہ اور مسجد واقع تھی۔ خانقاہ کی طرف خود انہوں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں اس طرح اختصار کیا ہے:-

تَمَّ فِي الْخَانَقَاهِ الْقَادِرِي وَهَذَا الْفَقِيرُ يَخْدُمُهُ وَيَكْنُسُهُ وَبِوَقْدِ مِرَاجَةٍ
كَانَتْ تَمَّ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ -

(یہ کتاب خانقاہ قادریہ میں ختم ہوئی جس کی خدمت یہ فقیر کرتا ہے اور اس میں بھاڑ دیتا ہے اور ماں کا چراغ روشن کرتا ہے۔ گویا کہ یہ کتاب ایک جلسہ میں تمام ہوئی)

شیخ کی خانقاہ کا کچھ حصہ انیسویں صدی کے آخر تک موجود تھا۔ فشی برکت علی حتی مصنف مرآۃ المحققین نے اس کی نیابت کی تھی۔ مسجد کی اس دماں میں مرمت کرائی گئی تھی۔ شیخ محدث کے مکانات کی زمین کی پیمائش اُن کے خاندان کے لوگوں نے کرائی تھی۔ کل رقبہ چھ جگہ اور چند سوہ تھا۔ شیخ کے خاندان کے لوگ ہی اس پر قابض تھے۔

شیخ محدث نے جس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی اور جس کی نسبت اخبار الاخبار میں لکھا ہے۔ "ہر روز باوجود غلبہ پندت ہوائے زمستان و شدت حرارت تابستان دوبار ہر روز دہلی کہ از منزل مابعد و میل داشتہ با خد میل میکردیم۔ دہتے بیشتر از وقت صبح بعد سے

می رسیدیم و در سایہ چلغ جزوی کشیدیم"

پرانے نقشہ کے قریب واقع تھا۔ مرآۃ المحققین میں اس کے متعلق لکھا ہے۔

یہ مدرسہ بھارت پختہ و منزلہ مع مسجد مقابل قلعہ کسٹل بٹک دہلی و اگر واقع ہے بینی دروازہ قلعہ کا بجانب غرب ہے اور اس مدرسہ کا بسمت شرق ہے۔ یہ مکان مدرسہ اب تک اپنی ہیئت پر بدستور قائم ہے۔ سامنے دروازہ سے مسجد اس کی نظر آتی ہے۔ اور گرد صحن کے ہر چار طرف مکانات بنے ہوئے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ تر پتہ یہ ہے کہ بسمت دکھن جو دیوار مکانات بالائی کی ہے۔ اس میں چند دروازے باہر کی طرف ہیں کہ منجملہ ان کے کوئی دروازہ پتھر اور چھنے سے مسدود شدہ ہے اور کوئی بدستور کشادہ ہو کہ یہ ہیئت پول سے جانے والوں کو دور سے دکھائی دیتی ہے اور جانب شمال متصل اس مدرسہ کے ایک ایسا ہی مکان عظیم الشان اسی زمانہ کا بنا ہوا ہے اور اس کے دروازہ صدر پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔

ایک ایسے دور میں جبکہ پبلک کتب خانے وجود میں نہیں آئے تھے ہر تصنیفی کام کرنے والے کے لیے ناگزیر تھا کہ وہ ایک ذاتی کتب خانہ جمع کرے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر کر دیا۔ اس نصف صدی میں انہوں نے عرب و عجم کے علمی فوائد اپنے کتب خانہ میں سمیٹ لیے تھے۔ ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فن پر ان کے پاس معیاری کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔ شرح سفر السعادت لکھنے بیٹھے تو حدیث، تفسیر و فقہ کی کتابوں کا ڈھیر سامنے تھا۔ اخبار الاخیار مرتب کر لے لگے تو اسلامی ہند کا سارا مذہبی لٹریچر پیش نظر تھا۔ حجاز میں قیام کے دوران میں انہوں نے کثیر تعداد میں کتابیں حاصل کی تھیں۔ اس طرح ان کا کتب خانہ ہندوستان کے نہایت ہی پیش فیت علمی ذخیروں میں تھا۔ شیخ محدث کے کتب خانہ کی جو کتاب بھی خاکسار کے نظر پڑی ہے اس پر شیخ کے دست مبارک سے تصحیح و مقابلہ کے نشانات ضرور ملے ہیں۔ اس سے ان کے کتب خانہ کی افادیت اور علمی حیثیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شیخ کا یہ کتب خانہ ان کے وصال کے بعد عرصہ تک صحیح حالت میں رہا۔ ان کے فرزند

شیخ نور الحقؒ اور پھر ان کی اولاد علمی ذوق رکھتی تھی۔ اس طرح اس کتب خانہ کی نگرانی اور نگہداشت ہوتی رہی۔ اٹھارہویں صدی میں جب دہلی کی سیاسی فضا بدلی اور مرہٹوں اسکھوں اور جاٹوں نے مسلسل ہنگامہ آرائی پر کمر باندھ لی تو معنوی دولت کے یہ خزانے بھی دست برد نہ رہ سکے۔ شیخ محدثؒ کی روح ان ہنگاموں کو دیکھ رہی تھی اور جس کتب خانہ کو ضعف صدی کی جگر سوزی کے بعد جمع کیا تھا اُس کی تباہی کو دیکھ کر بے اختیار زبانِ حال سے کہہ رہی تھی۔

اس دور میں ہر اک تیر چرخ کھن لٹا

اوروں کا زر لٹا مرا نفقہ سخن لٹا

شیخ نور الحقؒ کے پوتے شیخ الاسلامؒ شرح بخاری کی دوسری جلد کے خاتمہ پر شیخ محدثؒ کے کتب خانہ کی بربادی کا حال اس طرح لکھتے ہیں :-

"تمام شد..... در ہنگام ثبوت بال و پریشانی حال از نسب و قارت خانہ در حلقہ شہر

کندہ دہلی کہ باستیلا و کفار عتاة باتفاق طغاة و لمغاة واقع شد و ذاب کتب خانہ قدیر

جدیدہ کہ بسیار ازاں دریں دیار کیا ب بود و بعضے ازاں بہ تصحیح و تحشیہ و تدوین

شیخ المحدثین شیخ اجل محقق دہلوی بود و رحمتہ اللہ علیہ..... خانہ ورفانہ مگر چند کتب

در گوشہ مانے شکستہ افتادہ"

حصہ دوم

تصانیف

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے چورانوے سال کی عمر پائی۔ اس عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر ہوا جس جوش و خروش سے انہوں نے جوانی میں کام شروع کیا تھا اسی جذبے اور ہمت کے ساتھ آخر عمر تک انجام دیتے رہے۔ عبدالحق لاہوری کا بیان ہے:

”بأنك عقود و تقييد تسعين پوست است از سلامت قوی با انواع طاعات و ریاضات و

تعلیم و تالیف و تصحیح بساں ایام شباب می پرداخته

اُن کی تصانیف کی تعداد عبدالحق لاہوریؒ، محمد صالح کنہوہ اور خانی خاں نے تو یا سو سے کچھ زیادہ بتائی ہے۔ اس اندازہ میں مورخین نے غلطی کی ہے۔ انہوں نے وہ مضامین و رسائل بھی علیحدہ کتاب تصور کر لیے ہیں جو حقیقت میں ایک ہی کتاب کا جزد ہیں۔

شیخ محدث نے اپنی تصانیف کی فہرست خود ایک رسالہ میں جس کا نام تالیف قلب الالیف بذکر فہرست التوالیف ہے دی ہے۔ یہ فہرست جس وقت مرتب کی گئی تھی اس وقت تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ اسی فہرست کے اختتام پر فرماتے ہیں:

”ہنوز سلسلہ سخن دراز است و درین النی باز تا بکجا رسد و بکجا رسد“

اس فہرست میں ۲۹ کتابوں کے نام درج ہیں۔ ان میں ایک کتاب یعنی المکاتیب و الرسائل میں ۶۸ رسائل شامل ہیں۔ اگر اس میں سے ہر سالہ کو الگ تصنیف مانا جائے (جیسا کہ عبدالحق لاہوریؒ اور محمد صالح کنہوہ نے کیا ہے) تو تصانیف کی تعداد ۱۱۶ ہو جاتی ہے لیکن میرے خیال میں ان رسائل کو ایک ہی کتاب سمجھنا چاہیے، جیسا کہ خود شیخ نے بھی ہدایت فرمائی ہے:

”ایں ہمہ را یک صحیفہ سازند و در یک جلد شیرازہ بہ بند“

فہرست التوالیف کو مرتب کرنے کے بعد شیخ محدثؒ نے گیارہ کتابیں اور تصنیف فرمائی

۱۔ صاحب شہنامہ حصہ دوم میں ۲۴۱-۲۴۲ ۲۔ ادو در فنون دانش یک صد و کسرے ۳۔ تصانیف مختصہ و مطولہ مادہ۔
۴۔ بادشاہ نامہ۔ ۵۔ ایک صد و چند کتاب از تصانیف مختصہ و مطولہ بر صغیر و خارجہ از شہر جہاں نامہ ج ۳ میں ۳۸۴
۶۔ صد کتاب از ہر علوم عقلی و نقلی تالیف فرمودہ ”فتح القلوب“ ج ۱ ص ۲۴۰۔

تھیں۔ اس طرح اُن کی کُل تصانیف کی تعداد ساٹھ ہوتی ہے۔ ان تصانیف کے موضوع مختلف ہیں، لیکن قصداً ایک ہے۔

مصلحت دیدن آنست کہ یاروں ہمہ کار

بگزارند و سر طرہ یارے گیرند

جیسا کہ خود انہوں نے کتاب الرسائل میں کہا ہے وہ اس بات پر مامور تھے کہ سوائے سنت و شریعت کے کسی موضوع پر گفتگو نہ کریں، چنانچہ ان کی تمام ادبی کاوشوں کا مرکز و محور شریعت و سنت ہی ہے۔

شیخ محدثؒ کی تصانیف فن و موضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت آتی ہیں۔

(۱) تفسیر	(۷) تصوف	(۱۱) سیر
(۲) تجوید	(۸) اخلاق	(۱۲) نحو
(۳) حدیث	(۹) اعمال	(۱۳) ذاتی حالات
(۴) عقائد	(۱۰) فلسفہ و منطق	(۱۴) خطبات
(۵) فتنہ	(۱۱) تاریخ	(۱۵) مکاتیب
	(۱۲) اشعار	

جب اس چیز پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف النوع تصانیف لکھی ہیں اور ان سب کا علمی معیار نہایت اعلیٰ ہے تو شیخ محدثؒ کے علمی تجربہ کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

یک چرخ است دریں فاذ کاثر پر توآن
ہر کبای نگری بجمنے ساختہ اند

باب اول

تفسیر

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تین تصانیف اس عنوان کے ماتحت آتی ہیں۔

(۱) تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی۔

(۲) شارح صدور تفسیر ایت النور۔

(۳) تحصیل الغنائم والبرکات بہ تفسیر سورة والعادیات۔

تفسیر کے سلسلہ میں شیخ محدثؒ کا عقیدہ واضح یہ تھا کہ فلسفیانہ سوچ گائیوں سے کلی طور پر

پرہیز کرنا چاہیے۔ وضاحت سے کلام ربانی کی تاثیر کم ہو جاتی ہے۔ قرآن براہ راست انسان

کے مذہبی وجدان و شعور کو آواز دیتی ہے۔ چنانچہ صحیح تفسیر وہی ہے جو انسان کے ہوش و گوش

کو اس آواز کے سننے کے لیے آمادہ کر دے۔

علامہ عبد اللہ بن عمر البیضاویؒ (المتوفی ۱۲۹۱ھ) کی مشہور تفسیر النوار التنزیل و

الاسرار التاویل کو عموماً بہت مقبر سمجھا جاتا ہے۔ شیخ محدثؒ کی نظر میں اس کی بہت سی

خامیاں تھیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ در تفسیر قرآن و شرح احادیث ازیں باب قباحتا بسیار کردہ

تجاوز از حد عنہ و اگر آں مواضع را بشمارم سخن دراز گردد“ (نکات الحق)

ایک مشہور مستشرق نالدیکی (Nöldeske) نے بھی اس تفسیر کے متعلق تقریباً اسی طرح

کی رائے ظاہر کی ہے۔

تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی تفسیر بیضاوی کے کچھ حصہ پر حاشیہ ہے۔ شیخ
 محدث کا مقصد اس حاشیہ سے یہ ہی تھا کہ تفسیر بیضاوی کے موثر و معتبر جزاء کو ابھار دیا جائے
 اور دور از کار اور مشکل مباحث کو علیحدہ کر دیا جائے، تاکہ اس کی افادیت بڑھ جائے اس
 حاشیہ کا کوئی نسخہ اب موجود نہیں ہے۔

شرح صدق تفسیر آیت النور، آیت نور السموات والارض کی تفسیر
 تھی جو ایک ہزار سے کچھ زائد سطروں پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا قلمی نسخہ مولوی انوار الحق مرحوم
 دہلوی کے کتب خانہ میں ۱۹۰۲ء تک موجود تھا۔

تخصیص الغنائم والبرکات بتفسیر سورة والعادیات، سورة والعادیات
 کے برکات وغنائم پر ڈھائی صفحہ کا مختصر نوٹ ہے جو المکاتیب والرسائل میں شامل ہے۔

۱۔ خان بہادر مولوی انوار الحق حقی، شیخ عبدالحق محدث کی اولاد امجاد سے تھے۔ دہلی میں قرابہ بہرام خان
 میں رہتے تھے۔ شیخ محدث کی قلمی اور مطبوعہ کتب کا بیش بہا ذخیرہ ان کے پاس تھا۔ مراد الحق ان کے
 مصنف کو ان کے کتب خانہ سے بڑی مدد ملی تھی۔ المکاتیب والرسائل کو مولوی انوار الحق ہی نے
 مطبع مجتہائی دہلی سے شائع کیا تھا۔

معلوم ہیں کہ مولوی انوار الحق مرحوم کے کتب خانہ کا کیا حال ہوا، اور اب یہ جو اہر پارے
 کہاں اور کس حال میں ہیں؟

۲۔ کتاب المکاتیب - ص ۲۸۳-۲۸۶ -

باب دوم تجوید

شیخ عبدالحق محدثؒ نے شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے علم قرأت سیکھا تھا۔ شیخ عبدالوہاب علم قرأت کے ماہر استاد تھے۔ انہوں نے شیخ دہلوی میں بھی اس فن سے ایسی دیکھی پیدا کر دی کہ انہوں نے ایک کتاب درة الفرید فی قواعد التجوید اسی موضوع پر تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب اب نایاب ہے اور ہندوستان کے کسی کتب خانہ میں اس کے قلمی نسخے کا پتہ نہیں چلا۔ اسی عنوان کے ماتحت شیخ محدثؒ کی اور تصنیف شرح القصیدۃ الجزریہ آتی ہے۔ اس کا ایک خوشخط نسخہ ۱۳۲۸ھ کا لکھا ہوا، اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

لے درة الفرید نام سے ہی حافظ ظاہر صفحانی کی اس لن پر ایک مشہور تصنیف ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو رمضان ۱۳۲۹ھ میں لکھا گیا ہے، خاکسار کے پاس ہے۔
لے لباب المعارف العلمیہ۔ کتاب نمبر ۱۰۹۲۔

باب سوم

حدیث

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی علمی خدمات کا خاص پہلو علم الحدیث کی ترویج و اشاعت سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں ان کی بیش بہا خدمات پر آگے بحث کی جائیگی۔ یہاں صرف ان کی تصانیف کا ذکر مقصود ہے۔ حدیث اور علم حدیث پر شیخ محدثؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں:-

- (۱) اشعة اللمعات فی شرح مشکوٰۃ
- (۲) لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح
- (۳) ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوك والصلحیین
- (۴) جامع البرکات منمخب شرح مشکوٰۃ
- (۵) جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین
- (۶) رسالہ اقسام الحدیث
- (۷) رسالہ شب برات
- (۸) ما ثبت بالسنة فی ایام السنة
- (۹) الاکمال فی اسماء الرجال
- (۱۰) شرح سفر السعادت
- (۱۱) اسماء الرجال والروایہ المذکورین فی کتاب مشکوٰۃ
- (۱۲) تحقیق الاشارة فی تعمیم البشارة

(ترجمہ مکتوب البنی الاعمل فی تفریة ولد معاذ بن جبل۔

اشعة اللغات فی شرح مشکوٰۃ | فارسی زبان میں مشکوٰۃ کی نہایت جامع اور مکمل شرح ہے۔ شیخ محدث نے یہ عظیم الشان کام ۱۱۱۹ھ

میں دہرہ میں شروع کیا تھا ۱۱۲۵ھ میں چھ سال کی محنت کے بعد مکمل کیا۔ کتاب کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:

الكتاب شكر الله سعيه واتم عليه نعمه وقع انفراد من جميع الاحاديث

النبوية صلى الله عليه وآله وسلم اخري يوم الجمعة من رمضان عند

روية هلال شوال سنة سبع وثلاثين وسبع مائة بحمد الله

مشکوٰۃ کی شرح لکھنے کا خیال جن حالات میں پیدا ہوا اس کے متعلق خود فرماتے ہیں۔

بعد از ربوع از حرم شریفین زاد ہما اللہ تشریفاً و عظیماً و حصول اجازت روایت حدیث

از مشائخ آن دیار شریف چوں توفیق و تائید الہی تعالیٰ و شگرتی کرد و در خدمت این علم

شریف در مقام استقامت بنشانند خواست کہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح را کہ دریں روزگار

بسمت تامل و اشتہار موسوم است شروع کند و از فوائد آنچہ کہ در کتب قوم دیدہ و از مشائخ

وقت شنیدہ یا بخاطر تروس رسیدہ بطالبان برساند

اشعة اللغات کی تکمیل میں حضرت شاہ ابراہیم المعالیؒ کے تقاضوں اور دعاؤ کو بھی بڑا دخل تھا

ایک مرتبہ شیخ محدثؒ لاہور تشریف لے گئے تو فرمایا:

"شرح مشکوٰۃ را تمام کنیہ ان شام شد کتابے شود کہ اہل عالم ہمدان مستفید

شود" ملے

شاہ صاحب نے ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ شرح میں موقع کی مناسبت سے جگہ

پر جگہ اشعار بھی لکھے جائیں جیسا کہ ملا حسین نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ شیخ محدث نے عرض کیا کہ

۱۔ اشعة اللغات۔ جلد چارم۔ ص ۶۳، ۲۔ ایضاً جلد اول میں ۳۔ کتاب المکاتیب و الرسائل ص ۳

اس عبارت میں کتاب کی تکمیل کا سنہ ۱۱۲۵ھ جو ظاہر کسی طرح درست نہیں ہے یہ طاعت کی کھلی ہوئی غلطی ہے "معجم"

دوسروں کے اشعار ان کو یاد نہیں ہیں۔ فرمایا:

”شمارا حاجت جتنائے مردم نیست۔ آنچه شمارا باید از شما زاید شمارا در هیچ چیز به هیچ کس ضیاع

نخواهد بود، ہمہ چیز حاصل است، ان شاء اللہ تعالیٰ“ ۱۷

اشعة اللغات، چار جلدوں پر مشتمل ہے اور مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے۔ ان چار

جلدوں میں مضامین کی ترتیب یہ ہے۔ پہلی جلد میں علم حدیث و محدثین پر اثنا تیس صفحات کا

ایک مقدمہ ہے جس میں علم حدیث اور اقسام حدیث پر نہایت عالمانہ اور بصیرت افروز انداز میں

تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام حنبلیؒ، امام ابو داؤد سجستانیؒ

امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ، دارقطنیؒ، بیہقیؒ، رزینؒ، نوویؒ، ابن جوزیؒ کے حالات

مختصراً لکھے گئے ہیں۔ اس کی مفادیت کے پیش نظر اس کو علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔

اس مقدمہ کے علاوہ پہلی جلد میں مشکوٰۃ کی مندرجہ ذیل پانچ کتابوں کا ترجمہ ہے:

(۱) کتاب الایمان (۲) کتاب العلم (۳) کتاب الطہارت

(۴) کتاب الصلوٰۃ (۵) کتاب الجنائز

دوسری جلد میں چھ کتابیں ہیں۔ ۱۔

(۱) کتاب الزکوٰۃ (۲) کتاب الصوم (۳) کتاب فضائل القرآن

(۴) کتاب الدعوات (۵) کتاب سائر اللہ تعالیٰ (۶) کتاب المناسک

تیسری جلد میں مندرجہ ذیل نو کتابیں ہیں۔

(۱) کتاب البیوع (۲) کتاب الصنع (۳) کتاب المحرمات

(۴) کتاب الامارات القضا (۵) کتاب الجہاد (۶) کتاب الصيد الذبائح

(۷) کتاب الاطعمہ (۸) کتاب اللباس (۹) کتاب الطب والرقی

۱۸ کتاب الملتئیم والرسائل۔ ص ۳۰۶۔ ۳۰۷

۱۹ مسئلہ میں مطبع اعظم جون پور سے شائع ہوا۔

چوتھی جلد میں دو کتابیں ہیں۔۔۔

(۱) کتاب الآداب (۲) کتاب الفتن

چاروں جلدیں ۲۶۵۵ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان ڈھائی ہزار صفحات میں شیخ محدثؒ نے مشکوٰۃ کی شرح کا حق پوری طرح ادا کر دیا ہے۔

اشعۃ اللمعات کے قلمی نسخے حبیب گنج (علی گڑھ) اسلامیہ کالج پیشادور، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، برٹش میوزیم، بانکی پور، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور دیگر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان سب نسخوں میں حبیب گنج کا نسخہ سب سے زیادہ قدیم اور قابل قدر ہے۔

اس کے خاتمہ پر مصنف کے دست مبارک کی یہ عبارت ہے:

”تمام شد تسوید ایں کتاب عشیہ یوم الاربعاء بیت وچہارم ربیع الآخر سنہ ہزار و بیست و پنج از ہجرت سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین و بود ابتداء تالیف سین و ہم ذی الحج سنہ یک ہزار و نو زدہ و چہتین در آمد در میان مشاغل دیگر از تالیفات دیگر کہ مجموعہ سہ سال و کسرے باشد و تمام شد در خانقاہ قادریہ در دہلی کہ ایں بندہ خدمت میکند اوراد و جہاد و ب (می کشد) می افروزد چراغ آن را۔ و بود ابتداء ختم در یک مکان گوید در مجلس واحد تمام شد مقصود بیان توفیق الہی ست سبحانہ و اعظمت

۱۔ مقالات خروانی ص ۲۳۵-۲۳۶۔ نیز سالہ معارف اکتوبر ۱۹۲۳ء ص ۲۴۴۔

۲۔ نمبر ۲۱۵۔ Catalogue of the Arabic and Persian Books and Mss in the Library of the Asiatic Society of Bengal, by Ashraf Ali p.3.

Catalogue of Mss in the British Museum, Vol I Rien
(1879) Ms. No. 1107 Or

۳۔ نمبر ۱۱۹۳-۱۱۹۴۔ لہ سبحان اللہ کلیکشن ۲۹۴۱۲، ۲۹۴۱۳، ۲۹۴۱۴ شیفہ کلیکشن ہے۔

۴۔ اسی زمانہ میں شرح فتوح النیب اور دیگر رسائل کی تکمیل ہوئی۔

وے استقامت مرا تخصیص ہے تعالیٰ بندہ مسکین را بسلامت و عافیت والحمد للہ۔ اولاً
 و آخراً و ظاہراً و باطناً حررت ہذا الاسطر علی ید مولفہ الفقیر الحقیر عبد الحق بن سیف الدین
 القادری الدہلوی البخاری۔ ضحہ یوم الجمعہ ۱۰۳۹ھ الف و تسع و اربعین و آخر دعوانی انی الحمد
 للہ رب العالمین

اس عبارت کی تحریر کے وقت شیخ محدث کاسن شریف اکیا نوے برس کا تھا مگر بقول نواب حبیب
 الرحمن خاں صاحب مرحوم ”خط میں ہاتھ کی کمزوری یا نگاہ کے ضعف کا بال برابر اثر نہیں ہے“
 خاتمہ کتاب پر لکھا ہے :-

”ترجمہ مشکوٰۃ شریف تصنیف حضرت شیخ عبد الحق قدس سرہ کہ در فائدہ کتاب دستخط
 حضرت شیخ درج است بہ ہدیہ یک ہزار و دو صد روپیہ گرفتہ“

یہ عبارت بھی کافی قدیم ہے۔ اس سے اس زمانہ میں شیخ محدث کی تصانیف کی قدر و قیمت کا
 اندازہ ہوتا ہے۔ حبیب گنج کے نسخہ کے بعد ایشیاٹک سوسائٹی اور اسلامیہ کالج کے نسخے بہت قابل
 قدر ہیں۔ دونوں کا سنہ کتابت ۱۲۹۹ھ ہے یعنی مصنف کے تینتالیس سال بعد۔

عربی زبان میں مشکوٰۃ کی شرح ہے۔ درج ذیل
ملحات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح پر مشتمل ہے۔ فرس التوالیف میں شیخ

محدث نے سرفہرست اسی کا ذکر کیا ہے۔ شیخ محدث جب اشعة الملحات کی تصنیف میں
 مصروف تھے تو بعض مضامین ایسے پیش آئے جن کی تشریح کو فارسی میں مناسب سمجھا
 فارسی عوام کی زبان تھی۔ بعض مباحث میں عوام کو شریک کرنا مصلحت کے خلاف تھا لہذا
 جواب میں فارسی میں قلم انداز کر دی گئیں وہ عربی میں بیان کر دیں۔ فرماتے ہیں :-

”داشائے مطالعہ آن سخاں روئے نمود کہ درج آن در شرح فارسی مناسب باشد و اندر دست

دادن آن سخاں را نیز نگذاشت نمید، پس در شرح آن بلسان عربی تر شروع نمود و تا چند گاہ ہر دو شرح

فارسی و عربی معائنہ یافت، آخر چنان گشت کہ عربی چون اسپ تازی بیشتر رفت و تمام شد فارسی
در نیمہ راہ ماند چو امر از نظر ثانی بران مقید شد و تبیض نمود و زمانے مدید بران گشت و مسودہ فارسی
حکم نسیمیا گرفت باز امر شد کہ فارسی نیز تمام گردد۔

۲۴۔ رجب ۱۲۵۰ کو شیخ محدث لمعات التفتیح سے فارغ ہوئے۔

لمعات میں لغوی و نحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کیا گیا ہے۔
علاوہ ازیں احادیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔ خود فرمایا
ہیں کہ اس شرح کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام شافعیؒ اصحاب الرائے میں
سے ہیں اور حضرت امام اعظمؒ اصحاب ظواہر میں سے۔ لمعات کے شروع میں جو مقدمہ
ہے وہ نہایت جامع اور مفید ہے اور مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ اور علیحدہ شائع کیا گیا ہے
لمعات التفتیح ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ اس کے قلمی نسخے بانکی پور۔ رامپور۔
حیدرآباد ایشیاٹک سوسائٹی۔ دہلی اور علی گڑھ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین
جمع احادیث الاربعین فی
ابواب علوم الدین ہرچ جالب
ایسی احادیث جمع کی گئی

۱۔ اشعۃ اللمعات ج ۱۔ ص ۲
ترجمہ شیخ المی بخش بہاری اور خواجہ محمد علی فاضل بہار پور نے کیے تھے۔

۲۔ Catalogue of the Arabic & Persian Mss in the
Oriental Public Library - Ms No 361

۳۔ نسخہ نمبر ۱۔ ۵ فرست کتب خانہ آصفیہ۔ نسخہ نمبر ۶۶۳

۴۔ نسخہ نمبر ۵۰۵ AG (فرست مرتبہ مرزا اشرف علی)

۵۔ نسخہ نمبر ۱۶۱ Hand-written Catalogue of Arabic Mss in

the India Office.

۶۔ سہان الشہ کلکشن ۲۹۶۱۲

ہیں جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو ہدایات کی ہیں۔ ترجمۃ الاحادیث میں ان احادیث کا فارسی ترجمہ شاہ جہاں کے لیے کیا گیا ہے۔

جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ | یہ شرح مشکوٰۃ کا دو جلدوں میں خلاصہ
تھا۔ فرس التوالیف میں اس کے متعلق فرماتے ہیں :

”مجموعہ آمدہ است شامل فوائد کثیرہ و فوائد عزیزہ در ہر باب یک دو متن حدیث ذکر

کردہ و دو باقی احادیث بر مضامین آن اقتصار کردہ و اختصار نمودہ شدہ است“

اس کے قلمی نسخے مولوی انوار الحق مرحوم دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھے۔

رسالہ مراقبہ حدیث | عربی زبان میں علم حدیث پر مفید رسالہ تھا۔ فرس التوالیف
میں شیخ محدث نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مولوی انوار الحق
مرحوم کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود تھا۔

رسالہ مشبہ ببرات | فارسی زبان میں تھا۔ فرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں ہے
گزشتہ صدی تک اس کا قلمی نسخہ شیخ محدث کے خاندان میں
موجود تھا۔

ما ثبت بالشئ فی ایام السنۃ | (عربی) اس کتاب میں ماہ محرم سے لے کر ماہ ذی
الحجہ تک کے ان تمام مذہبی مناسک کا تفصیلی

ذکر ہے جو حدیث سے ثابت ہیں عاشرہ محرم کے بارے میں جو صحیح حدیثیں مروی ہیں ان
کو نقل کیا ہے اور محرم کے سلسلہ میں جو توہمات ہیں ان کی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً یہ خیال کہ
عاشرہ کے دن سر نہ لگانے سے آنکھیں نہیں دکھتیں، یا عاشرہ کے دن غسل کرنے
والا کبھی بیمار نہیں ہوتا، لغو اور باطل ہے۔ اس کے بعد ان تمام احادیث پر تنقید و تبصرہ کیا
گیا ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے متعلق ہیں۔ ماہ صفر کے سلسلہ میں

اس خیال کی تردید کی ہے کہ یہ مہینہ نامسعود ہے، شعبان، رمضان، شوال، ذی الحجہ کے سلسلہ میں روزہ، تراویح، عید الفطر، حج وغیرہ کے متعلق سب احادیث کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ ماہ ربیع الاول کے مذہبی مناسک کا جہاں ذکر ہے وہاں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ایک مختصر نوٹ ہے۔ ربیع الثانی کی بحث میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مختصر حال درج ہے۔

ماہیت بالنسبہ کے قلمی نسخے بانکی پور، رامپور، دہلی اور حیدرآباد کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ۱۳۵۳ء میں یہ کتاب کلکتہ اور ۱۳۵۴ء میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ ۱۳۵۹ء میں سبحان بخش شکارپوری نے دہلی سے اس کو مع ترجمہ شائع کیا تھا اور اعمال مانورہ نام رکھا تھا۔

الاکمال فی اسماء الرجال | **الاکمال فی اسماء الرجال** کا ذکر ڈاکٹر زبیر احمد نے شیخ محدث کی عربی تصانیف حدیث کے ضمن میں کیا ہے۔ فرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اسماء الرجال پر شیخ کی شہور تصنیف اسماء الرجال والروایات المذکورین فی کتاب مشکوٰۃ میں اس میں مشکوٰۃ کے سب راویان حدیث کے نام یکجا کر دیے گئے ہیں شروع میں خلفاء راشدین کا ایک طویل تذکرہ ہے۔ اُس کے بعد اہل بیت کا حال ہے پھر راویان حدیث کے حالات حروف تنجی کی ترتیب سے لکھے گئے ہیں۔ اسماء الرجال پر ہندوستان میں عربی زبان میں اس سے قبل امام رضی الدین حسن الصفحانیؒ صاحب مشارق الانوار نے ایک کتاب در السحابہ فی بیان مواضع و فیات الصحابہ لکھی تھی۔

اسماء الرجال والروایات المذکورین فی کتاب مشکوٰۃ کا ایک قلمی نسخہ بانکی پور کے

نمبر ۳۰۴ سنہ ۱۳۹۹ء میں لکھی گئی ہے۔ ۳۲۰، ۳۱۹، ۳۱۸ - ۲۷۵ نمبر ۲۷۵

یہ کتب خانہ آصفیہ - فہرست جلد اول - ص ۵۰-۵۱

The Contribution of India to Arabia Literature,

۲۵۶

کتب خانہ میں موجود ہے۔ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔

سفر السعادت، مولانا محمد الدین فیروز آبادی صاحب قلموس
شرح سفر السعادت کی تصنیف ہے۔ اس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی

وہ احادیث جو عبادات، احوال و معاش سے متعلق ہیں جمع کی گئی ہیں۔

شیخ محدث نے اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کی شرح لکھنی شروع کی
تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک اور خیال بھی ملحوظ خاطر تھا۔ مولانا فیروز آبادی بعض موقعوں
پر حد اعتدال و جادہ انصاف سے باہر چلے گئے تھے۔ اس لیے شیخ محدث نے ضروری سمجھا
کہ ن تمام لغزشوں کی نشان دہی کر دی جائے۔ فرماتے ہیں۔

”... لیکن چوں کہ دریں باب مذہب، تقاضا محدثین از اصحاب ظواہر رفتہ و دربار

از مواضع سخن در خلاف مذاہب مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین گفتہ و ادعائے فساد و بطلان

مخالفت مدعائے خود نموده درمبالغہ و افراط از حد اعتدال و جادہ انصاف بیرون رفتہ

است لازم طریقہ انصاف و نصیحت نموده شرح آن کردن و حقیقت حال کشف نمودن

فہرست التوالیف میں لکھتے ہیں:

”مقصد سے (مولانا محمد الدین) دریں کتاب آنست کہ اعمال شریفہ حضرت نبویہ را از عبادات

و عادات با حدیث اثبات کردہ و تصحیح نموده و بردو انکار برآنچہ مخالف آن از مذاہب اربعہ

واقع شدہ تصریح کردہ است۔ پس در شرح تا یہ مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفی

و معارضہ کلام مصنف ادعائے صحت احادیث موافق مدعائے خود نموده رقم زدہ و بطلان

بر خلاف آن کشیدہ است، کردہ ث۔

شرح سفر السعادت تین حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں مولانا فیروز آبادی کی بیان

کردہ احادیث پر محدثانہ انداز میں بحث کی گئی ہے اور ہر ایک حدیث کے اسناد و رجال کو

شرح سفر السعادت - ص ۳۔

معلوم کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں مجتہدین پر بحث ہے خصوصیت کے ساتھ حنفی مذہب کے اصولوں کی حمایت کی گئی ہے۔ یہ کتاب کا خاص حصہ ہے اور حقیقت میں سفر السعادت کی شرح لکھنے کا اصلی سبب بھی یہی ہے۔ تیسرے حصہ میں شرعی احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

جس وقت شیخ محدثؒ نے یہ شرح لکھنی شروع کی تھی اس وقت خیال تھا کہ شاید زندگی وفانہ کرے اور یہ کتاب نامکمل رہ جائے۔ اس لیے فرماتے ہیں:-

”وصیت می کنم فرزند عزیز نور دیدہ دانش و بینش نور الحق را کہ در جود ثانی و مقصود اولی من است

..... ایں ہم را صورت و ہدایت

ساتھ ہی احتیاطاً سب مآخذ کی فہرست بھی دے دیتے ہیں تاکہ شیخ نور الحق کو کتابوں کی تلاش میں دقت نہ ہو۔ جو کتابیں اس شرح کے لکھتے وقت شیخ محدثؒ کے پیش نظر تھیں ان کے نام یہ ہیں:-

(۱) تفسیر کشاف	(۲) تفسیر بیضاوی	(۳) مارک
(۴) جلالین	(۵) صحیح البخاری	(۶) کرمانی
(۷) فتح الباری	(۸) توشیح سیوطی	(۹) مشارق الانوار
(۱۰) صحیح مسلم	(۱۱) شرح امام نووی	(۱۲) موطائے امام محمدؒ
(۱۳) جامع ترمذی	(۱۴) جامع الاصول	(۱۵) جمع الجوامع سیوطی
(۱۶) شمائل النبوی	(۱۷) مشکوٰۃ	(۱۸) طبیبی
(۱۹) شرح ابن حجر	(۲۰) انوار فضل رابع مشکوٰۃ و مصالح	
(۲۱) تورپشتی	(۲۲) مشارق	(۲۳) مجمع البحار

لے سنہ ۱۰۳۳ھ میں یہ کتاب مکمل ہوئی۔ اس وقت شیخ کی عمر ۷۰ سال تھی

لے شرح سفر السعادت - ص ۲ -

(۲۳) نہایہ جزوی	(۲۵) مختصر نہایہ سیوطی	(۲۶) مقاصد حسہ سخاوی
(۲۷) تنزیل الشریعہ ابن عراق	(۲۸) والدہ المنتشرہ فی الاحادیث المشتملہ للسیوطی۔	
(۲۹) تمیز الطیب من الخبیث فیما یدور علی الاسنۃ من الاحادیث لابن رجب		
(۳۰) شفاۃ قاضی عیاض	(۳۱) مواہب لدنیہ	(۳۲) صواعق محرقة
(۳۳) روضۃ الاحباب	(۳۴) سنن الہدیٰ	(۳۵) اذکار نووی
(۳۶) عمل الیوم واللیلہ سیوطی	(۳۷) حصن حصین جزوی	(۳۸) شرح العین ابن حجر
(۳۹) مختصر ایسر طبری	(۴۰) جامع الاصول	(۴۱) تقریب
(۴۲) تہذیب	(۴۳) مغنلو	(۴۴) شرح نخبۃ المصنف
(۴۵) شرح شمنی	(۴۶) الفیہ عراقی	(۴۷) شرح مصنف
(۴۸) غناوی	(۴۹) شیخ زکریا	(۵۰) رسالہ مختصر طبیبی
(۵۱) ہدایہ	(۵۲) شرح ابن الہمام	(۵۳) شرح وقایہ
(۵۴) شرح نقایہ متمنی	(۵۵) زاد الفقیہ	(۵۶) حادی
(۵۷) رسالہ ابن ابی زید	(۵۸) شرح زکشی بر کتاب خرقی	(۵۹) قرأۃ شاطبی
(۶۰) آفتان سیوطی	(۶۱) جوزہ جزویہ	(۶۲) قاموس
(۶۳) جہذب	(۶۴) مغرب	

اس طویل فہرست کے باوجود لکھتے ہیں:-

”ہوایں مذکورات بعضے کتب مد سائل نیز شاید کہ در بعضے بنظر و آمدہ باشد“

شرح سفر السعادت، ۱۲۵۲ھ میں کلکتہ سے ۱۸۸۵ء اور ۱۹۰۳ء میں لکھنؤ سے

شائع ہوئی تھی۔ قلمی نسخے انڈیا آفس، حیدرآباد، ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ مدرسہ، پیشاور

۱۰۰۲ نمبر ۱۱۔ شرح سفر السعادت ص ۴۔ ۵ نمبر ۵۶۔ ۵ نمبر ۲۸، ۲۹۔ ۵ نمبر ۱۰۰۲

۵ نمبر ۱۱۔ ۵ نمبر ۳۱۹۔

اور بانگی پور کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ بانگی پور کا نسخہ مصنف کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے خاتمہ پر یہ عبارت ہے :

”ثم انه كان تسويد هذا الكتاب بين الصلواتين من يوم الاثنين الرابع والعشرين من شهر جمادى الاولى سنة ست عشر الف والحمد لله ثم تمت انتساخ هذه النسخة ومقابلتها على يد مولانا الفقير الى الله عبدالحق بن سيف الدين بن سعد الله سحره يوم الثلاثاء السابع والعشرين من جمادى الاخرى سنة الف وثلاث ثلاثين من هجرة سيد الاولين و الآخرين“ ۛ

انڈیا آفس کا نسخہ خود مصنف کا تصحیح کیا ہے۔ حیدرآباد کا نسخہ ۱۰۸۶ھ کا ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی کا نسخہ ۱۰۸۶ھ کا۔ کلکتہ مدرسہ کا نسخہ ۱۱۹۲ھ کا۔

مرزا مظہر جان جاناں کے پاس شرح سفر السعادت کا ایک ایسا نسخہ تھا جو مصنف کے درس میں رہ چکا تھا۔ مرزا صاحب کو یہ نسخہ بہت عزیز تھا۔ ایک دوست فرید الدین خاں نے عاریتاً مانگا تو بھیج دیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا :

”نسخہ شرح سفر السعادت موجود است اما میان ما و شما و ہمدہ آن نمود، ہر گاہ شما طلبید یہ مستحق ترے از شما کیست، آنرا ہم حوالہ محمد عظیم کر دیم۔ ایں نسخہ ادر دس مصنف گذشتہ و حاشی بہت مصنف وارد و خط شیخ عبدالحق رامی شناسم، قدر آرا بہانید، و باب کتاب نگاہ و امید چنانچہ بہت“ ۛ

اس کتاب میں ان تمام احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن میں کسی نہ کسی بزرگ کو جنت کی بشارت دی گئی

ۛ فرست جلد ۱۳۔ ص ۳۷۔

ۛ نمبر ۱۱۸۶۔

ۛ کلیات طہیات۔ ص ۶۶۔

ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دہلی کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے
ایک مکتوب کا ترجمہ ہے جو حضور نے
معاذ بن جبل کے نام لکھا تھا کتاب

ترجمہ مکتوب النبی الاہل

فی تعزیتہ ولد معاذ بن جبل

المکاتیب والرسائل میں یہ دو صفحہ کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

Contribution of India to Arabic Literature

p. 256

۲۸۸-۲۸۶ س

باب چہارم

عقائد

عقائد پر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب تکمیل الایمان و تقویۃ الایمان کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں شیخ نے عقائد اسلام اور قواعد ملت کو ”بر طریق سنیہ اہل سنت و جماعت“ نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وجہ تصنیف اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”نو شتم آذرا برائے ہر مومن طالب و طالب صادق و اقتضای کردم دروے بہ اثبات مذہب حق و بیان قول صحیح و تعرض نکردم بذکر مذاہب زانیغہ و ایراد و اقوال باطلہ و ترقیم براہ بحث و جدال و طریقہ قبیل قال و تجرید نکردم از دلائل کلامیہ و تدقیقات فلسفیہ تا طالب

را در ورطہ حیرت و تذبذب نیفلگند“ ۲

ویسے تو یہ کتاب کل ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن مضامین کے تنوع اور جامعیت کے اعتبار سے بہت بلند پایہ ہے۔ ایمان کی نوعیت، جبر و اختیار، عذاب قبر، بعثت، معراج، شفاعت، جنت و دوزخ، توبہ، استمداد از قبور، معجزات، اہل بیت وغیرہ وغیرہ عنوانات پر صحیح مذہبی نقطہ نظر کو نہایت وضاحت اور صفائی سے پیش کیا ہے۔ کتاب حجم میں کم ہے، لیکن افادیت میں بہت زیادہ ہے۔

تکمیل الایمان اپنے موضوع پر بہت جامع کتاب ہے، حجم میں مختصر اور سلیس ہوئی زبان میں ہونے کی وجہ سے اس کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور متعدد بار طبع ہوئی۔ ۱۸۴۳ء میں میر علی نے اس کا اردو ترجمہ سیل الجنان کے نام سے کانپور سے شائع کیا تھا۔ ۱۸۸۱ء میں

۱۸۸۱ء تکمیل الایمان - ص ۲

دوسرا ایڈیشن طبع ہوا۔

تکمیل الایمان کے قلمی نسخے برٹش میوزیم، حیدرآباد، انڈیا آفس، ایشیاٹک سوسائٹی
 بوڈلین لائبریری، بانکی پور وغیرہ میں موجود ہیں۔ بانکی پور میں ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جس
 کی تصحیح خود مصنف نے کی ہے۔

۱۳۳۶ء

۸۶۷ (Rieu)

۸۷۹ء ص ۹ (مرزا اثرت)

۲۵۸۳-۵ (Ethé)

۱۷۸۳ ۱۷۸۴ء

۱۷۸۹ء (Ethé)

باب پنجم (۵) فہرست

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف اس عنوان کے ماتحت آتی ہیں:

(۱) فتح المنان فی تائید النعمان (۲) الفوائد

(۳) ہدایت الناسک الی طریق المناسک

فتح المنان فی تائید النعمان (عربی) فقہ حنفی کی تائید میں ہے۔ شیخ محدثؒ نے احادیث کو مختلف عنوانات کے ماتحت جمع کیا ہے۔ پھر چاروں ائمہ کے منضبط کیے ہوئے مسائل بیان کیے ہیں۔ آخر میں عمائد کیا ہے، ائمہ کے مآخذ اور منشا پر بحث کی ہے اور امام اعظمؒ کے مآخذ کو دیگر مآخذ پر ترجیح دی ہے۔

فتح المنان فی تائید مذہب النعمان کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے

شیخ محدثؒ کا ایک رسالہ الفوائد بھی فقہ اور عقائد سے متعلق ہے، اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ بانکی پور میں موجود ہے۔

ہدایت الناسک الی طریق للناسک میں زیارت حرمین اور اعمال حج سے بحث کی گئی ہے
فہرست التوالیف میں اس کے متعلق فرماتے ہیں،

”رسالہ ایست مضبوط منہج کہ زبدۃ مناسک حج و آداب زیارت بہ جہت سالکان

ایں راہ و قیادہ بران ہیں در گاہ ذکر کردہ شدہ“

لے نمبر ۱۳۲۰ (فن کلام نمبر ۷۶) کیوریٹر کتب خانہ آصفیہ سے کتاب کے متعلق تفصیلات دریافت کر لے پر معلوم ہوا کہ کتاب میں نہ تو عنوانات کی فہرست ہے اور نہ کتابت لے نمبر ۲۷۸۳ (المجلد الکونز)

باب ششم

تصوّف

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تصوف پر جو بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے، اس کی فرست یہ ہے:

- (۱) تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف
- (۲) تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف
- (۳) شرح فتوح الغیب
- (۴) ترجمہ غنیۃ الطالبین
- (۵) انتخاب المثنوی المولوی للمعنی
- (۶) توصیل المرید الی المراد بہ بیان الاحزاب والاوراد
- (۷) مرج البحرین فی الجمع بین الطریقتین
- (۸) نکات الحق والحقیقة من باب معارف الطریقة
- (۹) جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی
- (۱۰) رسالہ وجودیہ

تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف | یہ کتاب حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر
جیلانیؒ کے ایک ارشاد کی تائید اور حضرت

شیخ شہاب الدین سروردیؒ کے اس پر اعتراض کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ شیخ عبدالقادر

جیلانیؒ نے فرمایا تھا:

قدی هذه علی رقبۃ کل ولی اللہ میرا قدم ہر ایک ولی اللہ کی گھنٹی ہے

شیخ سہروردی نے عوارف المعارف میں اس پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت
 شیخ کا یہ فرمانا بہ حالت سُکر تھا۔ شیخ عبدالحقؒ نے اس کا جواب دیا ہے اور کہا ہے کہ اُن کا
 ایسا فرمانا بہ حالت سُکر تھا اور انہوں نے حکم الہی مامور ہو کر یہ فرمایا تھا۔ اس رسالہ کا قلمی نسخہ رامپور
 کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ فہرست میں نام یہ دیا ہوا ہے
 "الرسالۃ فی بیان قول قدمی هذا علی نقیۃ کل ولی اللہ" ۱۷

تحصیل التعرّف فی معرفۃ الفقہ والتصوّف (عربی) فقہ اور تصوف یا شریعت اور
 طریقت میں تطبیق کی کوشش شیخ

محدثؒ کا ایک زبردست علمی کارنامہ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اسی قسم کی کوشش
 کی ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ مولوی الوارا حقؒ حقی کے کتب خانہ میں موجود تھا ۱۸

شرح فتوح الغیب | فتوح الغیب: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اٹھتر وعظوں کا مجموعہ
 ہے۔ ان کی فصاحت، بلاغت اور تاثیر کا اعتراف انگلستان کے

مشہور مستشرق مارکولیتھ نے بھی کیا ہے ۱۹۔ اس میں مذہبی مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی
 میں تصوف کی چاشنی سے کر اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر
 نہیں رہ سکتا۔ شیخ محدثؒ کا تو یہ خیال ہے کہ —

"در تحقیق مقالات دین و کمالات اہل یقین موافق لسان رسالت و زبان نبوت است
 چنانکہ شان معارف صدیقان است فرمودہ اند" ۲۰

۱۷ نمبر ۳۳۹۔ ۱۸ اخبار الاخبار میں حضرت طبع عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ محدثؒ
 نے حضرت فوٹ الا عظم کے اس ارشاد کو پھر دہرایا کہ (ص ۱۱) میرے خیال میں شیخ محدثؒ نے ہندوستان کے
 مشائخ اور علماء کے سلسلہ میں ان کا ذکر بھی اسی عقیدہ کے ماتحت کیا ہے۔

۱۹ مراۃ المحققین ص ۵۰ ۲۰ مشکوٰۃ میں مصرعے شائع ہوئی۔

۲۱ ملاحظہ ہو

۲۲ فہرست المتوالیف (قلمی)

شیخ محدثؒ نے اس کی شرح نہایت ہی عالمانہ انداز میں لکھی ہے۔ مشرح لکھنے کی داستان بھی بڑی دلچسپ ہے۔ شیخ محدثؒ نے یہ کتاب شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے پاس دیکھی تھی۔ بلکہ شیخ متقیؒ نے فرمایا تھا۔

”ایں را حاصل کنید و دست دراز تر نید و براں باشید و ہر قدر کہ توانید براں عمل کنید و بدانید و آگاہ باشید کہ طریقہ حضرات قادریہ دراء روشن این سلسلہ علیہ اینست“ ۱
مکہ معظمہ میں شیخ محدثؒ ”کو فتوح الغیب کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ ہندوستان آئے تو قادریہ سلسلہ کے ایک بزرگ نے اس کا نسخہ عنایت فرمایا شیخ محدثؒ نے استاد کی ہدایت کے مطابق اس کو کافی غور سے پڑھا۔ فرماتے ہیں:

”بوصیت شیخ ذکرہ اسد بالخیر آنرا گرفتم و بخواندم و درود ساختم“ ۲
اس کے بعد حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ نے ترجمہ کرنے اور شرح لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

”ہمہ کار ہا گذاشتہ این کار باید گردید“ ۳
لیکن شیخ محدثؒ کو اس کام کے کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ لاہور گئے، وہاں بیس روز تک شاہ ابوالمعالیؒ کی خدمت میں رہنا ہوا۔ شاہ صاحب کی صحبت میں رہ کر اس کام کو انجام دینے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ لکھتے ہیں۔

”ناگاہ حال دیگر گشت و بہت در کار شد و فتح باب روئے نمود و ہم از دل مارفتہ امید ہم رسید و ہیبت فرو نشستہ اُلے پیدا آمد“ ۴
۱۲۳۰ھ میں اس شرح کی تکمیل ہوئی۔ مفتاح فتوح تاریخی نام رکھا گیا۔ خاتمہ پرا یکے باہمی لکھی ہے۔

اس شرح کہ مفتاح فتوح الغیب است از غیب است این ازاں بری از غیب است

۱ تا ۴ شرح فتوح الغیب ص ۴۲۱۔

مفتاح فتوح نام و تاریخ افتاد در خاطر آں کہ منظر لاریب است
 شیخ محدث کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے جو بے پناہ عقیدت تھی اس کا اظہار
 اس کتاب میں عجیب طریقہ سے ہوا ہے۔ شیخ نے اس شرح کے شروع میں اپنا مقدمہ یا
 نام نہیں لکھا۔ اور یہ اس لیے کہ شیخ جیلانی کی تصنیف کے شروع میں انہوں نے اپنی
 طرف سے کچھ لکھنا سو را د ب خیال کیا۔

”ذکر نام ایں حقیر خود چہ صدو حجابی کہ دریں مقام تو اں برد“
 کتاب کے خاتمہ پر شارح نے ایک مختصر سائنوٹ لکھا ہے اور فتوح الغیب کے
 متعلق اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے۔

”انچہ دریں کتاب ازاں مودع است ہمہ بیان کتاب سنت است“
 شیخ محدث کی یہ شرح متن کے ساتھ ۱۲۸۳ھ میں لاہور سے شائع ہوئی تھی ۱۲۹۸ھ
 میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ قلمی نسخے بانک پور، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال
 حیدرآباد اور یورپ کے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ترجمہ غنیۃ الطالبین | غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی کی تصنیف ہے۔ اس
 میں مختلف دینی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ منجملہ دیگر مباحث
 کے تشریح اسلامی فرقوں کی تفصیل بہت دلچسپ ہے۔ شیخ محدث نے فارسی میں اس کا ترجمہ
 کیا تھا جواب دستیاب نہیں ہوتا۔ مولوی عبدالحی فرنگی علی نے اپنی بعض تصانیف میں اس
 ترجمہ کا حوالہ دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ ان کے پیش نظر تھا۔

۱ شرح فتوح الغیب ص ۲۲۳
 ۲ نمبر ۱۳۸۶۔
 ۳ فرست مرتبہ مرزا اشرف علی (ص ۲۰) نمبر
 ۴ آصفیہ کتب خانہ۔ فرست مبادل۔ ص ۲۸۰
 ۵ مصر ۱۲۸۸ھ
 ۶ ملاحظہ ہو مرآۃ المحققین۔ ص ۱۲۵

انتخاب المثنوی المولوی المعنوی | فرس التوالیف میں شیخ محدثؒ نے اس تصنیف کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی دو ہزار تین سو سطر ہیں یہ کتاب اب موجود نہیں۔

توکبیل المرید الی المراد بہ بیان الاحزاب الاقوال | فارسی زبان میں پر۔ فرس التوالیف میں اس کے مباحث کے متعلق فرماتے ہیں۔

”در بیان علوم وقواعد متعلقہ باوراد و ادعیہ و احزاب و توفیق میان مذہب محدثین و مشائخ کہ در تصحیح و تضعیف بعضی اعمال دریں باب اختلاف دارند“

۱۲۹۹ھ میں یہ رسالہ مطبع مفید عام آگرہ سے طبع ہوا تھا

مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین | خود شیخ محدثؒ اس کتاب کا تعارف اس طرح کرتے ہیں۔

ایں رسالہ ایست مسمی بہ مرج البحرین و جامع الطریقین جامع طریقہ فقہ و تصوف

و شریعت و طریقت و ظاہر و باطن و صورت و معنی و قشر و لب و علم و حال و

محو و سکر و مذہب و مشرب و عقل و عشق و اگر آزا صراط مستقیم و طریق قویم نام

کتنہ جائز باشد و دین خالص و سبیل اسلم نقیض نہند و اباحت و دعوت حق

و منہج رشاد گویند و درست افتد و میزان عدل و دستور العمل گردانند راست آید

اس کتاب کی تصنیف سے شیخ محدثؒ کا مقصد یہ تھا کہ ”فقیہ محب مستشرق احوال و صوفی

محقق مقید باعمال ہو۔

کتاب تیرو وصال پر مشتمل ہے۔ مباحث یہ ہیں۔

وصال اول : محبت دنیا و مافیہا۔

۱۔ مرج البحرین - ص ۳۔

وصال دوم: اختلافات اُمت محمدیہ اور ترویج علوم فلسفہ

وصال سوم: فلسفیات کے حرام جاننے اور مباحثات سے پرہیز کر لے کے بیان میں۔

وصال چہارم: عقل و علم و ذکر و فکر

وصال پنجم: صحت عقل

وصال ششم: مذمت عقل ظاہر۔

وصال ہفتم: خدا کے تعالیٰ کو چشم بصیرت سے دیکھنے کے بیان میں

وصال ہشتم: عقل کو نقل کے ساتھ کچھ علاقہ نہ ہونے کے بیان میں۔

وصال نہم: تطابق شریعت و طریقت

وصال دہم: ہفوات اولیاء۔ وصال یازدہم: حکایات صوفیہ صافیہ

وصال دوازدہم: فقرائے بے سرو سامان رہنے کے بیان میں۔

وصال سیزدہم: خلاصہ مضامین کتاب قواعد الطریقت فی الجمع بین الشریعت والحقیقۃ

آخری باب حضرت شیخ سید احمد مغربی کی مشہور تصنیف کا ترجمہ اور خلاصہ ہے۔

مرج البحرین ۱۳۶۵ھ میں مطبع عبدالرحمن سے اور ۱۳۶۲ھ میں مطبع محمدی کلکتہ سے شائع

ہوئی تھی ۱۳۱۳ھ میں مطبع نامی لکھنؤ سے اس کا ترجمہ شائع ہوا تھا۔ اردو ترجمہ مولوی غوث محمد

فرخ آبادی نے کیا تھا اور وصال السعدین نام رکھا تھا۔ مولوی شیخ عبدالقادر صدیقی نے اس

کی شرح فارسی زبان میں شرح البحرین کے نام سے کی تھی، اس کا قلمی نسخہ آصفیہ کتب خانہ میں

موجود ہے (جلد اول ص ۴۴۶) باقی پور کے کتب خانہ میں اس کا ایک ایسا قلمی نسخہ موجود ہے

جس کی تصحیح خود حضرت شیخ نے فرمائی ہے۔

مرج البحرین گو مختصر کتاب ہے لیکن افادیت میں بڑی بیش بہا ہے۔ شیخ محدث نے

شریعت و طریقت، تصوف اور فقہ، علم اور عقل پر نہایت ہی دلنشین انداز میں بحث کی

ہے۔ قرآن پاک، احادیث نبوی، اور کتب تصوف کے بے شمار حوالے درج ہیں۔ مضمون کی

خشکی کو شیخ محدث نے اپنے شگفتہ انداز بیان اور فارسی اشعار کے بر محل استعمال سے حیرت انگیز حد تک دور کر دیا ہے۔

نگات الحق والحققة من با معاد الطریقۃ | فارسی میں تصوف کے مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے ۱۸۹۱ء میں مولوی

سید محمد یوسف مراد آبادی نے مطبع احتشامیہ مراد آباد سے شائع کیا تھا۔ اردو ترجمہ لطائف الحق کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہند | یہ رسالہ نایاب تھا اور اب تک طبع نہیں ہوا تھا، اس لیے ضمیمہ میں اس کو شائع کیا

جا رہا ہے۔

رسالہ مولوی انوار الحق حق دہلوی کے کتب خانہ میں | یہ رسالہ مولوی انوار الحق حق دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ مرآۃ المحققین میں اس کا ذکر کیا گیا ہے یہ

باب (۷) مفتاح اخلاق

شیخ محدثؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف اس عنوان کے ماتحت آتی ہیں :-

(۱) آداب الصالحین

(۲) آداب اللباس

(۳) آداب للمطالعة والمناظرة

(۴) تسلیۃ المصاب لنیل الاجر والثواب

علم اخلاق علماء اسلام کا محبوب موضوع رہا ہے، اور اس پر پیش بہا تصانیف جو دیں آئی ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ اب تک عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس میدان میں امام غزالیؒ ہی سے روشنی حاصل کی ہے۔

اسلامی معاشرت اور آداب و اخلاق پر زور دینے اور لکھنے کی ضرورت اکثر ایسے موقعوں پر پیش آتی ہے جب کسی نئی تہذیب یا طرز فکر کا اثر اسلامی سوسائٹی کا شیرازہ منتشر کر رہا ہو۔ امام غزالیؒ کے زمانہ میں یونانی افکار اور طرز معاشرت سے مسلمانوں کی زندگی بہت متاثر ہو رہی تھی۔ چنانچہ حضرت امامؒ نے اپنی عظیم الشان تصنیف ایار العلوم سے اس طوفان کو روکا۔

شیخ محدثؒ کے زمانہ میں اسلامی طرز معاشرت پر سخت وقت آگیا تھا اور ہر چیز پر سخت تنقید کی جا رہی تھی۔ ان حالات میں شیخ محدثؒ نے ضروری سمجھا کہ اسلامی اصول زندگی کو پوری

طرح پیش کر دیا جائے۔

آداب لصالحین | حضرت امام غزالیؒ کی مشہور عالم تصنیف احیاء العلوم کے چند ابواب کا فارسی خلاصہ ہے۔ شائع ہو چکی ہے ۱۲۶۳ھ میں نواب

قطب الدین خاں دہلوی نے اس کا اردو ترجمہ ہادی الناطقین کے نام سے شائع کیا تھا۔ ۱۲۹۰ھ

میں اردو ترجمہ دوسری بار شائع ہوا۔ مولانا عبدالغزیزمین کے ذریعہ آداب الصالحین کا ایک ایسا قلمی نسخہ دیکھنے کو ملا تھا جس کی تصحیح حضرت شیخؒ نے خود اپنے دست مبارک سے کی تھی۔

آداب اللباس | اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے لباس میں اتباع سنت کی ہدایت کی ہے۔ مکروہ و ممنوع لباس کی تفصیل بتائی ہے۔ اس رسالہ کے قلمی نسخے

بانکی پور، برٹش میوزیم، برلن اور دیگر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ عرصہ ہوا اردو ترجمہ کے ساتھ یہ رسالہ طبع ہوا تھا۔ (۱)

آداب المطالعہ المناظرہ | یہ ثنوی شیخ محدثؒ نے آداب گفتگو اور آداب مناظرہ کے متعلق ایام طالب علمی میں لکھی تھی۔ ممکن ہے کہ دربار

اکبری کے ماحول سے متاثر ہو کر لکھی ہو۔ اکبر کے عبادت خانہ میں علماء سور نے گفتگو و مناظرہ کا جو انداز اختیار کیا تھا، اس سے ہر دیندار عالم کا دل مجروح ہو چکا تھا۔ یہ ثنوی اب دستیاب نہیں ہوئی۔

تسلین المصاب للنیل لاجز الثواب | اس رسالہ میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ فرس التوالیف میں اس کے متعلق

لکھتے ہیں :-

”در بیان صبر بر مصائب و بلا یا ذنبیہ بر وجود نعم خفایا و تحقیق معنی حاجات و منع در دعا و سلوک طریق رضا و تسلیم در رد و احکام ارادیہ قریہ و تاب و تادب الہی بر ترک طلب سوال با اختلاف اوقات احوال۔“

۲۱۶۹ نمبر ۸۶۳ (۸۶۳)۔ نام یہ درج ہوا ”رسالہ قصور و بیان آداب لباس حضرت سید العظمیٰ“
۲۱۶۹ نمبر ۸۶۳ (۸۶۳)۔ نام یہ درج ہوا ”رسالہ قصور و بیان آداب لباس حضرت سید العظمیٰ“

باب ہشتم اعمال و اوزار

اس عنوان کے ماتحت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف آتی ہیں:

(۱) اجوبتنا الاثنا عشر فی توجیہ الصلوٰۃ علی سید البشر

(۲) ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوٰۃ علی سید الکائنات

(۳) رسالہ عقد انا مل

(۴) رسالہ وظائف

(۵) مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ

اجوبتنا الاثنا عشر فی توجیہ الصلوٰۃ علی سید البشر | کے متعلق خود شیخ محدثؒ کا بیان ہے :-

”رسالہ تحت توجیہات التنبیہ الواقع فی الصلوٰۃ علی النبی الکریم

اللہم صلی علی محمدؐ و آل محمدؐ کما صلیت علی ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ

جمعہا بنی مجلس واحد من وقت السحر الی طلوع ذکاء مع ما وقع فی

البین من الصلوٰۃ والورد والدعاء“

اس کا ایک قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں ۱۹۰۲ء تک موجود تھا۔

ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوٰۃ علی سید الکائنات | فارسی زبان میں درود شریف کی

۱۰ مرآۃ المحققین - ص ۳۸

فضیلت پر ایک مختصر رسالہ ہے۔ ہانکی پور کے کتب خانہ میں ایک رسالہ فضیلت صلوٰۃ نامی موجود ہے۔ غالباً یہ ترغیب اہل السعادات والے رسالہ ہی کا مختصر نام ہے۔ اس کے شروع میں شیخ فرماتے ہیں :-

”بدانکہ فوائد صلوٰۃ نبویہ علیہ اکمل الصلوٰۃ والتجیہ از حد احصا متجاوز است“

(فارسی) انگلیوں پر اوراد کا شمار کرنے کے متعلق ہے۔ شیخ نے رسالہ عقد نائل فرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ مولوی انوار الحق حق کے کتب خانہ میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا۔ رسالہ وظائف کا ذکر بھی شیخ نے اپنی فرست میں نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کا قلمی نسخہ ان کے خاندان کے لوگوں کے پاس موجود ہے۔

اس رسالہ میں اسماء الہی کے خواص مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ بیان کیے ہیں۔ یہ رسالہ اور اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اردو ترجمہ مولوی قطب الدین صاحب نے محرم ۱۲۶۹ء میں مطبع مصطفائی لکھنؤ سے شائع کیا تھا۔

۱۲۸۵ نمبر

۱۲۸۵ نمبر

۱۲۸۵ نمبر

باب (۹) نم فلسفہ اور منطق

شیخ محدثؒ نے منطق و فلسفہ پر تین کتابیں عربی زبان میں تصنیف فرمائی ہیں۔

- (۱) بنا المرفوع فی ترمیم مباحث الموضوع
- (۲) درة البہیہ فی اختصار الرسائل الشمسیہ

(۳) شرح شمسیہ

درة البہیہ کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

باب دہم تاریخ

تاریخ پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصانیف یہ ہیں :-

(۱) جذب القلوب الی حیار المحبوب

(۲) ذکر ملوک

(۳) رسالہ نورانیہ سلطانیہ

جذب القلوب الی حیار المحبوب (فارسی) مدینہ منورہ کی تاریخ ہے۔ اس کی تصنیف و تالیف میں شیخ محدث نے زیادہ تر سید نور الدین علی

کی کتاب وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ سے دلی ہے۔ کتاب مندرجہ ذیل سترہ ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) اسماء این بلدہ عظیم۔

(۲) در ذکر فضائل و محامد وے کہ پر احادیث و آثار بہ ثبوت رسیدہ

(۳) در اخبار مکان این بقعہ کرامت نشان در قدیم الزمان

(۴) در انبعاث بائعہ قدوم سید الکائنات بدیں بلدہ

(۵) در ہجرت نمودن سید المرسلین۔

(۶) در کیفیت عمارت مسجد نبوی

(۷) در بیان تغیرات و زیارتہا کہ در مسجد شریف بعد از حضرت راہ یافتہ۔

لہ جذب القلوب (مجلد ۱) ص ۷

(۸) در فضائل مسجد شریف و روضہ آنحضرتؐ

(۹) در ذکر عمارت مسجد قبا و بیان سائر مساجد نبوی

(۱۰) در ذکر بعض آثار متبرکہ کہ بہ شرف حضور فائز النور مشہور اند۔

(۱۱) در ذکر بعض اماکن شریفہ کہ در مابین مکہ و مدینہ مشہور و معروف اند۔

(۱۲) فضائل مقبرہ شریفہ۔

(۱۳) فضائل جبل احد و شہداء

(۱۴) فضائل زیارت حضرت سید الانام

(۱۵) در حکم زیارت قبر شریف۔

(۱۶) در آداب زیارت حضرت سید الانام و اقامت در آن عالی مقام

(۱۷) فضائل و آداب صلوٰۃ بر سید کائنات

شیخ محدث نے مدینہ منورہ میں اس کتاب کو شروع کیا تھا۔ دہلی میں مکمل کیا۔ خود لکھتے

ہیں :

”وابتدائے تسوید ایں حروف در سنہ ثمان و تسعین و تسعمائے در مدینہ منورہ بودہ و توفیق

تبیض آن در سنہ اعدی و الف در بلدہ دہلی یافتہ“ ۱۷

گو اس کتاب کا بیشتر مواد سید نور الدین علی کی کتاب سے ماخوذ ہے لیکن پھر بھی

شیخ نے اپنے مخصوص انداز تحریر سے اس میں ایک شگفتگی اور تازگی پیدا کر دی ہو۔

مدینہ منورہ سے جو والہانہ تعلق اُن کی ذات کو تھا اس کا اظہار اس کے حرف حرف

سے ہوتا ہے۔ کتاب کو ان اشعار سے شروع کرتے ہیں۔

صد شکر کہ از تشنگی غم رستم چوں قطرہ بدریائے کرم پیوستم
برشتی توفیق ازل بنشستم و ز زمزم قدس چہرہ دل شستم

۱۷ جذب القلوب۔ ص ۶۔

جب مدینہ النبی کی تاریخ کے خاتمہ پر پہنچتے ہیں تو جذبات عقیدت میں ایک تلاطم
سایا ہونے لگتا ہے اور درود کی کثرت کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وسلم کے جسم مبارک کے ہر حصہ پر درود بھیجتے ہیں۔

جذب القلوب میں ایک جگہ دہلی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

”اصل حسن و زیبائی کہ دریں شہر شریف (مدینہ) است در پچ شہرے مشاہدہ
نمی افتد و سموع نمی گردد، مگر در بعض جا کہ شہ از اشعہ لمعات و آثار برکات ایں بقعہ شریفہ
درآں پر تو انداختہ باشد، چنانکہ در بلدہ دہلی و امثال آن کہ بعضی افراداں ایں درگاہ
و خاکساران ایں راہ در آنجا خفتہ اند“ ۱

جذب القلوب کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ کلکتہ، لکھنؤ اور دہلی سے
متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ سب سے قدیم مطبوعہ نسخہ ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء کا ہے ”مطبع
انڈیان سن و افندہ بلدہ کلکتہ“ میں ٹائپ میں چھپا تھا۔ اور کئی قلمی نسخوں سے مقابلہ کرنے کے
بعد چھپا گیا تھا۔ ایڈیٹر کا کہنا ہے۔ ہر قدر حمد کہ درج تصحیح ممکن شد بعجل آمد۔ لیکن پھر بھی کچھ
غلطیاں رہ گئی ہیں۔

جذب القلوب کا اردو ترجمہ تاریخ مدینہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

بانکی پور میں جذب القلوب کا ایک ایسا قلمی نسخہ ہے جو مصنف کی وفات سے
چار سال قبل یعنی ۹ صفر ۱۲۴۸ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ یہ کیمرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں بھی
اس کا ایک اچھا قلمی نسخہ موجود ہے۔

ذکر مملوک اسلامی ہند کی ابتدا سے اپنے زمانہ تک کے حالات شیخ محدث نے اس تاریخ

۱ جذب القلوب - ص ۶ ۲ ظانی خاں کو یہ کتاب اس وجہ سے پسند تھی کہ ”دراں ذکر حضرت

الح طاہرین دظلم و تعدی مخالفین باظهار کمال حسن عقیدت نمود“ (منتخب اللہاب ص ۲۴۰)

۳ نمبر ۶۴۳ جلد ہفتم

۴ فہرست مرتبہ براؤن - ص ۲۵۵

میں لکھے ہیں۔ لودھی خاندان سے قبل کے حالات کے لیے اُن کا مافذ طبقاتِ ناصری، تاریخِ فیروز شاہی اور تاریخ بہادر شاہی ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ لکھا ہے وہ یا تو ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے یا بزرگوں سے سنا ہے۔ کتاب کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے :

”اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعزّز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شيء قدير“
دیباچہ کے اختتام پر یہ شعر ہے۔

مقصود اہل ذوق ز ذکر گذشتگان

تنبیہ عبرت است چہ مسکیں چہ بادشاہ

کتاب کی ابتدائی عبارت اور اس دیباچہ کا آخری شعر نہایت اہم اور پر معنی ہے۔ ان دونوں کو اگر شیخ محدثؒ کے اس خط کے ساتھ پڑھا جائے جو انہوں نے اکبر کی وفات پر لکھا تھا تو اس زمانہ میں ان کی ذہنی کیفیات اور محرکات کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ شیخ محدثؒ نے یہ تاریخِ اکبر کے چالیسویں سنہ جلوس میں ختم کر لی تھی۔ آخری باب میں فرماتے ہیں :

وازا دل جلوس الان کہ از مدت سلطنت عظمی و دولت کبریٰ این شمنشاہ عالی نژاد

عالم مدار اقالیم ستاں زیادہ بر چہل سال رفتہ است

یعنی شمنشاہ میں لیکن اس کے بعد بھی کتاب میں اضافہ کرتے رہے۔ آخری باب میں انہوں نے اپنے اس ارادہ کا اظہار اس طرح کیا تھا۔

”و تفصیل احوال فتوحات و جہالستانی د قواعد و ضوابط و روابط عالمگیری در وفات

نہ اکبر کے جاہ و جلال، شان و شوکت، فردائی دولت اور فتوحات کا ذکر کرنے کے بعد نہایت حسرت سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ”کیا ہی اچھا ہو کہ شمنشاہ شریعتِ اسلامیہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم کر سکے۔ اے رب العالمین میری اس دعا کو قبول فرما !“

(ملاحظہ ہو تاریخِ حق)

و مجلدات نگنجد، اگر مدت عمر نسختی پیدا کردہ و توفیق و تائید پروردگار دستگیری کرد حسب
الطاعت صرف ہمت نمودہ بتقصیر راضی نشدہ خواہد بود۔

اُن کو اتنی فرصت تو نہ ملی کہ کوئی تفصیلی اضافہ اس تصنیف میں کر سکتے، لیکن پھر بھی بعض
واقعات کو اس میں درج کر دیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ششم کے بعد کے تمام واقعات
کا الحاق کسی اور شخص کا کیا ہوا ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

شیخ نور الحقؒ نے زبدۃ التواریخ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ شیخ فرید نے ان کے والد
ماجد سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی تاریخ کو ترمیم و اضافہ کے بعد مکمل کر دیں۔ شیخ
عبدالحقؒ ان دنوں کچھ اعلیٰ کاموں میں مصروف تھے۔ اس طرف توجہ کرنے کی فرصت
نہ ہوئی۔ اور شیخ فرید (یعنی نواب مرصی خاں) کی درخواست کو رد کرنا بھی مناسب نہ سمجھا
چنانچہ انہوں نے شیخ نور الحقؒ سے کہا کہ وہ شیخ فرید کی درخواست کو پورا کر دیں۔ چنانچہ
انہوں نے زبدۃ التواریخ میں اکبر اور اس کے بعد کے حالات کا اضافہ کر دیا۔

ذکر ملوک کا ایک تتمہ مولوی حاجی رفیع الدین خاں مراد آبادی نے لکھا ہے جس میں
۱۱۹۳ھ تک کے واقعات درج ہیں۔ روہیلوں، مرہٹوں وغیرہ کے متعلق بعض دلچسپ
اور اہم معلومات اس تتمہ میں ملتے ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جناب ماموں مولوی نسیم احمد
صاحب فریدی کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔

ہندوستان میں تاریخ حقی کے قلمی نسخے بانکی پور، علی گڑھ، مدراس، حیدر آباد
وغیرہ کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ علی گڑھ کے نسخہ کی کتابت ۱۱۳۳ھ کی ہے۔

تاریخ حقی اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ ایلیٹ نے اس کے کچھ حصہ کا انگریزی

۱۔ نمبر ۵۳ جلد ہفتم۔ ص ۸-۹۔ ۲۔ لن لا بُریری۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
۳۔ گورنمنٹ اورینٹل لا بُریری مدراس۔ نمبر ۲۴۔ تاریخ حقی کا ابتدائی حصہ تاریخ فیروز شاہی برنی
سے ماخوذ ہے۔ اس بنا پر فرست کے مرتب کو غلط فہمی ہوئی اور اس نے اس کا نام انتخاب تاریخ فیروز
شاہی المعروف بہ تاریخ حقی لکھ دیا۔ ۴۔ آصفیہ جلد اول۔ ص ۲۲۴۔

ترجمہ اپنی کتاب میں کیا ہے۔

رسالہ نورانیہ سلطانیتہ | یہ رسالہ تاریخ سے نہیں سیاست سے متعلق تھا۔
لیکن اب اس کی حیثیت ایک تاریخی رسالہ کی

ہے، اس بنا پر تاریخ کے ذیل میں ہی اس کا ذکر مناسب سمجھا گیا۔

یہ رسالہ نورالدین جہانگیر کے لیے لکھا گیا تھا۔ فرس التوالیف میں لکھتے ہیں:-

”در بیان قواعد سلطنت و احکام ارکان و اسباب و آلات تحصیل آں اوضاع
و آداب ایں امر عظیم الشان مزین باسم سامی سلطان الوقت و ملک الزمان خلد
الله ملکہ“

اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ ۱۹۲۷ء سے قبل دہلی میں سید ظہیر الحسن صاحب کے کتب خانہ
واقع قزوین بارغ میں خاکسار نے دیکھا تھا۔ ہندوستان اور یورپ کے کسی اور کتب خانہ میں
اس کا قلمی نسخہ موجود نہیں تھا۔ معلوم نہیں اب وہ نسخہ کہاں ہے اور کس حالت میں ہے۔

باب یازم (۱۱) سیر و تن کر

عنوان بالا کے تحت شیخ محدثؒ کی یہ تصانیف قابل ذکر ہیں :-

(۱) مدارج النبوة

(۲) اخبار الاخیار

(۳) احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ اولاد سید البشر

(۴) انوار البیہ فی احوال مشائخ الشاذلیہ

(۵) زبدۃ الآثار منتخب ہجۃ الاسرار

(۶) ترجمہ زبدۃ الآثار

(۷) مطلع الالوار البیہ فی احوال البیہ النبویہ

مَدَارِجُ النَّبُوَّةِ | رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل حیات طیبہ ہے۔ رسول پاکؐ کی زندگی کا شاید ہی کوئی گوشہ ہو جس پر اس کتاب میں روشنی نہ ڈالی

گئی ہو۔ یہ کتاب شیخ محدثؒ کا نہایت اعلیٰ اعلیٰ اور ادبی شاہکار ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے جو مذہبی لطیف پید کیا ہے، اس میں مدارج النبوة کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس سے پہلے کسی ہندی مسلمان نے رسول پاکؐ کی اتنی جامع مفصل اور مکمل سوانح حیات مرتب نہیں کی تھی۔

مدارج النبوة بارہ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو پانچ حصوں میں اس

طرح پر تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) قسم اول - در ذکر فضائل و کمالات، اخلاق و صفات

(۲) قسم دوم - در ذکر نسب و ولادت

(۳) قسم سوم - در ذکر وقائع سنوآت از ابتداء ہجرت تا وفات -

(۴) قسم چہارم - در ذکر حدوث مرغن و غسل و تکفین وغیرہ

(۵) قسم پنجم - در ذکر اولاد طاہرہ و ازواج مطہرہ

مدارج النبوة کی تصنیف کا محرک اس زمانہ کے حالات تھے۔ اکبری عہد میں شریعت و سنت سے بے اعتنائی انتہا درجہ کو پہنچ گئی تھی۔ حضور سرور کائنات سے تعلق ٹوٹ رہا تھا۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ رسول مقبولؐ کی حیات طیبہ کو مکمل طور پر پیش کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں

”..... چون از فسادناں انحراف در ذریعہ وقت بعینہ درویشاں مغروریں روزگار راہ یافتہ و از تیرگی آئینہ استعداد و تنگی حوصلہ ادراک پایہ ارفع و مقام اقدس محمدی را ہیج کس بیدک و دریافت آن راہ نیست نشناختہ و تقصیرے در ادلئے حق اعتقاد نمودہ و از جادہ دین و صراط مستقیم بواقادہ بودند لازم حق نصیحت دریں مسلمانان آن بود کہ احوال و صفات قدسیدہ آن سرورانیاء و امام اولیاء و مغرورسل و استاد کل معدن علوم اولین و آخرین و منبع فیض انبیاء و مرسلین واسطہ ہر فضل و کمال و منظر ہر حسن و جمال..... نگارش نہادہ و ایں بے خبراں را از حقیقت حال آگاہ گرداند و غافلان را از خواب غفلت بیدار سازد و طالبان را رو بہ راہ آرد“

مدارج النبوة ۱۲۶۹ھ میں فرامطابع دہلی، ۱۲۷۰ھ میں منظرالعجاب پریس سے طبع ہوئی تھی ۱۸۶۴ء اور ۱۸۸۸ء میں لکھنؤ سے دواپڈیشن شائع ہوئے۔ اس کے قلمی نسخہ لکھنؤ میں

۱۔ مدارج النبوة - طباعت اول - ص ۳۔
۲۔ نمبر ۱، ۱۲۹۵ھ کا نسخہ ہے

ختم ہو جاتے ہیں جو پہلے حصہ میں پورا نقل ہو چکا ہے۔ لیکن ایک قلمی نسخہ میں جو حضرت حبیب
 امجد مولوی ارشاد علی صاحب مرحوم نے ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ کو ملتان میں نقل کرایا تھا اور
 جس کی تصحیح حکیم محمد حسن صاحب امر دہلی نے کی ہے، یہ عبارت تتمہ کے طور پر درج ہے۔
 "اس سطرے چند است کہ در بیان باعث اختصار کتاب رقم زدہ گلک مولف گشتہ بمنہ و فضلہ
 یحیٰ اللہ مآبنا و مثبت عندہ ام الکتاب کاتب حروف ختم اللہ لہ بالحسن و جمل
 آخرت خیر اسن الاولیٰ پیش از تاریخ از سی سال بیشتر از چهل سال کمتر در زے در خدمت رویشا
 بذوق صحبت ایشان نشست بود چنان کہ رسم مریداں باشد از مناقبت پیراں خود سخن میگردند بخت
 و علاوتے کہ سخناں این طائفہ دارد چنان اں حکایات در دل جائے کرد اگر گفت کہ چوں اداں
 مجلس برخاست براں شدہ بود اگر فکر میکرد ہماں می تراوید، پس بشوق تمام آنرا بنوشت و طلب
 مزید کرد، تا رفتہ رفتہ قدسے محسوس پیدا آمد و چوں ثبت احوال پیشینیاں پیش از ذکر مقامات
 پیشیناں اتفاق افتاد طلب اں نیز کرد و از ادنیٰ با علی رفت و با آن پیشینہ صنم کرد و کتاب را بایں
 مزین و محلی ساخت تا مجموعہ ہم رسید نیکو و پسندیدہ و جامع و مفید، لیکن اول عشق بازی و
 شوق ایں سخناں تازہ بود و حرص استماع و اجتماع آن بے اندازہ در اول کتابے بود کہ خامہ
 کاتب حروف بہ تسوید آن حسریاں یافتہ صورت ترتیب سخن بے اضطرابے نباید چنانکہ باید
 تنقیح و انتخا بے بتافت و ہم بحکم اضطراب یا ضمیمہ افرا ج بعضے از اصحاب در سہ نسخہ ہم براں
 منط نوشتہ شدہ اعتبار یافت دریں اثنا در سنہ ست و تسعین و تسع مائتہ بسفر حجاز رفت
 چوں ازیں سفر باز آمد حالے گردیدہ و ہمت بجانب دیگر مصروف گشتہ بود فرصت نظر براں کتاب
 نیافت۔ ناگاہ مردم را دید براہ اختلاف و انتقاد رفتہ بعضے اں را بتطویل الطناب موسوم داشتہ
 و بعضے در جرح و تعدیل اں افتادہ و نظر طالت و سامت بروے گماشتہ و زبان تشنیع کشادہ
 بعلت آنکہ بعضے از ہنما اہل دماں و اجناے روزگار و استاد و ساکنان ایں دیار بودہ اند و حقیقت
 آنکہ چوں پیشیناں از عالم گشتہ و علاقہ حسد و عناد ارباب غرض و ہوا از ایشان گشتہ از زبان

مردم رستہ در دائرہ اجماع و اتفاق آسودہ اند، اما پسینان از اہل زمان چون
بواعث و دواعی اقرار و انکار در میان است در کشاکش نزاع و غلات افتادہ است
آلودہ قدح و انکار گشتند و نعم فضل و مرتبہ تقدیم باقی است اما این قدر ندانند کہ این
مقدمان دین در وقت خود متاخر ہووند و بعضی از اہل زمان از کمالات ایشان غافل
و محبوب و متاخرین بعد از ان خود متقدم شوند نظر بر تاخر و تقدیم نباید کرد انصاف
باقی است حسن عمل منظور و نیز نام این رسالہ اخبار الاخیار است نہ تذکرۃ الاولیاء
و سیر العارفین مثلاً و ذکر آنہا کہ آشنا اند محل تردد و انکار گشتہ بطلیل است نہ بقصد
تبعیت است نہ باصالت این سخن در دیباچہ کتاب گفتہ شد حاجت تکرار نیست و
با وجود آن بصلاح دید وقت و یاران اصرار نظر ثانی بہ آن لازم افتاد و برخیز از اختصار
و نمودہ تا اگر خواهند آن سخنہ کے نوشتہ و آن نوشتہ باز آرند و اگر ہنوز از دغدغہ شتم طریقہ
باقیست چارہ نیست این قدر کردہ شد و زیادہ بریں مقدم و نبود معذور دارند بے عیب
خدا است و عیب پوش او است و صلی اللہ علیہ وسلم و تمت کلمۃ ربک صدقاً و
عدلاً لا مبدل لکلماتہ و هو السميع العلیم

یہ عبارت بڑی اہم ہے۔ اس سے اخبار الاخیار کی تصنیف و ترتیب کے ماحول پر روشنی
پڑتی ہے۔

اخبار الاخیار کے بعض مطبوعہ نسخوں کے فائزہ پر حضرت محمد الف ثانیؒ کے حالات میں
دھائی صفحہ کے ایک نوٹ کا اضافہ کسی شخص نے کر دیا ہے جس کا اخبار الاخیار یا اس کے
مصنف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس جگہ پر بالکل غیر موزوں ہے۔

اخبار الاخیار کی ترتیب و تالیف مختلف اوقات میں ہوئی تھی۔ فرس التوالیف میں
شیخ لکھتے ہیں :-

”نسخہ اول بقدر پانزدہ ہزار بیت، و متوسط دوازدہ ہزار بیت، و منتخب آخر کہ قرار یافتہ نہ ہوا

دکترے زائد و مثبت تدریس مجموعہ نسخہ متوسط است۔ و این اول تصنیف است کہ رقمزدہ

کتاب این مسکین شدہ است

خوارالاجار کی اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترمیم و اضافہ کا سلسلہ ۹۹۳ء سے ۹۹۹ء کے بعد تک چلتا رہا۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اخبارالاجار کے بعض نسخوں میں کہیں کہیں عبارت کا فرق نظر آتا ہے۔

شیخ سعد الدین خیر آبادیؒ کے ایک مرید شیخ اشہد دیاؒ کے حال میں لکھتے ہیں:

”ہم دریں سال کہ نہ صد و تودوسہ است وفات یافت

پھر شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ سے ۹۹۶ء میں اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ کتاب کے خاتمہ پر یہ قطعہ تاریخ درج ہے ۵

طیب اللہ حق النفاک زادک اللہ قوۃ و غنی

نام تاریخ این کتاب عزیز گر کنی ذکر الاولیا حسن

۹۹۹

تکملہ میں ۹۹۹ء کے بعد کے حالات بھی ملتے ہیں۔

شیخ حدیثؒ کی اس کتاب کو ان کی زندگی ہی میں بڑی مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ جہانگیر نے جب دیکھا تو شیخ حدیثؒ کی محنت و تحقیق کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ معاصرین نے شیخ کی جس تصنیف کی سب سے زیادہ تعریف کی ہے وہ اخبارالاجار ہی ہے۔ محمد غوثیؒ نے لکھا ہے:

”اکھ شدہ آپ نے اس فرصت کے اندر عالم باطن کے پردہ نشینوں کی تصویر بھی قلم کی تھامی

سے کھینچ کر کتب تصنیف کو معرفت بیانی کے تصویر خانہ میں جگہ دی ہے۔ بالخصوص تذکرہ

مشائخ جواخبارالاجار کے نام سے نامزد ہے۔ اس کتاب کی خوبیاں تعریف کے قالب میں

نہ ترک جہانگیری ص ۲۸۲۔ ”جہانگیر کے متعلق مولانا شبلی مرحوم لکھتے ہیں: ”چونکہ نکتہ شناس تھا، اس لیے ہر شخص کی نسبت ایسی رائے ظاہر کرتا ہے جہاں ایک بڑے مدق کا کام ہو سکتا ہے“

(ترک جہانگیری اردو جہانگیر)

نہیں سما سکتی ہیں۔“

بایونی نے شیخ محدثؒ کی صرف دو ہی کتابوں کا ذکر ضروری سمجھا ہے۔ تاریخ مدینہ (یعنی جذب

۱۳۰۹ء میں متعدد بار چھپا ہے۔ ۱۳۸۳ء میں مطبع محمدی سے ۱۳۰۹ء
اور ۱۳۲۲ء میں مطبع مجتبائی سے چھپا۔ ۱۳۲۸ء میں مولانا غلام احمد خاں برہان نے اس کا
اردو ترجمہ حافظ سید عین علی صاحب سے کراکر مسلم پریس سے شائع کیا تھا۔ قلمی نسخہ پودلین
الشاہک موسائشی، رشتہ سوزیم، کیمبرج یونیورسٹی، بانی پور وغیرہ کے کتب خانوں میں

موجود ہیں۔

الحوالہ نمبر ۱۰ عشر خلاصہ اولاد سید البشیر

(فارسی) اس رسالہ میں شیخ محدث نے بارہ اماموں کے حالات تحریر

فرماتے ہیں۔ اس کا تاریخی نام ”دم خاندانِ کرم“ ہے۔ یہ رسالہ حضرت خواجہ محمد یار سارہ
کی کتاب فصل الخطاب سے منقول ہے۔ قلمی نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

انوار الجلیۃ فی احوال مشایخ الشائ لیمہ

ذکر کیا ہے۔ قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں تھا۔

زُبْدَةُ الْأَثَرِ مُنْتَخَبُ حُجَّتِ الْأَسْرَارِ | بن يوسف (۶۳۳-۷۱۳) کی تصنیف ہے

في منتخب التواريخ

مع مراعاة الحقائق

یہ گلزارِ ابرار (اُردو ترجمہ)

۳۔ قلہی نسخہ نمبر ۱۷۳۶

کتاب ہے۔ شیخ نور الدینؒ اور حضرت غوث الاعظمؒ کے درمیان فقط دو واسطے ہیں۔ اس بنا پر اس کتاب کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ شیخ نور الدین جید عالم تھے، قادری سلسلہ میں بیعت تھے۔ شہر شذوق میں رہتے تھے، اس لیے شیخ شذوقی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

شیخ محدثؒ کو حضرت شیخ جیلانیؒ سے جو عقیدت تھی اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اسی تعلق کی بنا پر انہوں نے اس کتاب کا خلاصہ کیا، اور اس طرح پر اس کا عطر نکال لیا۔ زبدۃ الآثارؒ میں کہی سے شائع ہوئی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ محل الا بصائر کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ قلمی نسخے بھی بعض کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ آصفیہ کتب خانہ میں ایک اچھا نسخہ ہے۔ ایک نہایت قدیم نسخہ خاکسار کے پاس بھی ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں۔

زبدۃ الآثار کا فارسی ترجمہ حضرت شیخ نے داراشکوہ کی فرمائش پر کیا تھا۔

مطلع الانوار الہیہ فی الخلیۃ النبویہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان
 کیا گیا ہے۔ قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

لے عنکبۃ جلد اول۔

۵ D/245 ص ۱۴ (مرزا)

باب دوازدہم

علمِ نحو

علمِ نحو سے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دو کتابیں تصنیف کی تھیں۔

(۱) حاشیۃ الفوائد الضیائیہ

(۲) افکار الصافیہ فی ترجمۃ کتاب الکافیہ

اول الذکر شرح ملا پر حاشیہ تھا۔ دوسری کتاب کے متعلق فرس التوالیف میں لکھتے ہیں :-

”رسن صغر در ابتدائے حال طالب علمی بتقریب کسے کہ نسبت معنوی در رابطہ قوی داشت

تا آخر منصوبات تسوید نمودہ شد و تا بحث مرفوعات بہ بیامن رسید و عمر کاتب حدود

دراں وقت پانزدہ یا شانزدہ سال بود۔

باب سیزدہم (۱۳)

ذاتی حالات

شیخ محدثؒ کی مندرجہ ذیل کتابیں ذاتی حالات سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۱) اجازت الحدیث فی القدیم والحديث

(۲) تالیف قلب الالیف

(۳) زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین

(۴) وصیت نامہ

اجازت الحدیث فی القدیم والحديث | اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے اپنی اسناد
حدیث درج فرمائی ہیں۔ اس رسالہ کا قلمی

نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں تھا یہ

تالیف قلب الالیف بذکر فہرین لتوالیف | اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے اپنی تصانیف
کی فہرست درج کی ہے۔ ابتدا میں

دہلی کے بعض شعراء اور مصنفین کا حال بھی لکھا ہے یہ کتاب پہلے مطبع عزیزی رامپور
سے پھر ۱۳۰۹ھ میں مطبع مجتہبائی دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ ایلیٹ نے اپنی تاریخ کی
چھٹی جلد میں اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ شامل کیا ہے۔ یہ ترجمہ بھرائے آر فلر کا کیا ہوا ہے۔

ایڈیٹر اور مترجم دونوں نے اس کتاب کے نام سے ناداقیت ظاہر کی ہے کچھ عرصہ ہوا

۱۰۰۰ مرآۃ المحققین - ص ۴۸ - Elliot & Dowson جلد ششم صفحہ ۲۹۲-۲۸۲ لیکن ۱۳۹۲ھ

باب چہارم خطبات

شیخ محدث نے ایک کتاب فصول الخطب لنیل اعلیٰ المرتب میں خطبات جمع کیے تھے۔ اس کتاب کا کوئی نسخہ اب دستیاب نہیں ہوتا۔

باب پانزدہم (۱۵) مکاتیب

شیخ محدثؒ کی دو تصانیف اس عنوان کے ضمن میں آتی ہیں۔

(۱) کتاب المکاتیب والرسائل

(۲) صحیفۃ المودۃ

کتاب المکاتیب | میں اڑسٹھ خطوط ہیں۔ ان خطوط کی حیثیت رسائل کی ہے۔ جن میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بعض عنوانات پر گفتگو کی گئی ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ، شیخ عبداللہ نیاززیؒ، شاہ ابوالمعالیؒ کے علاوہ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید، نواب خان خاناں، شیخ ابوالخیر مبارک اور فیضی وغیرہ کے نام بھی خطوط ہیں۔

کتاب المکاتیب کا یہ مجموعہ ۱۲۹۷ھ میں مطبع مجتہائی دہلی سے شائع ہوا تھا۔ ۱۳۳۲ھ میں اسی مطبع سے اخبارالاجہار کے حاشیہ پر اس کو چھاپا تھا۔ اس کے قلمی نسخے کم ملتے ہیں۔ جو ملتے ہیں ان میں مضامین کی کمی بیشی ہے۔ بانی پور میں جو نسخہ ہے اس میں صرف چوالیس رسائل ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے والد ماجد کے پاس شیخ محدثؒ کے مکتوبات کا یہ مجموعہ تھا اس میں غالباً زیادہ مکاتیب تھے۔

حقیقت میں ایک متنوی تھی جس میں بقول شیخ —

”شہر آشوب عالم محبت است۔ خالی از

صحیفۃ المودۃ

۱۔ مطبوعہ نسخہ میں عین رسائل ایسے ہیں جن کا ذکر فرس التوالیف میں نہیں ہے۔

۲۔ تذکرہ ص ۱۰۔

۳۔ نمبر ۱۳۸۹۔

سلاستے و ملاستے نیست و کسی کہ مطلع باشد بر احوال جماعہ مکتوب الیہم۔ و اندک در ضمن بیان
مدانی آن چہ نکلتا و ظرافتہا رعایت کردہ شدہ است۔
یہ خطوط سب دوستوں کے نام تھے۔ اس تنوی کا کوئی نسخہ اب دستیاب نہیں ہوتا۔

باب شانزدہم (۱۶) اشعار

شیخ محدثؒ کو شعر و سخن کا ذوق خاندانی ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے والد شیخ سیف الدینؒ
ان کے چچا شیخ رزق اللہ مشتاقیؒ، ان کے جد امجد شیخ فیروزؒ شعر و شاعری سے گہری دلچسپی رکھتے
تھے۔ مورخ الذکر کے متعلق شیخ محدثؒ نے لکھا ہے۔

”معنی علویت و شعر و طرافت در خانہ ما ازوے پیدا شد۔“

شیخ محدثؒ کے ذکر میں نظام الدین بخشی لکھتے ہیں :-

”زبان شعر دارد“

معارج الولایت میں لکھا ہے :-

”در شعر نیز رفیت تمام داشت از منظومات ادب جنس از بحر و وزن گفتے و حق تخلص

خود را نہادے، چنانکہ در کتب و رسائل ایشان اشعار ایشان مکتوبست“

شیخ کے دیوان کا کوئی نسخہ نظر سے نہیں گزرا صبح گلشن کے مرتب نواب علی حسن خاں کا

بیان ہے :

”دیوانش مشتمل بر انواع نظم کہ اکثرش قصائد نعتیہ است از نظر گذشت“

ہندوستان کے کسی کتب خانہ میں شیخ کے دیوان کا نسخہ نہیں ملتا۔ کتب خانہ اصفیہ میں ایک مختصر منظوم رسالہ تصوف سے متعلق ضرور ملتا ہے۔ لیکن وہ غالباً دیوان سے علیحدہ چیز ہے۔

شیخ عبدالحقؒ نے ایک بیاض حسن الاشعار فی جمع الاشعار کے نام سے جمع کی تھی اس کے متعلق فرس التوالیف میں لکھتے ہیں :-

”چند غزل و قصائد و قطعہا و رباعیات کہ بہت شرم و جہا ستروا خواراں لازم
است نامرتب در بیاضها افتادہ بود بہ نسبت بے حیائی کہ لازمہ طریقہ شاعری
است نوشتہ شدہ و در دیباچہ رسالہ جزو سے از شر در عذر کم گوئی کہ قصص معنی
قباحت فہمی است ذکر کردہ شدہ“

اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ ایام طالب علمی میں ایک مثنوی آداب المطالعة والمناظرہ لکھی تھی۔ وہ بھی نایاب ہے۔ صحیفۃ المودۃ میں دوستوں کے نام خطوط تھے۔ اس کا بھی اب پتہ نہیں ملتا۔

ان حالات میں شیخ محدثؒ کے شاعرانہ کمالات کے متعلق تفصیلی بحث ممکن نہیں۔ ان کی تصانیف میں اشعار کثرت سے ملتے ہیں، اور غالباً بیشتر ان ہی کے ہیں، لیکن یقین کے ساتھ ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال جن اشعار کے متعلق یقین ہے کہ وہ شیخ محدثؒ ہی کے ہیں، ان کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے کلام میں درد، تاثیر، علمو معانی، استادانہ نچنگی اور شیرینی سب کچھ ہے۔

۱۔ فرست کتب۔ جلد اول۔ ص ۳۲۶۔

یہ رسالہ نظر سے نہیں گزرا۔ فرست میں جن دیگر سالوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں چند موضوعات ہیں۔ اور کچھ کی نسبت غلط ہے۔ لیکن ہے کہ اس رسالہ کے متعلق بھی غلط فہمی ہوئی ہو۔

۱) اشعار جو تصانیف میں ملتے ہیں

دوش از کثرت اغیار بختام دادند رہ بسوئے حرم وحدتِ ذاتم دادند
حقّی از گوشہ دہلی نہ نیم پایروں خود گرفتیم کہ ملکِ مجرّم دادند

حقّی کجا وصحبت کس کز خیالِ دوست وارد بخود چو مردم دیوانہ علی

حقّی بیانِ شوق بیاباں نمی رسد کوتاہ ساز قصّہ دور و دراز را

عجب ز اطوار خود پسند است طور ما طور درد مند است

پنج چیز ہے چو درد مندی نیست کہ درو بوئے خود پسندی نیست

(المکاتیب ص ۲۹۹)

حقّی تو ز تاریخ و حکایات غوی در راہ تتبعِ روایات پیوی
در زاویہ فقر نشستی کاہے جز ذکر خدائے نفی اثبات مجوی
حقّی زپئے قصّہ و افسانہ شدی چوں مردم روزگار فرزانہ شدی
درویش ترا از ذکر شاہاں چہ غرض مقنون سخن گشتی و دیوانہ شدی
مقصود اہل ذوق ز ذکر گذشتگان تنبیہ عبرت است چہ مسکین چہ بادشاہ

(ذکر ملوک)

مخدّمے عارف زماں مشتاقی دے گفت بوقت نقلِ مشتاقِ حقّی
حقّی چو بتاریخ و فالتش نگرست نوں قلمش ہماں سخن کردِ رستم

صد شکر کہ از تشنگی غم رستم چون قطره بد ریائے کرم پیوستم
پرستی توفیق ازل بنشستم و ز زمزم قدس چہرہ دل شستم

(جذب القلوب)

ایں نامہ کہ پایہ ترقی آمد شایستہ اقبال و ترقی آمد
جنبیدن خامہ وقت تسوید کرد در دست دل شکستہ رحنی آمد

(احوال ائمہ ثنا عشر)

اے آنکہ ترا طالع مسعود بود دانی کہ مرا از تو چه مقصود بود
یک فاتحہ از بہر من خستہ بخوان تا عاقبت کار تو محمود بود

(سفر السعادت)

مرا از دم حساندان کرم چو جنبید این کلک مشکین رقم
ز صاحب دے کز دم آگاہ بود دم ہمتے نیست نہ ہمراہ بود
زنی گزرتا سبغہ ایں نامہ دم بر آرا از دم حساندان کرم

۱۰۱۸ م

رفت بر پوئے سر زلف تو حقی بکین و ز من کے پوئے نسیم سحری بود غرض

بہر جوئے کہ آن مہمی کند از جام روحی کہ دلدار مرا شاید کہ مقصود امتحاں باشد

(شرع فتوح القیب)

(۲) اشعار از صبح گلشن

ز دیدہ تیز نگاہش گزشتہ در دل خود بلائے دیدہ نگہ کن کہ بردل افتادہ است
شہید عشق پندار خفتہ در خاک است کہ چشم بستہ و برباد قاتل افتادہ است

برخیز زلف پر شکن بید
سنبل افتاده بر سمن بید
در گرفت از رخ بگل آتش
آتش افتاده در چمن بید
تن او در درون پیراھن
ہچو جاں در درون تن بید

آن ترک مردم کش مگو بہر تماشا می رود
شہرے ہمہ شد صید او اکنون بصرامی رود
در دیدن آن عشوہ گر طاقت کجا دارد بشر
سویش ملک بیند اگر او نیز از جامی رود

قانتش در جلوہ آمد طاقم بر باد رفت
ز گش در خواب رفت و فتنہ را بیدار کرد
حال حق بر تو کے ظاہر شود زیرا کہ دے
حالتے دارد کہ نتواند بخود اظہار کرد

شب فراق کہ از ہجر یاری گیرم
بہانہ درد کنم زار زار می گیرم
بہر کجا کہ بود ملتے روم آنجا
بدیں بہانہ ز ہجر نگار می گیرم

چناں در غیر تم از تو کہ گر خیمت ترا بیند
پریشاں گردم و خواہم کہ آن خیم تو من باشم

آخر بہر تو شکر ستاں شود جہاں
ریز و بدیں صفت چو شکر از دہاں تو
خوش داری اے رفیق محقق گمان وصل
یارب ہمیشہ راست بودایں گمان تو

رنگ خاست بر کف پلست بہارکت
یا خون عاشق ست کہ پامال کردہ

در خواب ہمیشہ با خیال تو ختمم در بیدارم بخط و خال تو ختمم
 القصہ چہ در خواب چہ در بیداری لے مردم دیدہ با جمال تو ختمم
 صبح گلشن ص ۱۲۰

فہرست تصانیف شیخ محدث^۲ بترتیب حروف تہجی

نمبر شمار	نام کتاب	فن و موضوع	زبان	کیفیت
۱	اجازت الحدیث فی القدییم والحديث	ذاتی حالات	عربی	غیر مطبوعہ
۲	اجوبۃ اثنا عشر فی توجیہ الصلوٰۃ علی سید البشر	اعمال	عربی	غیر مطبوعہ
۳	احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ از ادب سید البشر	سیر	فارسی	غیر مطبوعہ
۴	اخبار الاخیار فی احوال الابرار	سیر و تذکرہ	فارسی	مطبوعہ شاخ ہرچکا اردو ترجمہ بھی
۵	آداب الصالحین	اخلاق	فارسی	مطبوعہ قصبہ لدین دہلی اردو ترجمہ از خواب
۶	آداب اللباس	اخلاق	فارسی	مطبوعہ - اردو ترجمہ
۷	آداب المطالعہ والمناظرہ (مثنوی)	اخلاق	فارسی	غیر مطبوعہ
۸	اسماء الاستاذین ^۳	ذاتی حالات	عربی	غیر مطبوعہ
۹	اسماء الرجال الروات المذکورین فی کتاب الشکوۃ	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ
۱۰	اشعۃ اللغات فی شرح مشکوٰۃ	حدیث	فارسی	مطبوعہ
۱۱	افکار الصافیہ فی ترجمہ کتاب الکافیہ	نحو	فارسی	غیر مطبوعہ
۱۲	انتخاب المثنوی المولوی المعنوی	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ
۱۳	انوار الجلیۃ فی احوال مشایخ الشاذلیہ	سیر و تذکرہ	فارسی	غیر مطبوعہ

نمبر	نام کتاب	فہم موضوع	زبان	کیفیت
۱۳	بنار المرفوع فی ترخیص مباحث اسو موضوع	علم حکمت	عربی	غیر مطبوعہ
۱۵	تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ و المتصوف	تصوف	عربی	غیر مطبوعہ
۱۶	تحقیق الاشارة الی تعیم البشارة		عربی	غیر مطبوعہ
۱۷	ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوک والسلاطین	حدیث	فارسی	غیر مطبوعہ
۱۸	ترجمہ زبدۃ الانار منتخب بہجۃ الاسرار	سیر	فارسی	مطبوعہ
۱۹	ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوۃ علی سید الکائنات	اعمال	فارسی	غیر مطبوعہ
۲۰	تسلیۃ المصاب لتیل الاجر والثواب	اخلاق	فارسی	غیر مطبوعہ
۲۱	تعلیق الحادی علی تفسیر البیضاوی	تفسیر	عربی	غیر مطبوعہ
۲۲	تکمیل الایمان وتقویت الایقان	عقائد	فارسی	مطبوعہ۔ اردو ترجمہ شائع ہو چکا
۲۳	تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف	تصوف	عربی	غیر مطبوعہ
۲۴	توصیل المرید الی المراد بہ بیان الاحزاب والاوراد۔	تصوف	مخلوط	مطبوعہ۔ اردو ترجمہ شائع ہو چکا
۲۵	جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ	حدیث	مخلوط	غیر مطبوعہ
۲۶	جذب القلوب الی دیار المحبوب	تاریخ	فارسی	مطبوعہ۔ اردو ترجمہ شائع ہو چکا
۲۷	جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ
۲۸	جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ۔ ضمیمہ شائع کیا جائے گا
۲۹	حاشیۃ الفوائد الضیائیہ	نحو	عربی	غیر مطبوعہ

نمبر	نام کتاب	فن و موضوع	زبان	کیفیت
۳۰	حسن الاشعار فی جمع الاشعار (دیوان)	شعر	فارسی	غیر مطبوعہ و ناباب
۳۱	درۃ البہیہ فی اختصار الرسالة الشمسیہ	منطق	عربی	غیر مطبوعہ
۳۲	درۃ الفریدی فی قواعد التجوید	قرأت	عربی	غیر مطبوعہ
۳۳	ذکر ملوک (تاریخ سلاطین ہند)	تاریخ	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۴	رسالہ شب ہرات	حدیث	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۵	رسالہ صلوة الاسرار	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۶	رسالہ عقد انازل	اعمال	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۷	رسالہ نورانیہ سلطانہ	تاریخ	عربی فارسی مخطوط	غیر مطبوعہ
۳۸	رسالہ اقسام حدیث	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ
۳۹	رسالہ وجوب	تصوف	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۰	رسالہ وظائف	اعمال	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۱	زاد المتقین	سیرت مذکرہ	فارسی	غیر مطبوعہ
۴۲	زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار	سیرت مذکرہ	عربی	مطبوعہ عربی ترجمہ بی شائع ہو چکا۔
۴۳	شرح سفر السعادت		فارسی	مطبوعہ
۴۴	شرح شمسیہ	منطق	عربی	غیر مطبوعہ
۴۵	شرح صدہ در تفسیر آیت نور	تفسیر	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۶	شرح فتوح الغیب	تصوف	فارسی	مطبوعہ
۴۷	صحیفة الموقرة	مکاتبات	فارسی	
۴۸	لمح المنان فی تائید مذہب النعمان	فقہ	عربی	غیر مطبوعہ
۴۹	فصول الخطاب	خطبات	عربی فارسی	

ردیف	نام کتاب	فنی موضوع	زبان	کیفیت
۵۰	فرس التوالیف (تالیف قلب الایف)	ذاتی	فارسی	مطبوعہ
۵۱	لمعات التفتیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ
۵۲	ما ثبت بالسنة فی ایام السنة	حدیث	عربی	مطبوعہ
۵۳	مرارج المتبوءة -	سیر	فارسی	مطبوعہ
۵۴	مرج البحرین	تصوف	فارسی	مطبوعہ، اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے
۵۵	مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ	اعمال	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۵۶	مطلع الانوار البہیہ فی احکام النبیہ		عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۵۷	نکات الحق والحقیقت	تصوف	فارسی	مطبوعہ
۵۸	نکات العشق والعبادت	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ
۵۹	وصیت نامہ	ذاتی	فارسی	غیر مطبوعہ
۶۰	ہدایت الناسک الی طریق المناسک		فارسی	غیر مطبوعہ

حَقِّقُوا صِلَا

شیخ محمد ثناء اور ان کے معاصرین

باب اول

حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ المعروف بہ مجدد الف ثانی اس عہد کے سب سے زیادہ مشہور و معروف بزرگ تھے۔ شیخ محدثؒ اور شیخ احمدؒ میں بڑی محبت اور مودت تھی۔ دونوں حضرات خواجہ باقی باللہؒ کے خرمین کمال کے خوشہ چیں تھے اور دونوں کی زندگی کا مقصد احیاء ملت اور ترویج سنت و شریعت تھا۔

عارضی طور پر شیخ محدثؒ کو مجدد صاحبؒ کے نظریات سے کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے مجدد صاحبؒ کی تردید میں ایک رسالہ بھی لکھ لکھا جو ضمیمہ کے طور پر اس کتاب میں شامل ہے۔ اختلاف کی نوعیت کا اندازہ اس رسالہ کے مطالعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ بعد کو جب شیخ مجددؒ نے اپنے خیالات کی وضاحت کی اور ان کے متعلق سب شبہات دور ہو گئے تو شیخ محدثؒ کی رائے بھی بدل گئی۔ ان کا اختلاف نیک نیتی اور تحفظ شرع و سنت پر مبنی تھا۔ چنانچہ شکوک و شبہات رفع ہو جانے کے بعد انہوں نے انتہائی وسعت قلب کے ساتھ حضرت مجددؒ کے کارناموں کا اعتراف کیا۔

اکثر مورخین اور تذکرہ نگاروں نے اس اختلاف کی صحیح نوعیت کو نہیں سمجھا ہے، اور انہوں نے جانبداری سے کام لے کر تائید یا تردید میں بہت کچھ لکھ دیا ہے بعض بزرگوں نے تو اس سلسلہ میں صدق و دیانت ہی کو فراموش کر دیا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں اس اختلاف کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہاں نقار آنتی کہ حضرت شیخ زاد تقلید مذہب تعصب بسیار بود و مجد و در ارتقاء
سنت و در بدعات طریقت و شریعت صلابت تمام بایں رہ گزرتفاق میان ہر دو
صورت نمی بست“

رسالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد نواب صاحب کے اس بیان کی حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے
بعض تذکرہ نویسوں نے اس اختلاف کو مجد صاحب کی شان میں توہین سمجھ کر طرح
طرح کی تاویلات کی ہیں۔ یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں۔ یہ اختلاف عارضی تھا اور بہت
جلد دور ہو گیا۔ جب جہانگیر نے حضرت مجد صاحب کو گوالیار کے قلعہ میں بھیجا تو شیخ محدث
نے ہمدردی کا ایک خط لکھا جس کا مجد صاحب نے یہ جواب دیا :-

”الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى - عذو ما کرما - درود صاحب
ہر چند تحمل ازی است امید کرامتہا است بہترین امتہ این نشاء خون و اندوہ است و گوارا
ترین نعم این مائدہ الم و مصیبت این شکر پارہا بداروئے تلخ غلاف رقیق فرمودہ اندوہ بایں
حیلہ راہ ابتلا و انمودہ سعادت مند اس نظر بر حلاوت آہنا انداختہ و آن تعفی را در رنگ شکر می غانید
و مرآت را بر عکس صفرا شیریں می یابند - چرا شیریں نیا بند کہ افعال محبوب ہمہ شیریں اند - علتی کر
از تلخ یا بہ کہ با سولے گرفتار است - دو لقمندان در ایلام محبوب آن قدر حلاوت و لذت می
یابند کہ در انعام او مقصور نہ باشد ہر چند ہر دو از محبوب اند لیکن در ایلام نفس محب را مدخل
نیست و در انعام قیام بر نفس است -

هنيئاً لاسر باب النعيم نعيمها

اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تفتننا

۱۔ اختلاف ص ۳۰۵۔ ۲۔ اخبار الاخبار کے اخیر میں کچھ لوگوں نے شیخ مجد کا ذکر رکھا ہے کہ وہ
مقتبائی مسئلہ جو بالکل بے عمل ہے۔ اس میں شیخ عبدالحق کا ایک خط خواجہ حسام الدین کے نام نکل گیا ہے
جس میں شیخ محدث نے میاں شیخ احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنی اعلیٰ رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور نیز اپنے اختلاف
کے دور ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔

بعد ہم وجود شریف ایشان دریں غربت اسلام اہل اسلام را مغتنم است۔ سلکم اللہ سبحانہ
والبقام والسلام

شیخ مجدد شیخ محدث کے احباب اور متعارف لوگوں سے بھی خصوصیت برتتے تھے
اور ان کا کوئی کام کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ مرزا داراب بن عبدالرحیم خاں خاناناں کو
ایک خط میں لکھتے ہیں :

”ثانیاً سفارش شیخ اسماعیل می نماید از آشنایاں معارف آگاہی

حاجی عبدالحق است“ ۱۵

شیخ نورالحق کے نام ایک طویل مکتوب پڑھنے کے قابل ہے۔ اس میں اخوی اعربی
کہہ کر شیخ نورالحق کو مخاطب کیا ہے۔

شیخ مجدد کے ان سب مکتوبات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں امد شیخ محدث ہیں
بے حد خلوص اور یگانگت کے تعلقات تھے ہی نہیں بلکہ مجدد صاحب ان کے وجود کو
اس دور میں ایک نعمت سمجھتے تھے، اور ان کی روحانی صلاحیتوں کے معترف تھے۔

۱۵ مکتوبات جلد ثانی مکتوب ۲۹ ص ۲۶۔ مجموعہ مکتوبات میں ایک امد خط (م ۱۱۵ جلد اول ص ۱۳۵
۱۳۶) بھی شیخ محدث کے نام ہے۔

۱۶ مکتوبات جلد اول ص ۲۶۸۔ م ۲۳۹

۱۷ خط کا عنوان ہے: ”در کشف سر گرفتاری حضرت یعقوب بحضرت یوسف“

(م ۱۰۰ ج ۳ ص ۱۶۶)

باب دوم^(۲)

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ

حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ، شیخ داؤد کرمانی شیرگڑھیؒ کے برادر زادے، داماد اور خلیفہ تھے۔ قادریہ سلسلہ کی نشر و اشاعت کے لیے انہوں نے مسلسل اور ان تھک کوششیں کی تھیں۔ ارشاد و تلقین میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ کئی کتابیں بھی لکھی تھیں جن میں تحفہ قادریہ، نعمات داودی، مونس جاں، زعفران زار، گلہ ستہ، باغ ارم وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ شعر بھی کہتے تھے۔ غزلی تخلص تھا۔ ملا عبدالقادر ان کے متعلق لکھتے ہیں :

”در چاہک روی یگانہ زمانہ و در حالات و مقامات فقر و فائشانہ، اگر ذکر و موافقت رود

نام او اوافق، اگر نام سابقاں در میان آید ذکر او اسبق“ؒ

شیخ محدث ”گو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ شرح فتوح الغیب کے خاتمہ پر ان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :

”اسد الدین شاہ ابوالمعالی کہ شیر بیشہ جلالت و سرسنگ دیوان قدرت و ازوالہاں

آگاہ و عاشقان در گاہ قادریہ است“ؒ

اخبار الاخبار میں شیخ داؤد کے ذکر میں لکھتے ہیں :

”اکوں جانشین شیخ داؤد شیخ ابوالمعالی است کہ بغایت مناسبت عالی وقت در
پہنائی دیار در ریاضت و مجاہدہ میکشد و قبولی تمام یافتہ حسن مقال و ضمیمہ صحت
حال ساختہ ثنائیہ حضرت غوث الثقلینؒ را در لباس عبارت فارسی در آورده“ ۱۷

شیخ محدثؒ ان سے اپنا ”احوال دروں“ بیان فرمایا کرتے تھے اور ان کی روحانی
رہنمائی اور دعاؤں کے ملتجی رہتے تھے۔ ایک خط میں انہوں نے نہایت تفصیل سے
اپنی قلبی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ ”نفس بدیش“ نے ان کو دھوکا دیا کہ ”تو آہن سردی کو پی
و نرادرسی راہ نصیب نیست“ اور ترغیب دی کہ عوام کی راہ اختیار کر کہ اس میں بے شمار
فوائد ہیں۔ اس طرح ان کے اندر ایک عجیب ذہنی اور قلبی کشمکش پیدا ہو گئی۔ جب قلق
و اضطراب نے کرب و بے چینی کی صورت اختیار کر لی تو انہوں نے شاہ صاحبؒ سے
رجوع کیا اور امداد کی التجا ان الفاظ میں کی —

”باجملہ اندوہ و تنگ دلی از حد گذشتہ وقت امداد و اعانت است، فریادری می باید
کرد درائے اغاثہ کبریٰ کہ ختمی بجناب حضرت غوث الاعظمؒ است می باید پوشید
و ذرع داؤدی در بر کرد و در قالب حقیقت عظمیٰ غوثیہ در آمد و تصرف کرد و توجہ
بار و لوح مقدسہ مشائخ سلسلہ نمودہ و استکشاف حال کرد و خبرے گرفت و اعلام
نمود تا دل بمرکز قرار آید“ ۱۸

دل می رود در دستم صاحب دلاں خدا را

دردا کہ راز پنہاں خواہ شد آشکارا“ ۱۹

خط کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شیخ محدثؒ سخت قسم کی قلبی تکلیف میں مبتلا
تھے۔ اور انہیں شاہ ابوالمعالیؒ کے علاوہ کوئی دوسرا بزرگ نظر نہ آتا تھا جس سے رہنمائی او
امداد کے خواہاں ہوں۔ اسی مکتوب کے آخر میں نہایت غمگین لہجہ میں یہ شعر لکھا ہے ۲۰

فسر یاد دل غم زدہ را گر نکنی گوش
پس پیش کہ از دست تو فریاد توں کرد^۱

شیخ محدثؒ ان کی روحانی صلاحیتوں کے دل سے قائل تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ایسا سنگ دل کون ہو سکتا ہے جو ان کی صحبت کے اثر سے نرم نہ ہو جائے پھر فرماتے ہیں :-

”ذوق صحبت ایشان درنگ حال ایشان کہ در ظاهر و باطن فقیر نشسته است
بمقرر گنجایش بیان ندارد“^۲

شیخ محدثؒ نے ان کو اپنا روحانی رہبر بنالیا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ اہم باتیں دریافت کرنے کے لیے شیخ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سب مشکلات حل کرنے کے بعد کہا کہ اگر تو نے افشائے راز کیا تو

”ترار سوائے مرد و زن سازیم“

اس کے بعد لاہور میں کچھ عرصہ کے لیے مقید کر دیا۔ اس قید سے شاہ ابوالمعالی کا مقصد ان کی روحانی تربیت تھی۔ یہ مشاعرہ سے قبل کا واقعہ ہے۔^۳

شاہ ابوالمعالیؒ نے شیخ محدثؒ کو بہت سے مشوئے دیے تھے جن پر وہ تمام عمر عامل رہے اور جن کی وجہ سے ان کے علمی کاموں میں بڑی سہولت پیدا ہو گئی تھی۔ مثلاً فرمایا کہ

”بگفتگوئے خلق و ملامت ایشان گوش نہ نہند و در کار خود بجد باشند“^۴

شیخ محدثؒ کے تصنیفی کارناموں میں بھی ایک حد تک شاہ ابوالمعالیؒ کے مشورہ اور اصرار کو دخل تھا کہ فتوح الغیب کی شرح انہی کے اصرار پر لکھی گئی تھی۔ مشکوٰۃ کی شرح کے

۱۔ کتاب المکاتیب۔ ص ۲۲۰ ۲۔ ایضاً۔ ص ۳۰۵ ۳۔ ایضاً۔ ص ۳۰۲

۴۔ اسی خط میں شیخ لکھتے ہیں کہ شاہ ابوالمعالیؒ نے مشکوٰۃ کی شرح مکمل کرنے کا اصرار کیا تھا۔ شرح مشکوٰۃ ۱۰۲۵ھ میں مکمل ہوئی ۵۔ کتاب المکاتیب۔ ص ۳۰۳ ۶۔ شرح فتوح الغیب۔ ص ۲۲۱۔

سلسلہ میں انہوں نے فرمایا تھا کہ جلد اس کو مکمل کرلو۔

ان شارائشہ کتابے شود کہ ہلی عالم ہمہ ازاں مستفید شوند^۱

اس کے بعد مشورہ دیا تھا کہ شرح میں جا بجا اشعار درج کیے جائیں تاکہ انداز بیان دلچسپ اور موثر ہو جائے۔

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے شیخ محدثؒ کو ہدایت کی تھی کہ وہ دہلی سے باہر قدم نہ نکالیں
وہیں گوشہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے اپنا کام کریں۔ ایک مرتبہ شیخ محدثؒ شاہ صاحب سے
ملنے کے لیے لاہور چلے گئے تو ان کو اس سے بھی ناگواری ہوئی اور فرمایا:

”اکنون بدہلی بروید کہ دہلی در فراق شاہ زبان حال می تابد، بروید، بروید“^۲

ایک مرتبہ شاہ ابوالمعالیؒ کی علالت کی خبر سن کر شیخ محدثؒ نے عیادت کے لیے لاہور
جانے کا ارادہ کیا، لیکن جب شاہ صاحب کی تنبیہ کا خیال آیا تو مجبور ہو کر بیٹھ رہے اور
اس مضمون کا ایک عریضہ ارسال خدمت کیا:

”تغیہ شوق و محبت و مقتضائے عرف و عادت آن بود کہ بشنیدن این حال بیتابانہ بہ طاعت

می رسید کہ امروز دوستی برائے خود کہ خیر دنیا و آخرت خواہ جز ذات شریف ایشان را نمی

داند، دل و جان فدائے این محبت بلکہ ہر جا کہ لٹلنے از محبت است بادا ما چوں رضا،

ایشان بخلاف این حال شعلہ شدہ است حرأت نہ توانست^۳

جب صحت کی اطلاع ملتی ہے تو لکھتے ہیں۔

”حق جل و علا سایہ عنایت و محبت ایشان را بر فقرائے این سلسلہ پائندہ دارد کہ وسیلہ

حل ہے از مشکلات و سبب آسانی دشوار یہاں است“^۴

^۱ کتاب المکاتیب۔ ص ۳۰۶۔ ^۲ ایضاً۔ ص ۳۰۳

^۳ ایضاً۔ ص ۲۲۳-۲۲۴ ^۴ ایضاً۔ ص ۲۲۳

باب سوم

شیخ عبد اللہ نیازیؒ

میاں عبد اللہ نیازیؒ شیخ سلیم حشتیؒ کے خلیفہ تھے۔ اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ نہیں شمار کیے جاتے تھے۔ آخری عمر میں سید محمد ہمدی جو پوریؒ کے زیر اثر ہمدوی ہو گئے تھے۔ بیان میں ان کی زندگی کا نقشہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس طرح کھینچا ہے:

”بیان میں شہر سے باہر ایک ویران باغ تھا۔ وہیں مٹی کا جھوپڑا بنالیا اور مقیم ہو گئے اپنے ہاتھ سے پانی بھرتے شے سر پر اٹھا کر لے جاتے۔ پیاسوں کو پلاتے اور نمازیوں کو وضو کرا دیتے۔ بوڑھے آدمیوں کو دیکھتے کہ بھاری بو جھڑاٹھائے جارہے ہیں تو ان سے پھین کر غم اٹھا لیتے اور کوسوں دوڑتے ہوئے ساتھ چلے جاتے تھے

باسک رو عاں کن آمیزش کہ مادی چوں زراہ

باز بزم بردوش دل منزل بمزل می برند

ناز کا وقت آتا تو لکڑہاروں اور سقوں کو جمع کرتے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے کسی پیشہ ور کو دیکھتے کہ عذر معاش سے نماز میں شریک نہیں ہوتا تو اپنی کمائی اس کو دیدیتے اور منت و زاری کے ساتھ کہتے کہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لو وہ پڑھ لیتا تو ایسے خوش ہوتے گویا دنیا جہاں کی پادشاہت اس نے دے دی اور بروز یہ حالت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ ”عشق خالق“ اور ”خدمت خلق“ کے سوا کسی اور بات سے واسطہ نہ رہا۔

دو عالم ازاں شعلہ جالش سوخت بجز متاع محبت کہ در پناہ منت“ تھے

۵۔ تذکرہ۔ ص ۴۲، ۴۳ (کلکتہ پبلیکیشن)

کتاب المکاتیب میں ایک خط ”رعاية الانصاف والاعتدال فی اعتقاد الصوفیہ میں
 اور باب الاحوال“ میاں عبداللہ نیا زی کے نام ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدثؒ
 کے ان سے مخلصانہ مراسم تھے اور وہ میاں عبداللہ کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔
 لکھتے ہیں :-

”مکتوب مرغوب نصیحت اسلوب مدید و بمطالعتہ آں مشرت شد و از نصائح آں فوائد
 کتاب سراج الصفا کہ مصدب مکتوب ارسال داشتہ بودند بہرہ مند و مستفید گشت و بہر
 پروردگار کریم جل جلالہ وظیفہ شکر گزاری بجا آورد کہ بارے دریں روزگار جماعہ ہستند کہ
 بقول فعل تحریر و ترغیب بر متابعت سنت سید الانبیاء و صلوات اللہ و سلامہ علیہ و
 علیہم می نمایند و از مبتدعات و مستحدثات اجتناب نموده دیگران را نیز منع و نہی می فرمایند“
 شیخ نیا زی نے اپنے خط میں صوفیہ کے متعلق بعض خیالات کا اظہار کیا تھا۔ شیخ محدثؒ
 کو ان خیالات سے اختلاف تھا۔ اس خط میں انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں ان تمام
 اعتراضات پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے؟ صوفیہ صافی کون
 ہیں؟ ان کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ حضرت شیخ عجمی الدین ابن عربیؒ کی تصانیف
 کی کیا اہمیت ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تصوف صرف وہ ہے جو ”موافق
 کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ ہو۔ باقی سب گمراہی ہے۔ مشائخ کا تصوف ایسا ہی تھا
 جو لوگ کتاب و سنت پر عامل نہیں وہ صوفی نہیں۔ ان کو ”حشویہ“ یا ”باطنیہ“ کہنا چاہیے اور
 ان کے عمل کو صوفیہ صافی کا عمل سمجھ کر حقیقی تصوف کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ حقیقی
 صوفیہ کا مرتبہ بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔

”اصل عنوان صوفیہ مرتبۃ عظیم و مقامے رفیع و مسلک طریق مستقیم است“

باب چہارم نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید

نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید، دور مغلیہ کے مشہور اکابر و اعیان سلطنت میں سے تھے۔ اگر
کے عہد میں وہ بخشی کے عہدے پر مامور تھے لیکن بقول مصنف اقبال نامہ جہانگیری "بخشی
بود وزیر نشان" جہانگیر کے عہد میں اُن کی دیانت، راست بازی اور محنت کی بہت قدر
کی گئی اور ان کو کجرات کا والی مقرر کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کو پنجاب بھیج دیا گیا اور وہیں اُنہوں
نے ۱۰۲۵ھ میں وصال فرمایا۔ اور دہلی میں سپرد خاک کیے گئے۔
شیخ فرید کو اللہ تعالیٰ نے ایک حساس قلب اور بیدار مغز عطا فرمایا تھا۔ علماء و مشائخ
سے ان کو گہری عقیدت تھی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:-

شیخ فرید بخاری کہ اذا عالم امرائے آں زماں بود جامع بود در میان نجابت و صلاح و اعتقاد
مشائخ صوفیہ"۔

وہ مذہبی شعار کو رواج دینے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ اسی تنگ و دو میں اُن کا وقت صرف
ہوتا تھا، انہیں کوئی لگن تھی تو یہی، کوئی مصروفیت تھی تو یہی۔ اُن کے زمانے کے علماء و
مشائخ نے اس جذبے کو سمجھ لیا تھا، اور وہ پوری طرح اس کی قدر کرتے تھے۔ اکبری دور
میں جب سنت و شریعت سے بے تعلقی برسی اور ملامت شاہی فتنہ و فساد کا مرکز بنے تو حالات

۱۰۰۰ جہانگیر کو جب ان کی وفات کا علم ہوا تو "ازیں خبرنا خوش خاطر آزدگی تمام بہم رسانید" ترک جہانگیری
۱۰۰۰ ملاحظہ ہو، واقعات دار الحکومت دہلی۔ جلد سوم ۱۰۰۰ انقاس العارضین۔

کی اصلاح کے لیے علماء و مشائخ کی نظر انتخاب ان ہی پر پڑی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی انقلابی تحریک میں اُن سے دست راست کا کام لیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے نقشبندیہ سلسلہ کی ترویج میں اُن کی ہمدردیوں سے فائدہ اٹھایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اجبار سنت و شریعت کے لیے اُن ہی کی حمیت دینی کو متحرک کیا۔

مشائخ کی نظر میں شیخ فرید کی جو قدر و منزلت تھی اس کا کچھ اندازہ خواجہ باقی باللہؒ کے مکتوبات سے ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہ ان کو قبلہ گاہی سلامت کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ ایک بار اپنی مجلس میں فرمانے لگے :

”شیخ را برا حقما است و بہ وسیلہ وجود ہم یر شیخ کے بہت حق ہیں اور ان کے وجود
ایشان دریں راہ کشايشادیدہ ایم“ کی برکت سے ہم نے بڑی فتوحات اور کشايش
دیکھی ہیں۔

مجدد صاحبؒ ایک مکتوب میں ان کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر لکھتے ہیں

گر برتن من زباں شود ہر موئے

یک شکر تو از ہزار نتواں کرد ۵

شیخ فرید کے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ شیخ محدثؒ خود ان کا بڑا ادب و احترام کرتے تھے۔ کتاب المکاتیب والرسائل میں مندرجہ ذیل سات خطوط شیخ فرید کے نام ہیں :-

(۱) تحسین المطلبوب بانظار المحبوب و رعایۃ الاعتدال فی العلم والحال (ص ۸۳-۸۴)

(۲) تقسیم الامام علی اربعۃ اقسام (ص ۸۳-۸۴)

(۳) تنبیہ الغافلین بفتن الدنیا واربابہا واغترار الجاہلین بزخارفہا واسبابہا (ص ۸۳-۹۱)

(۴) مجید الذکر فی بیان حقیقۃ الشکر (ص ۹۹-۱۰۲)

۵ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ

۸۲ ص ۸۲

(۵) تسبیب الخیر لرفع الغیر و دوام اللجاری بالخوف والرجاء (ص ۱۱۱-۱۰۸)

(۶) کشفنا استار الظلم عن سان الحال والقال و القلم (۱۱۵-۱۱۱)

(۷) لتعظیم لامر اللہ و الشفقة علی خلق اللہ (ص ۱۶۶-۱۶۰)

ان مکتوبات کا ایک ایک لفظ پر معنی ہے شیخ محمدؒ اور شیخ فرید کے باہمی تعلقات کی نوعیت اور اس زمانہ کی مذہبی اور سماجی حالات پر بڑی مفید اور دلچسپ روشنی پڑتی ہے۔ اگر ان خطوط کے مطالعہ کے وقت یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ یہ زیادہ تر عہد اکبری میں لکھے گئے ہیں تو ان کا صحیح مفہوم سامنے آجائے۔

پہلے خط میں شیخ محمدؒ تین ہدایتیں کرتے ہیں:

(۱) طلب صادق پیدا کرو۔

(۲) پاداش عمل کا خیال رکھو۔

(۳) ظاہر و باطن میں کامل امتزاج پیدا کرو۔

”طلب صادق“ کی وضاحت اس طرح کرنے کے بعد —

”طلب بر جان طالب چنان غالب آید و استیلا یابد کہ پیچ مقصود سے و پیچ آرزو سے

ازاں منع نیاید و غلبہ شوق و تعطش بآن سرحد رسد کہ اگر عقلائے عالم حکم کنند کہ وہاں

بدیں مطلوب محال است و حصول این مقصود مستعدرا این سخن در گوش اصلا راہ نیابد“

فرماتے ہیں کہ بیکار بیٹھنے کی گنجائش نہیں۔ جو کچھ کر سکتے ہو کرو۔ یہ خیال نہ کرو یہ چھوٹا

ساکام ہے۔ اللہ نے ہر کام کا اجر مقرر کیا ہے۔ فمن يعمل مثقال ذرة خیرا یرہ و

من يعمل مثقال ذرة شرا یرہ۔ پھر ظاہر و باطن کے امتزاج پر نہایت ہی پُر تاثیر گفتگو

کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہیں:

بر کف جام شریعت بر کف سندان عشق ہر ہوسنا کے زندہ جام و سنداں با خشن

سہ کتاب المکاتیب ص ۷۲ سہ ایضاً ص ۷۱۔

ایک خط میں ارشاد ہوتا ہے کہ دین کے دو بازو ہیں۔ ^۱التعظیم لامر اللہ اور الشفقت علی خلق اللہ۔ دونوں کی وضاحت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

”اما مقام التعظیم لامر اللہ عالی تر و شان و مرتبہ سے در اعلیٰ رکھ کر اسلام و تشیّد و تائید امر دین و ملت بالاتر از آنست و بحقیقت پیچ کاٹے کہ باعث قبول و سفید رونی مرد در بارگاہ عزت و درگاہ نبوت تواند شد، بالاتر از آن نیست کہ در تقویت دین و ملت و ترویج و تائید سنت کو شد و در آن بذل و مجہود نماید و در سواد آن شکر اگر چه تنہا باشد یغفر ^۲اید“

شیخ محدثؒ امراء سے دین کے جس بازو کو قوی کرنے کی اُمید رکھتے تھے اس کو نہایت عمدگی اور صفائی سے اس جملہ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ امراء کو اعلیٰ رکلمہ حق کے لیے تیار کرنا چاہتے تھے۔ شیخ فرید نے اس سلسلہ میں جس خلوص اور انہماک کا ثبوت دیا اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو شیخ محدثؒ نے ان کی عیادت کے لیے لکھا ہے۔

”مقصود غرض دعا بود و شکرانہ وجود شریف و صحت و سلامت ذات بابرکات از عارضہ ضعف کہ عنصر لطیف طاری شدہ بود، الحمد للہ کہ بطالع فقرا و درویشاں و توجہ محباں کہ درنت غبار وحشت از چہرہ مقصود زود بصفا مبدل شد، وجود شریف ایشان غنیمت است و بقاء ذات بابرکات محض حکمت و عین مصلحت“ ^۳

ایک خط میں اُن کے متعلق فرماتے ہیں :-

”حق نعتی از آنحضرت بر ذمہ فقرا و وقت ثابت شدہ است“ ^۴

اُن کے ارشاد ہوتا ہے :

”گاہے گلہ ایس رخس ریزہ را کہ آنرا قلم نامند بردست ایں حقیر جریاں می دہند و انچہ لائق روزگار اصحاب و موافق حال ایں فقیر بود حریفی سر می زند“ ^۵

^۱ کتاب المکاتیب - ص ۱۱۱۔

^۲ ایضاً ص ۱۰۲۔

^۳ کتاب المکاتیب - ص ۱۶۱۔

^۴ ایضاً ص ۱۰۲۔

اس کے بعد خاموشی سے لکھتے ہیں۔

”اگر دراصل آں حوت آشنا سرزد نہ ہے سعادت و قبول اما بشرط ستروکتمان

تا سخن در پردہ بماند و قدم از جادہ ادب بیروں نیفتد“ لہ

شیخ محدثؒ کا یہ جملہ حقیقت میں اُن کے خطوط کا مفہوم سمجھنے کے لیے کلید کا کام دیتا ہے۔ وہ ”ستروکتمان“ کے قائل تھے۔ ”در پردہ“ بات کرتے تھے۔ غیر ضروری ہنگامہ آرائی انہیں پسند نہ تھی جو مقصد پیش نظر تھا وہ خاموشی اور احتیاط سے بھی حاصل ہو سکتا تھا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مجھے خط لکھتے ہوئے بڑی سراسیمگی اور پریشانی ہوتی ہے۔ وجہ

یہ بتاتے ہیں :

”املا و انشاء مکاتیب خصوصاً وقتے کہ مکتوب ایہ در غایت غرت و خجست

درجہ و کاتب در نہایت ناکسی و خواری اقتدایں جا قلم زن سراسیمہ و حیران

بود و قلم از دے سراسیمہ تر و حیران تر“ لہ

پھر فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ جناب والا میں مدح و ستائش کی تمنا بالکل نہیں کرتا۔

باب (۵) تحم عبد الرحیم خان خاناں

ہرم خان کے فرزند عبد الرحیم خان خاناں (۹۶۳-۱۰۳۶) کا نام مغلیہ عہد کی تاریخ میں علم و فضل، اور شجاعت و شہامت دونوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ عوفی اسے مخاطب کر کے کہتا ہے ۶

اے داشتہ در سایہ ہم تیغ و قلم را !

وہ اپنے زمانہ کا جید عالم تھا۔ دنیا کی بہت سی زبانوں پر پوری قدرت رکھتا تھا۔ آثار الامراء میں لکھا ہے :-

”خانخاناں در قابلیت و استعداد یکتائے روزگار بود و ادعبی و فارسی و ترکی و ہندی و دہلوی داشت شعر خوب می فهمید و می گفت۔ رحیم مخلص می کرد۔ گویند کہ با کثر زبانہا کہ در عالم رائج است حوت می زد“ ۷

مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ خانخاناں اس درجہ کا سخن سنج تھا کہ اگر وہ شاعری میں پڑتا تو عرفی اور فطری کا ہمسر ہوتا ۸

شجاعت و ہمتور کا یہ عالم تھا کہ دکن (جو بہت سے مغل سپہ سالاروں کی شہرت کا مدفن تھا) ہمیشہ اس کی شہامت و بہادری کے افسانوں سے گونجتا رہا۔ محمد غوثی نے

۷ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو، آثار رحیمی، عبدالباقی ہنودنی، نیز آثار الامراء، حصہ دوم ۸ آثار الامراء۔ جلد دوم۔ ص ۷۹۔ ۹ شعر اعجم

اس کے اخلاق، معنوی فقر، فصاحت و بلاغت بخشش و کرم اور حافظہ کی بڑی تعریف کی ہے یہ اس کو صوفیہ اور مشائخ کی صحبت میں بیٹھنے کا بہت شوق تھا اور ان سے بڑی عقیدت کے تعلقات رکھتا تھا۔ مجدد صاحب کے مجموعہ مکتوبات میں متعدد مکتوبات اس کے نام کے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بھی نواب خاں خاناں سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ اکبری عہد میں بن امرار نے اپنے دینی احساس و شعور کو بیدار رکھا تھا، ان میں نواب خاں خاناں بھی تھے۔ اور صرف یہی ایک بات شیخ محدث کی نظر میں ان کی عزت اور عظمت قائم کرنے کے لیے کافی تھی۔ کتاب المکاتیب میں مندرجہ ذیل پانچ خطوط شیخ نے ان کے نام لکھے ہیں

(۱) اختیار التخلی لا انتظار التجلی (ص ۷۰-۷۳)

(۲) تذکیر اولی الاحلام بان لذات الدنیا کلھا آلام و رفع التعب والغنا بکفہ
بین الفقر والغنا۔ (ص ۷۷-۸۰)

(۳) سلوک اقرب اسبل بالتوجه الی سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ص ۹۱-۹۲)

(۴) صدق التعطش والدوام فی طلب المقصد والمرام (ص ۹۶-۹۸)

(۵) اتحات الاحیاء بیان حدیث الحجۃ (ص ۱۰۲-۱۰۶)

ان خطوط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خان خاناں کو صرف بزرگوں کی صحبت ہی سے دلچسپی نہ تھی بلکہ سلوک و معرفت کی وادیوں کی سیر کرنے کا بھی شوق تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ مشائخ سے مراسلت رکھتا تھا۔ شیخ محدث نے اپنے مکتوبات میں بعض باتیں اس کی روحانی تربیت کے لیے لکھی ہیں۔ بعض باتوں کا مقصد احیاء شریعت و سنت کے لیے اس کی حمیت دینی کو جوش دلانا ہے۔ ان مکتوبات کا ایک ایک حوت جذبے اور تاثیر سے ڈوبا ہوا ہے۔

مکتوب اول میں عمل پیہم کی تلقین اس طرح کرتے ہیں کہ

”در تمام سال نہ ہر دو در ماہ ہے ہفتہ و در ہفتہ روزے در روزے ساعت“

انسان اپنے کام میں مشغول رہے۔ ایک لمحہ کی کوتاہی بعض اوقات ہلک ثابت ہوتی ہے۔
 فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ "حصول یقین" کے انتظار میں عمل کو ملتے رہتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔

"شیخ ذکر اللہ باخیری فرمود: در اول حال شیخ ذکر اللہ باخیر فرماتے تھے کہ ابتدائے حال

اختیار عمل را مشروط بحصول یقین نباید داشت میں عمل کو حصول یقین کے ساتھ مشروط نہیں

دہناں قدر تصدیق کہ حاصل است اگرچہ کرنا چاہیے۔ اسی تصدیق پر جو حاصل ہے۔

اعتقاد و تقلید باشد شروع در عمل باید کرد، (اگرچہ یہ اعتقاد اور تقلید ہی کیوں نہ ہو) عمل

تاہم از صفا معاملات و نورانیت عمل رفتہ شروع کر دینا چاہیے تاکہ معاملہ کی صفائی اور عمل

رفتہ حجاب ریب از جمال شاہ غیب براقبتہ کی نورانیت کی وجہ سے شک و شبہ کا حجاب

و نور یقین جلوہ گراید راضی شدن بہ نقصان شاہ غیب کے جمال سے رفتہ رفتہ اٹھ جائے

و تسویف و تاخیر سعی در ازالہ و علاج آن اور یقین کا نور جلوہ گر ہو۔ نقصان پر راضی ہو جانے

مقصد را دور تر اندازد و علت بعد و حجاب تسویف اور ازالہ و علاج میں تاخیر کرنے سے مقصد

را مستقر و ممکن سازد و ختم و طبع و زیر کشد دور تر ہو جاتا ہے۔ حجاب اور دھندلی کی علت

نعوذ باللہ منہا، یقین است کہ صاحب مستقل اور مضبوط کر کے دل پر ہر لگا دیتا ہے

فطرت سلیم ہرگز از جادہ سلامت طریق نعوذ باللہ منہا۔ یقین ہے کہ فطرت سلیم رکھنے والا

استقامت بدریغفتہ..... یکے شخص ہرگز سلامتی کی راہ اور استقامت کے طریقے

از محققان گفتہ است کہ فطرت سلیم مجہول سے نہیں ہینگا.... ایک محقق نے کہا کہ فطرت

است براختیار دین اسلام" لے سلیم دین اسلام قبول کرنے پر مجبور ہے۔

دوسرے مکتوب میں شیخ محدث محمد آداب سحر گاہی کی تلقین اس طرح فرماتے ہیں :-

لے یہاں حضرت شیخ کے خیالات شاہ کلیم اللہ دہلوی سے بہت ملتے ہیں۔ شاہ کلیم اللہ صاحب اپنے خلفاء کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ وہ اس انتظار میں نہ رہیں کہ غیر مسلم پہلے مسلمان ہو جائیں پھر ان کو ذکر بتایا جائے ذکر پہلے بتا دیا جائے وہ خود ان کو رہقہ اسلام میں کھینچ لیگا "ما خط ہو" مشایخ چشت "باب اول، شاہ کلیم اللہ دہلوی لے کتاب المکاتیب - ص ۹۳۔

مشائخ گفتہ اند کہ دریں عالم آنچه از لذتہائے بہشت نمونہ گذاشتہ اند ذوق تلخ و مناجات
وقت سحر است" ۱۷

ایک اور خط میں ارشاد ہوتا ہے :

"پیرا دپیر عالمیاں حضرت غوث الثقلین شیخ محیی الدین ابی محمد عبدالقادر
جیلانی رضی فرماید کہ نیم شب برخیز وضو نمازہ بساز دو رکعت نماز بگذار و

بہ سجده رو" ۱۸

ایک جگہ "فقیہ صابر" اور "غنی شکر" کا دلچسپ موازنہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

آنرا کہ سوزش فقر در سازد و غناش از حائرہ بیروں اندازد فقرش مبارکیاد
و آرد کہ غنا براہ اعتدال برد و با عروس تو فتنہ ہم آغوشی دہد غناش گوارا باد
..... غنی باید کہ فقیر را از خود بترد اند و فقیر نیز خطبہ فضل غنا بلند تر از پایہ

حال خود خواند تا در جانبین عجب و تکبر راہ نیاید" ۱۹

ایک مکتوب میں ترویج دین کی اہمیت کو اس طرح بیان فرما کر کہ

"اعظم امور دریں باب ارشاد و ہدایت است و تجدید و ترویج احکام سنت، -
بالاتر ازین کامی کہ مٹم سعادت ابدی و دولت سرمدی اگر دنیست"

سعدی کا شاعر

دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است ز عشق تا بہ صبوری ہزار فرنگ است
کچھ اس انداز سے پڑھتے ہیں کہ نشر کا کام کیا ہے -

۱۷ کتاب المکاتیب - ص ۷۸ -

۱۸ کتاب المکاتیب - ص ۱۰۵ -

۱۹ کتاب المکاتیب - ص ۷۳ -

۲۰ کتاب المکاتیب - ص ۸۰ -

باب ششم (۶) فیضی

شیخ مبارک کابٹا، ابوالفضل کا بڑا بھائی، دربار اکبری کا مشہور شاعر فیضی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنے عہد کا مشہور و معروف شاعر اور ممتاز عالم تھا۔ عربی، فارسی اور سنسکرت کا فاضل تھا۔ قرآن شریف کی تفسیر بے نقط سواطع الالہام کے نام سے لکھی تھی جس کے متعلق غلام علی آزاد بلگرامی کا خیال ہے کہ

”برہان فضیلت شیخ فیضی..... است کہ دریں ہزار سال پیشتر ہیچ مستعدی

رایسر نہ شد“ ۱

محمد حسین آزاد نے صحیح لکھا ہے کہ انشا پر دازی فیضی کے قلم کو سجدہ کرتی ہے۔ اس کے شاعرانہ کمالات کا اعتراف اہل زبان کو بھی کرنا پڑا تھا۔ مولانا شبلی کا خیال ہے:-

نارسی شاعری نے چھ سو برس کی وسیع مدت میں ہندوستان میں صرف دو شخص

پیدا کیے جن کو اہل زبان کو بھی چارونا چارنا پڑا۔ خسرو اور فیضی“ ۲

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور فیضی میں بہت گہرے تعلقات تھے۔ حجاز گوردانہ ہونے سے قبل وہ فتح پور سیکری میں اُن کی صحبت میں رہے تھے لیکن بعد کو جب فیضی کے عقائد

۱۔ آخر الکلام۔ ص ۱۹۹۔ لیکن بدایونی نے اس تفسیر کے متعلق لکھا ہے کہ ”برائے ششستن بدنامی کہ تار و زجرا بعد آب دریا شستہ نگرود، در عین حالت مستی و جنابت می نوشت“ منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۲۹۹

۲۔ دربار اکبری۔ ص ۳۷۱

۳۔ شعر العجم۔ جلد سوم۔ ص ۷۲۔

میں بے راہ روی پیدا ہوئی تو شیخ نے اس سے قطع تعلق کر لیا۔ جب شیخ حجاز سے واپس آئے تو فیضی نے ایک خط میں شوقِ ملاقات کا اظہار کیا، اور لکھا —

اگر بال و پر سے می دشتم ہر روز ہر دم اں حجرہ می نشستم و دانہ چہیں نکلت

محبت می شدم“ لے

بدایونی نے لکھا ہے کہ شیخ محدث نے فیضی سے ملنا پسند نہ کیا اور
”مکاتیب عذرا میزنوشت و انقطاع را بہانہ ساخت“

فیضی کو شیخ محدث سے جو والہانہ عقیدت اور محبت تھی اس کا اندازہ فیضی کے مکتوبات سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ سب مکتوبات اپنی جگہ بے حد اہم ہیں اس لیے ضمیمہ میں شامل کر دیے گئے۔ جس زمانہ میں فیضی اپنی تفسیر سواطع الالہام میں مصروف تھا، اس کی تمنا یہ تھی —
”بزدی بخد مت میفرستد کہ انوار نظر دوستان را تا ثیرے دیگر است“

شیخ کا مکتوب گرامی عصر تک نہ پہنچتا تو لکھتا —

”دے است کہ آنجا نب لیسے نور زیدہ، سوانح بخیر باد۔ در پناہ حق باشند“

ایک خط میں لکھتا ہے :

”محبت پناہ! دریں ماہ رمضان آوازہ مقدم گرامی بسیار بود، چنانچہ خدم سلالہ الاصفیاء

شیخ موسیٰ بقیر فرمودند و بجد بودند، یارب چه صورت دارد فی الواقع وقوعے پیدا خواہد کرد

یا محض حرف و صورتے است باعلام حقیقت حال“

فیضی کا یہ مول تھا کہ جو تصنیف مکمل ہوتی، شیخ کی خدمت میں روانہ کرتا مگر اُن کی رائے معلوم کر لے کا متمنی رہتا۔ یہاں فیضی کی شیخ محدث سے عقیدت و ارادت پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ وہ تمام مکتوبات جو لطیفہ فیضی میں شیخ کے نام ہیں یہاں درج کیے جا رہے ہیں۔

فیضی کی شیخ محدثؒ سے یہ ذاتی عقیدت ان کے اس زخم کو مندرجہ ذیل نہ کر سکی جو فیضی کی دینی بے راہ روی سے ان کے حساس قلب پر لگا تھا۔ چنانچہ فہرس التوالیف میں فیضی کے متعلق لکھتے ہیں :-

”دریں جزدناں زبان بشاعری کشادہ و داد سخن وری دادہ است۔ فیضی اگرچہ کہ در فصاحت و بلاغت و مزیات و رضانت سخن ممتاز روزگار بود، لیکن حیف کہ بہ جہت وقوع و ہبوط در بایویہ کفر و ضلالت رقم انگار دو ادبار بر ناصیہ احوال خود کشیدہ، زبان اہل دین و ملت جناب نبوت را از بردن نام دے و نام جماعت مٹوم دے پاک است، تاب اللہ علیہموان کا نوا مؤمنین“۔

شیخ محدثؒ نے اس طرح غصہ کے لہجہ میں کسی معاصر کی گمراہی اور بے راہ روی کی شگاہ نہیں کی۔ یہ تلخ نوائی شدت احساس کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے یہ

شیخ کے مجموعہ مکاتیب میں ایک خط

”تثبت القدم علی الاضطبار تبرک صبحۃ الاصداد والاعیار“

فیضی کے نام ہے۔ اس خط میں شیخ محدثؒ نے دو طبقوں کی حالت کا موازنہ کیا ہے۔ ایک طبقہ ہے جس کو عیش و عشرت، سیر و تفریح کا شوق ہے جس کا تمام وقت ہوائے باغ و سیر صحرا میں گزرتا ہے۔ دوسرا طبقہ ہے کہ ”با وحشت انس گرفتہ“ ان کے دل میں کسی اور چیز کی لگن ہے۔ وہ سیر و تفریح سے دور اپنا وقت گزارتے ہیں۔ یہ فرق دکھانے کے بعد شیخ محدثؒ فیضی کے سامنے ایک ایسا شعر پڑھتے ہیں جس کو سن کر فیضی کو یقینا پسینہ

لے فہرس التوالیف (قلمی) لے ملا عبد القادر بدایونی اس کے متعلق لکھتے ہیں :

”در وادی عناد و عداوت با اہل اسلام و وطن در اصل اصولی دیں و اہانت خدمت صحابہ کرام و تابعین و سلف و خلف متقدمین و متاخرین و مشائخ و اموات و اجار و بے ادبی و بے محاشی ہمہ بیود و نہار ملی و ہنود و نجوس بروہنرا شرف داشتند“

مغیب التوازیخ بلد سوم ص ۲۹۹-۲۰۰

آگیا ہو گا۔

تو دل غم جگر را چہ شناسی کہ نبود دست

جرازی گل رنگ بدامان تو داسے!

آگے چل کر شیخ لکھتے ہیں کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص غم خواری اور ہمدردی کرنے والا نہیں تو بعض اوقات خیال ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے راستے پر چلنے لگوں، لیکن پھر غیب سے یہ انداز سنائی دیتی ہے —

”از صوبت این راہ مترس کہ بیاراں بایں راہ رفتہ اند و بمنزل مقصود رسیدہ“

فرماتے ہیں :-

”سچ کس را..... نیام کہ حرف آشنا گوید دہمتے بخشہ دلدادی دہد، اینجا نفس گمید کہ تو راہ گم کردہ و در کار خود غلط خوردہ راہ ہاں است کہ عامہ غلائق ہاں سو میروند، کار ہاں کہ ایشاں میکند، اینجا حیرتے و توقفے بلکہ تذبذبے و تردد سے راہ یا بد و قدم بہت از رفتاری کہ دارد باز ماند و بروش اہل عالم نگران گردد و نزدیک است کہ رفتار خود را بگذارد و ہاں راہ رود کہ دیگران می روند باز ندانے از غیب در رسد یا ہم از باطن سالک پیدا شود، و اللہ اعلم، کہ ہاں حکایت نفس مشن و بطریب دیوار راہ مرد و باز نگر کہ منزل نزدیک است“ لے

باب ہفتم

ملا عبد الفتاح در بدایونی

ملا عبد الفتاح در بدایونی عہد اکبری کے مشہور مؤرخ تھے۔ عربی فارسی اور سنسکرت کے فاضل تھے۔ اکبر نے ان کو تصنیف و تالیف اور ترجمے کے کام پر مامور کیا تھا۔ لجنہ داؤدی رکھتے تھے اس لیے ابتدائی زمانہ میں شاہی امام کی خدمات بھی انجام دی تھیں۔ اکبر کے مذہبی افکار سے شدید اختلاف تھا۔ اپنی کتاب منتخب التواریخ میں اس کی دینی گمراہیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور ان درباری اُمراء اور شعراء کی شدید مذمت کی ہے جنہوں نے اکبر کے خیالات کی تائید کی تھی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی جن دنوں فتح پور سیکری میں شیخ فیضی اور مرزا نظام الدین احمد بخش کے پاس مقیم تھے ملا صاحب اکثر ان کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ خود لکھتے ہیں۔

”پیوستہ از فوائد صحبتش مخطوط بودم“ ۱۷

شیخ محدث جب حجاز سے واپس آئے تو بدایونی نے دہلی میں ان سے ملاقات کی یہ ملاقات سیرری سی ہوئی تھی اس لیے کہ بدایونی اس وقت لشکر کے ہمراہ لاہور جا رہے تھے۔ بدایونی کو اس کا بڑا افسوس رہا اور لاہور سے شیخ محدث کے نام ایک خط میں لکھا ”دروقتیکہ ملازماں ایشاں بدہلی تشریف آورند و مخلص خود را ساعتی لطیف مشرف

ساختند آن ملاقات جز قعش و اشوق نیفرود و چنداں چیز ناگفته و ناشینده ماند که

جگو یہ " ۱۷

اسی خط میں لکھتے ہیں :

"ابن فقیر را بعین الیقین معلوم شدہ است کہ در ذات ایشان معنی محبت

و حقیقت آشنائی ممکن یافتہ است" ۱۸

شیخ محدث گورد ملا بدایونی میں محبت و یگانگت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ دونوں ایک ہی خانوادے سے منسلک تھے۔ حضرت مخدوم شیخ حامدؒ کے فرزند و سجادہ نشین شیخ موسیٰؒ سے شیخ محدث بیعت تھے۔ اور شیخ داؤدؒ مرید و خلیفہ شیخ حامدؒ سے ملا عبد القادر بدایونی نسبت رکھتے تھے۔

ملت کی پریشیاں حالی کے جس احساس نے شیخ عبدالحقؒ کے قلب و فکر کو گریا تھا اسی جذبہ نے ملا عبد القادر کو بھی بے چین کر دیا تھا۔ شیخ محدثؒ نے اپنے ماحول پر خرم و احتیاط کے ساتھ تنقید کی، ملا عبد القادر نے بے پردہ اور بے باکانہ۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ ایک جگہ لکھتے ہیں :۱

"بعض خوش اعتقاد بزرگوں کا خیال ہے کہ ملا عبدالمسی اور مخدوم الملک کی نسبت ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ملا صاحب کی نکتہ چیں طبیعت کی بے اعتدالیوں اور معاشرت کے تعصب پر معمول کرنا چاہیے۔ لیکن ان بزرگوں کو معلوم نہیں کہ ملا بدایونی کے علاوہ اس

۱۷ منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۱۲ ۱۸ ایضاً

۱۹ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۰-۲۰۱۔

۲۰ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۱-۲۰۲۔ منتخب التواریخ۔ جلد سوم ص ۲۸-۲۹

۲۱ خود شیخ محدثؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

"انا حرم کر سخن مبالغہ گفتہ نشود و از حیث احتیاط کہ روش این فقیر است بیرون نمیگم" ص ۳۰۰

حمد کے دیگر قلع نگار بھی اس بارے میں متفق ہیں اور گو بدایونی کی طرح
 بے پردہ و بے باکانہ لکھنے کو شیوہ حزم و احتیاط و تہذیب نگارش
 کے خلاف سمجھتے ہیں مگر اصلیت کا صاف اقرار کرتے ہیں۔ شاہ عبدحق
 محدث دہلویؒ سے بڑھ کر محتاط اور پردہ پوش راوی کون ہوگا.....
 شاہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے (مخدوم الملک کے متعلق) اس سے زیادہ
 بدایونی نے کونسی بات لکھی ہے؟ البتہ شاہ صاحب تہذیب نگارش و
 طریق احتیاط و عفو پر نظر رکھ کر پردے پردے میں لکھتے ہیں اور بدایونی اپنے
 جوش حق گوئی و اضطراب راست بیانی میں کسی بات کی پرداہ نہیں کیے۔^{۱۵}

باب ہفتم

مرزا نظام الدین احمد بخشی

مرزا نظام الدین احمد بخشی، مؤلف تاریخ اکبر شاہی یا طبقات اکبری۔ دربار اکبری کے بیخ ہزاری امراء میں تھے۔ عرصہ تک گجرات کے بخشی رہے تھے۔ علم و عمل کی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ارکین کا خیال ہے کہ وہ اپنے عہد کے بہترین مورخ تھے۔ مذہب کا صحیح احترام ان کے دل میں تھا۔ بدایونی لکھا ہے کہ ”جہت یگانگت دینی“ مجھے اُن سے بڑی محبت تھی۔ ۲۳۔ صفر ۱۰۳۸ مطابق ۲۸۔ اکتوبر ۱۵۹۲ء کو جب اُن کا انتقال ہوا تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو ان کے غم میں پر غم نہ ہو گئی ہو۔ اکبر نامہ میں ہے۔

”شہر یار پائشناس نختے دل گرفت داز الہی در گاہ آمرزش خواست

آشنا و بیگانہ با فسوس بر خاست در راستی بسو گوار ی شست

بدایونی کو تو ان کی موت کا اتنا صدمہ ہوا کہ اشک حسرت از دیدہ ریختہ و سنگ مبدی پر سینہ چڑھا۔ مرزا نظام الدین اور شیخ محدث رحیم بے حد خلوص اور یگانگت کے تعلقات تھے ابتداً راء میں شیخ محدث فتح پور سیکری میں ان کے پاس ٹھہرے تھے۔ پھر جب وہ ایک جذبہ کے ماتحت یک لخت حجاز کی طرف چل کھڑے ہوئے تھے تو مرزا ہی نے اُن کی زاد راہ کا انتظام

سے بخشی کے فراموش نہ تھے، فوج کی بھرتی، منصب داروں کے رجسٹر رکھنا۔ تنخواہ کے قواعد کی پابندی کرانا وغیرہ وغیرہ۔ ۱۔ ایلیٹ جلد پنجم۔ ص ۱۷۸۔ ۲۔ منتخب التواریخ، جلد سوم۔ ص ۳۹۰۔

۳۔ اکبر نامہ، جلد سوم ص ۶۵۵۔ ۴۔ منتخب التواریخ، جلد سوم۔ ص ۳۹۰۔ بدایونی نے نجات المرشد مرزا صاحب ہی کے اصرار پر تصنیف کی تھی۔

کیا تھا اور نہایت خاطر مدارات سے اُن کو احمد آباد میں اپنے یہاں ٹھہرایا تھا۔

باب (۱۹) نهم میر سید طیب بلگرامی

میر سید طیب بلگرامی، میر سید عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل کے فرزند اور سجادہ نشین تھے۔ علم و فضل، زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ آزاد بلگرامی نے اُن کے متعلق لکھا ہے :

”وے ذات مقدسی است کہ اگر ثقلین با دنا ز کتہ می زید و اگر

زمین و نیاں بر خود بالندی شاید“

سید کرم اللہ پیر سید العارفین، میر شاہ لدہا کہا کرتے تھے :

”اگر کسے خواہد ملک را بروئے زمین بہ بیند میر سید طیب را

مشاہدہ کند“

میر طیب درس و تدریس کا مشغلہ رکھتے تھے۔ ہدایہ تفسیر بیضاوی وغیرہ پر نہایت عالمانہ حاشیے لکھے تھے۔ ان میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں بڑی محبت اور مودت تھی۔ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے :

”در میان شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ و حضرت میر مجتبیٰ و مودت

عظیم بود، شیخ عبدالحق بہ رعایت بزرگی اور شیخ طیب می گفت“

ایام پیری میں ایک مرتبہ شیخ محدث درس لے رہے تھے کہ کسی مقام پر رک گئے اور فرمانے لگے کہ اگر میر سید حبیب اس وقت موجود ہوتے تو بہ آسانی اس مشکل کو حل کر دیتے۔ اتفاقاً میر سید حبیب اسی وقت وہاں پہنچے، شیخ بہت خوش ہوئے اور وہ مشکل ان کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے اس عبارت کو اس طرح پڑھا کہ مشکل خود بخود حل ہو گئی۔ اس زمانہ میں شیخ نور الحق خلف الصدق شیخ عبد الحق آگاہ میں قاضی تھے۔ شیخ محدث نے میر صاحب سے دریافت کیا کہ کس راہ سے لائے؟ جب معلوم ہوا کہ آگرہ کی طرف سے آنا ہوا تو فرمایا کہ نور الحق سے تو ملاقات ہوئی ہوگی۔ میر صاحب نے جواب دیا "سفر میں کچھ ایسے موانع پیش آئے کہ ملنے کا موقع نہ ملا۔ شیخ نے فرمایا۔

"ظاہر اذینک اور تکب قضا مشدا عراض بہ عمل آمد"

پھر شیخ نور الحق کی تعریف کی، اور کہا:

"اگرچہ پیر من است اما بجائے پدر، اگرچہ شاگرد من است اما بجائے

استاد، اگرچہ مرید من است اما بجائے پیری دانم" ۱۵

میر سید حبیب یہ سن کر اس طرح اٹھ گویا کسی ضرورت کے لیے جاتے ہیں، لیکن اسی وقت آگرہ کے لیے روانہ ہو گئے، اور شیخ نور الحق سے ملاقات کر کر واپس آئے شیخ عبد الحق ان کے اس اخلاق سے بے حد متاثر ہوئے اور بقول آزاد بلگرامی

"معدرتما بر زبان آورد" ۱۵

باب دہم

محمد غوثی شطاریؒ

مولانا محمد غوثی ابن حسن ابن موسیٰ شطاری صاحب گلزار ابرار ۹۶۳ھ میں مانڈو میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرنے کے بعد شیخ وجیہ الدین عسکری گجراتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے محمد غوثی حضرت سید محمد غوث گوالیاری شطاریؒ سے بیعت تھے۔

شیخ محدثؒ اور مولانا غوثی کے تعلقات کی تفصیل کہیں دستیاب نہیں ہوتی گلزار ابرار میں مولانا غوثی نے ان کو اپنا دوست بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب شیخ حجاز جاتے ہوئے مالوہ میں ٹھہرے تھے تو ان سے بہت سے فیوض حاصل کیے تھے۔

۱۔ گلزار ابرار - ص ۲۰۸ (اردو ترجمہ)
۲۔ ایضاً ص ۵۹۹ (اردو ترجمہ)

حزبِ حق

شیخ محمد ثانی کی اولاد

بابا فریدؒ، محبوب الہیؒ، چراغ دہلویؒ۔

(۳) نجات المریدین: احوال حضرت غوث الاعظمؒ

یہ تینوں کتابیں اب نایاب ہیں۔ سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید کے دوسرے ایڈیشن میں رسالہ احوال پنج پیرانِ چشت کا حوالہ دیا ہے۔

فرزندِ سوم محمد ہاشم کے متعلق فرس التوالیف میں لکھا ہے:

”جوہر طبع اور بحدت و سلامت و قوت در علم خصوصاً بعلم شریف

حدیث موصوف و ممتاز است“

محمد ہاشم کے فرزند محمد عالم سے شیخِ محدث ”کوہِ بڑی محبت تھی۔ ایک مکتوب میں لکھتے

ہیں:-

”فرزندِ دلہند بجاں پیوند محمد عالم را فرستادم کہ چند گاہ دیدہ

بجاں و کمال اور روشن گرداند“ ۱۵

باب اول

شیخ نور الحق مشرقی

شیخ محدثؒ کے فرزند اکبر شیخ نور الحقؒ ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے تھے تعلیم و تربیت باپ ہی کے آغوش میں پائی۔ شرح قرآن السعدین میں لکھتے ہیں کہ میرے باپ ہی نے اب ت کی تختی مجھے پڑھائی اور میرے باپ ہی نے مجھے فارغ التحصیل کر دیا۔

شیخ محدثؒ کی حیات میں انہوں نے اکبر آباد کی قصا کو قبول کر لیا تھا۔ شاہجہاں ایام شاہزادگی سے ان کی استعداد اور قابلیت کا معترف تھا۔ جب تخت نشین ہوا تو اصرار کر کے خدمت ان کے سپرد کر دی۔ شیخ نور الحقؒ نے یہ کام نہایت خوبی سے انجام دیا۔ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے :

”حق این منصب نازک نوعی کہ باید بہ تعلیم رسانید“

شیخ نور الحقؒ زیادہ عرصہ تک منصب شاہی سے وابستہ نہیں رہے۔ شیخ محدثؒ کی وفات کے بعد انہوں نے اپنے باپ کی مسند ارشاد کو سنبھال لیا۔ شاہجہاں نامہ میں لکھا ہے :

”و پس از رحلت آن جناب نور الحق خلف الصدقش کہ در علم و فضل شہرہ آفاق بود مدت مدید صدر آرائے مدرسہ استفادہ گشتہ“

۱۔ شرح قرآن السعدین (قلمی) ۲۔ آثار الکرام ص ۲۰۲

۳۔ شاہجہاں نامہ (اعمال صالح) ص ۳۸۵۔

شیخ محدثؒ کو اپنے فرزند اکبر سے بے حد محبت اور لگاؤ تھا۔ ایک خط میں لکھتے ہیں

”اذا من پیچ عملے نیامده کہ واسطه وسبب نجات من در عاقبت گردد، الا

وجود مسعود آن فرزند دلبند بیت

شنیدم کہ در روز امید و بیم ہاں را بہ نیکال بخشد کریم

و از نیجاست کہ پسر صالح را از اعمال خیر پد ر شمرده اند“

رسالہ وصیت میں اپنے متعلقین اور منسلکین کو ہدایت فرماتے ہیں کہ

”فرزند عزیز نور الحق را خلیفہ و جانشین فقیر دانند۔ و ہا دے بتعظیم و تقدیم

پیش آیند“

شیخ محدثؒ ان کو اپنا ”وجود ثانی“ کہا کرتے تھے اور ان کے علم و فضل کے دل سے

معترف تھے۔

شیخ نور الحقؒ اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔ بعد کو حضرت عاشق محمد نبیرہ

حضرت خواجہ شاہ نظام الدین مارنولیؒ سے عقیدت پیدا ہو گئی تھی اور ان کے حلقہ

مریدین میں شامل ہو گئے تھے۔ فتح العارقیں میں لکھا ہے :-

ہر گاہ حضرت شاہ عاشق محمدؒ بر سید ارشاد نشست و خرقہ خلافت از

والد بزرگوار دریافت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی

از ایشان استفادہ فیض باطن نمود“ ۱۵

شیخ عبد الحق دہلویؒ کی توجہ کامرکز مشکوٰۃ تھی، تو شیخ نور الحقؒ کی کوششوں کا محور شیخ بخاریؒ

انہوں نے پھر جلدوں میں بخاری کی شرح تیسیر القاری کے نام سے فارسی میں لکھی اور اس کو

اوزنگ زب عالمگیر کے نام سے منسوب کیا۔ یہ شرح ۱۲۹۸ھ میں مطبع علوی محمد علی حسن خان

لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔

علم و ادب کا ذوق خاندانی ورثہ تھا مشرقی تخلص کرتے تھے شعر خوب کہتے تھے۔ ان کے
شاعرانہ کمالات اور صلاحیتوں کے متعلق شیخ عبدالحقؒ کی یہ رائے دیکھی سے پڑھی جائیگی:
”وجود فرزند مسعود نور دیدہ دانش و پیش نور الحق الملقب بمشرقی است کہ شروق نیر فضل و
کمال دے در ہر دو طریقہ دانشوری و مخنوری با وسط السماء استواء اعتدال نزدیک بہست
الراس رسیدہ است، یقین منست کہ اگرے توجہ ہر گمارد و ہر طریقہ شعرائے زمانہ مشب و
روز بمشق سخن و فکر شعروے آرد خمسہ نظامی و خسرو واقع تواند کرد و لیکن توجہ اشتغال
دے بجانب علم و صلاح و نفس الامر غالب آمدہ۔“ بنی گزارد کہ بطرف شعرو طریقہ شعروے
آرد“ لے

فرحت الناظرین میں لکھا ہے کہ شیخ نورالحقؒ نے ایک ثنوی تحفۃ العراقین لکھی تھی
اور ان کا ایک دیوان بھی کھا جو پانچ ہزار اشعار پر مشتمل تھا۔ یہ ثنوی اور دیوان اب دستیاب
نہیں ہوتے۔ چند اشعار کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں جن کی بنا پر ان کے کلام کے متعلق
کوئی رائے قائم کرنا مشکل ہے۔

ۛ از شیوہ ہمدان ایں دور خلافت گویم رمزے اگر بگیری بگراف
چوں شیشہ ساعت اند پوشتہ ہم دہا ہمہ پر غبار و رولہ ہمہ صاف

با آنکہ مشرقی ہمدان دیدہ چوں گل است
بایچکس چوں چشم حجاب آشنا نبود

شیخ نورالحقؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور سے قابل ذکر ہیں:۔
(۱) شرح شمائل ترمذی۔ اس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ۛ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں ”تصانیف

ۛ نرس التالیف (قلمی)

ۛ نمبر ۹

ۛ فراوان دارد“

(۲) تفسیر سورۃ الفاتحہ۔ قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں ہے۔

(۳) حاشیہ علی شرح الجامی۔ قلمی نسخہ پٹنہ اور حیدرآباد میں ہیں۔

(۴) شرح عضدی۔
شرح مطالع
برعضدی و شرح مطالع و شرح ہدایہ
و حکمت و دیگر کتب متداولہ حواشی دار
شرح ہدایہ

(۵) شرح قرآن السعدین۔ قلمی نسخہ برٹش میوزیم اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس
کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

(۶) رسالہ در بیان رویا۔

(۷) محیی القلوب

(۸) زبدۃ التواریخ

شیخ نور الحق کے علم و فضل اور زہد و اتقا کا دور دورہ شہرہ تھا۔ سلاطین، علماء و
صوفیہ سب ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ شاہ جہاں نے ایک باغ کو شک نامی
آپ کو عطا کیا تھا۔ فرحت الناظرین میں لکھا ہے:-

۱۔ نمبر ۱۲ (II) ۱۳۰۶ ۱۷۴۴ء نمبر دوم (کتب خانہ آصفیہ)
۲۔ فرحت الناظرین (قلمی) ۱۷۴۴ء نمبر دوم (کتب خانہ آصفیہ)
۳۔ نور العین شرح قرآن السعدین۔ امیر خسرو کی مشہور شہنوی
ہے جس میں کیقباد اور بغراخان کی ملاقات کا حال بیان کیا گیا ہے۔ شیخ نور الحق نے اس کی شرح لکھی شیخ محمد
نے اس کے مسودہ کو طرغ سے آخر تک ملاحظہ فرمایا تھا۔ اور اس میں اضافے فرمائے تھے۔
۴۔ ملاحظہ ہو فہرست مرتبہ ربو، جلد دوم ۱۷۴۴ء ملاحظہ ہو معارف، اکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۲۸۷-۲۸۸۔
۵۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید نے ان کے والد ماجد سے تاریخ لکھنے کی درخواست کی تھی
شیخ ان دنوں بعض اہم علمی تصانیف میں مصروف تھے، یہ کام ان کے سپرد کر دیا اس میں نواب مرتضیٰ خاں کا حال
تفصیلی درج ہے۔ نیز عمہ غوری سے لے کر جہانگیر تک کے حالات نہایت صفائی سے تحریر کیے گئے ہیں۔ قلمی نسخہ
برٹش میوزیم (ریو ج ۱) اور کتب خانہ آصفیہ (نمبر ۱۲) میں موجود ہے۔
۶۔ مرآۃ المحتائق۔ ص ۱۱۳ (یہ بارغ اکتیس بیگہ کا تھا اور عرصہ تک شیخ کے خاندان میں رہا۔

”بارہا بہ ملازمت اقدس عالمگیر بادشاہ رسیدہ بعنایات بادشاہانہ ممتاز

گردیدہ بود“

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ اُن کا اتنا خیال کرتے تھے کہ ایک مرتبہ شیخ عبدالحق نے عرض کیا کہ مشرقی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو فرمایا۔۔۔

”تصدیق نکشد ما بدین آدمی آئیم۔“

جذبہ عشق بحدیث بیان من یار کہ اگر من نروم او بطلب می آید

شیخ نورالحق نے اپنے عظیم المرتبت باپ کی طرح بیشتر وقت علم حدیث کی تبلیغ و ترویج میں صرف کیا۔ ۹ شوال ۱۰۳۸ھ کو نوے سال کی عمر میں داعی اہل کولبیک کہا اور اپنے باپ کے احاطہ مزار میں سپرد خاک کیے گئے۔

شیخ نورالحق کے صرف ایک فرزند شیخ نور اللہ تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔

اولاد (۱) سیف اللہ (۲) علیم اللہ (۳) محب اللہ (۴) جبار اللہ

شیخ سیف اللہ نے ۱۰۹۸ھ میں شمائل ترمذی کی شرح اشرف الوسائل کے نام سے فارسی میں لکھی تھی۔ فرزند سوم شیخ محب اللہ علم و فضل میں ممتاز تھے۔ انہوں نے صحیح مسلم کی شرح منبع العلم کے نام سے لکھی۔

شیخ محب اللہ کے دو لڑکے تھے، حافظ فخر الدینؒ اور شیخ نورالحق ثانی۔ مورخ الذکر نے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی عربی تصنیف ماقتب بالسنۃ کی شرح فارسی میں لکھی تھی۔

۱۔ کتاب المکاتیب۔ ص ۳۰۴-۳۰۵۔

۲۔ یہ شرح ۲۔ رجب ۱۰۹۸ھ کو مکمل ہوئی اور اورنگ زیب کو پیش کی گئی۔ لکھتے ہیں: ”پس چوں صوت تمام گرفت، ساختم آن راجعہ درگاہ معلیٰ بادشاہ ظفر قرین سلطان دیں پرورد سلطان اعظم ابو ظفر محی الدین محمد عالمگیر غازی لادالت رایات سلطنتہ مقارنۃ لایات الطغ والنظر“

۳۔ مرآۃ الحقائق میں لکھا ہے: ”یہ کتاب کتب خانہ مولوی انوار الحق میں قبل از غدر ۱۲۸۵ھ موجود تھی، اس کے بعد سے نہیں ہے“ ص ۱۱۵۔

باب دوم (۲) حافظ محمد فخر الدین اور ان کی اولاد

شیخ محب اللہ کے فرزند اکبر حافظ محمد فخر الدینؒ حدیث کے جید عالم تھے۔ انہوں نے اپنے باپ کی شرح منبع العلم پر نظر ثانی کی اور اس کو از سر نو ترتیب دیا۔ حصن حصین کی فارسی شرح لکھی، جو مطبع نول کسٹور سے طبع ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں عین العلم مصنفہ شیخ محمد بن عثمان بن عمر بلخیؒ کو فارسی زبان میں منتقل کیا۔

حافظ فخر الدین کے فرزند ارجمند شیخ الاسلام محمد کو بھی بہت شہرت حاصل ہوئی۔ نادر شاہ کے حملہ تک وہ دہلی میں رہے۔ اور صدر الصدور کی خدمات انجام دیتے رہے۔ انہوں نے صحیح بخاری کی شرح چھ جلدوں میں لکھی تھی جو لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی دو تصانیف یہ ہیں:

(۱) کشف العظائم الزم للہوتی علی الاحیاء، تجمیر و تکفین سے متعلق ہے اور دو مرتبہ دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔

(۲) طرد الاوهام عن اثر الامام الہمام: اثبات مذہب امام ابو حنیفہؒ پر تھی۔

جس زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام دہلی میں منصب صدر الصدور کی خدمات

انجام دے رہے تھے وہ بڑا ہوش ربا دور تھا۔ دہلی بقول شاہ ولی اللہ دہلویؒ مہینزلہ لعب صبیان تھی۔ سکھوں، مرہٹوں، جاٹوں وغیرہ کی ہنگامہ آرائی نے زندگی کو ایک بوجھ بنا دیا تھا۔ شرح بخاری کے نصف اول کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:-

تمام شد بحول اللہ و قوت ترجمہ نصف صحیح درہنگام کمال تشریح بال و پر پیشانی حال از نسب

و غارت خانہ در جملہ دیار شہر کسندہ دہلی من آخر مجاہدی الثانی ۱۱۶۶ھ

مولانا محمد شیخ الاسلامؒ کے فرزند شیخ سلام اللہ محدث رامپوری اپنے زمانہ کے مشہور محدث تھے۔ حدائق الحنفیہ میں لکھا ہے کہ وہ فقیہ فاضل، محدث کامل، مفسر متبحر، علامہ عصر محقق اور مدقق تھے۔ صاحب تذکرہ کالمات رامپور کا بیان ہے کہ وہ تمام کتب غیر درسیہ پر مثل کتب درسیہ کے قادر تھے۔ علوم منقول حدیث، رجال، لغت، ادب سب میں کامل تھے، اور عربی زبان میں مطالب علمیہ کو لکھنے میں بدطولی تھا وہ دہلی کے حالات سے بد دل ہو کر رام پور چلے گئے تھے اور وہاں درس تدریس کا کام اعلیٰ پیمانے پر شروع کر دیا تھا۔ ۱۲۲۹ھ یا ۱۲۳۳ھ میں وصال فرمایا اور بغدادی صاحب کے مزار کے احاطہ میں سپرد خاک کیے گئے۔

شیخ سلام اللہ صاحب نے موطا کی شرح شرح محلی بجل اسرار الموطا کے نام سے دو جلدوں میں لکھی تھی۔ ڈاکٹر زبید احمد صاحب کا خیال ہے کہ محلی، مستوی (شاہ ولی اللہ دہلوی) سے زیادہ جامع ہے۔ مگر مستوی کی ترتیب محلی کی ترتیب سے بہتر ہے۔ محلی کے علاوہ شیخ سلام اللہ صاحب کی تصانیف یہ ہیں :-

(۱) شرح شمائل ترمذیؒ

(۲) رسالہ مناقب اہل بیت بنام خلاصۃ المناقبؒ

(۳) کمالین حاشیہ تفسیر جلالینؒ

(۴) رسالہ اصول حدیث

شیخ سلام اللہ صاحب کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ نور الاسلام اور محمد سالم

۱۔ حدائق الحنفیہ۔ ص ۴۶۸ ۲۔ معارف و ہمبر ۱۹۲۲ء ص ۴۲۲۔

۳۔ یہ کتابیں مولوی الموارحق کے کتب خانہ میں تھیں (مرآۃ المفاتیح۔ ص ۱۱۶)

شیخ نور الاسلام علوم عقلیہ و نقلیہ اور علم ریاضی میں کمال رکھتے تھے۔ علم طب سے بھی دلچسپی تھی۔ مولانا غیاث الدین صاحب غیاث اللغات نے طب انہی سے پڑھی تھی۔
شیخ نور الاسلام کچھ عرصہ رام پور میں مفتی بھی رہے تھے۔ ان کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) رسالہ بحث زمان بنام ایثار الحق (۲) رسالہ بحث مکان

(۳) رسالہ اصول حدیث (۴) رسالہ اسطرلاب

(۵) حاشیہ علی میرزا علی الرسالۃ القطبیہ

مولانا حاجی ابوالخیر محمد سالم نے مندرجہ ذیل تصانیف چھوڑی تھیں۔

(۱) رسالہ نور الایمان (۲) رسالہ اصول الایمان

(۳) لطائف الاسرار (۴) طریق السالم

(۵) رسالہ عذب نہر ترجمہ خربالجر (۶) رسالہ در بیان جواز سماع

مولانا نور الاسلام اور مولانا محمد سالم کے بعد شیخ محدث کے خاندان کی علمی حیثیت تقریباً ختم ہو گئی۔ حدیث سے وہ وابستہ تعلق جو شیخ محدث سے لے کر مولانا محمد سالم تک خاندان حقی کی خصوصیت تھی بعد کو کسی بزرگ میں نظر نہیں آتی۔ اس خاندان کے دو آخری بزرگوں مولانا انوار الحق حقی مرحوم دہلوی اور مولانا برکت علی حقی مرحوم دہلوی

۱۔ اجماع العلوم ج ۳ ص ۹۲۷ ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی مولانا صہبائی سے، حساب و ہندسہ مولوی مشتاق احمد شاگرد مولانا ملوک اعلیٰ سے، منطق مفتی صدیق الدین خاں سے، علم کلام مولانا جید علی فیض آبادی اور شرح وقایہ و ہدایہ مولانا عبدالرزاق سے پڑھی۔ ابتدائی زمانہ میں علمی مشاغل تھے اور شیخ محدث کی کتابوں کو جمع کیا تھا۔ بعد زندگی بدل گئی اور سرکاری ملازمت میں بٹھیں کر لی۔ شیخ محدث کے مکتوبات کو انہوں نے شائع کیا تھا۔ شاہ کلیم اللہ دہلوی کے حالات میں ان کا ایک مختصر رسالہ مسلم یونیورسٹی کے کتبخانہ میں ہے (ذخیرہ سر شاہ سلیمان) اسی رسالہ کے ساتھ میر حسن علاء سہری صاحب فوائد الفوائد کی ایک مختصر لیکن نایاب تصنیف مع المعنی بھی شامل ہے جو مطالعہ کے قابل ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے اس رسالہ کو بہت پسند فرمایا تھا۔ شیخ محدث کے حالات میں انہوں نے مرآۃ المحتائق تصنیف کی۔

کو اپنے بزرگوں کی روایات کا بڑا خیال تھا اور انہوں نے شیخ محدثؒ کی تصانیف کی حفاظت اور حالات کی اشاعت میں بیش قدر خدمات انجام دیں۔

فہرست تصانیف اولاد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحقؒ

- | | | |
|-----------------------------------|-----------------------|--------------------------|
| (۱) تیسیر القاری شرح صحیح البخاری | (۲) شرح شمائل ترمذی | (۳) تفسیر سورۃ الفاتحہ |
| (۴) حاشیہ علی شرح الجامی | (۵) شرح عضدی | (۶) شرح مطالع |
| (۷) شرح ہدایہ | (۸) شرح قرآن السعیدین | (۹) زبدۃ التواریخ |
| (۱۰) رسالہ در بیان رویا | (۱۱) معی بالقلوب | (۱۲) فتویٰ تحفۃ العراقین |

شیخ علی محمد بن شیخ عبدالحقؒ

- | | |
|-----------------|-------------------------------|
| (۱) خزائن الدرر | (۲) رسالہ احوال شیخ پیران چشت |
|-----------------|-------------------------------|

(۳) نجات المریدین

شیخ سیف اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ نور الحقؒ

- (۱) اشرف الوسائل فی شرح شمائل ترمذی

شیخ محب اللہ بن شیخ نور اللہؒ

- (۱) منبع العلم ترجمہ صحیح مسلم

حافظ فخر الدین بن شیخ محب اللہؒ

- | | | |
|--------------------|-------------------|------------------|
| (۱) شرح منبع العلم | (۲) شرح عین العلم | (۳) شرح حصن حصین |
|--------------------|-------------------|------------------|

شیخ نور الحق ثانی بن شیخ محب اللہؒ

- (۱) شرح ما ثبت بالسنة

شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدینؒ

(۱) اشرح صحیح بخاری (۲) کشف الغطا عما الزم للموتی علی الاحیاء

(۳) طرد الاوثام عن اثر الامام الہمام

مولانا محمد سلام اللہ محدث بن مولانا شیخ الاسلامؒ

(۱) محلی شرح موطا (۲) رسالہ مناقب اہل بیت بنام خلاصۃ المناقب

(۳) کمالین حاشیہ تفسیر جلالین

(۳) شرح شمائل ترمذی

(۵) رسالہ اصول حدیث

مولانا نور الاسلام بن محمد سلام اللہؒ

(۲) بحث مکان

(۱) رسالہ بحث زمان

(۴) رسالہ اسطرلاب

(۳) رسالہ اصول حدیث

(۵) حاشیہ علی میرزاہد علی الرسالۃ القطبیہ

مولانا محمد سالم بن سلام اللہؒ

(۲) رسالہ اصول الایمان

(۱) رسالہ نور الایمان

(۴) طریق السالم

(۳) لطائف الاسرار

(۵) رسالہ عذب نثر ترجمہ حزب البحر (۶) رسالہ در بیان جواز سماع

پیشکش
حضرت

شیخ محمد ثناء کی علمی اور دینی خدمات

باب اول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ماحول

انسان کی ذہنی اور فکری نشوونما میں ماحول کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق کچھ ماحول سے لیتا اور کچھ اس کو دیتا ہے۔ اس طرح رد و قبول، جذب و انجذاب، تقلید و اجتہاد کی خاموش لیکن طویل کشمکش کے بعد اُس کی شخصیت کا مرکز متعین ہوتا ہے۔ اس بنا پر کسی انسان کو اس کے ماحول سے ہٹا کر سمجھنے کی کوشش کبھی بار آور نہیں ہو سکتی۔ شیخ محدث کے افکار و رجحانات، جذبات و احساسات بڑی حد تک حالات گرد و پیش سے متاثر ہوئے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دینی خدمات کا جائزہ لینے سے قبل ان کے ماحول کو سمجھ لیا جائے۔

شیخ عبدالحق نے جب آنکھ کھولی تو مہدوی تحریک پورے عروج پر تھی۔ مہدوی تحریک | مہدوی تحریک کے بانی سید محمد جوہر پوریؒ ۱۲۱۲ھ ہجری الاول ۱۸۲۷ء مطابق ۱۲۲۳ء کو جوہر پور میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ دل و دماغ کی بڑی خوبیوں کے مالک تھے اس لیے معاصرین نے ان کو اُسد العلماء کا خطاب دیا تھا۔ درس تدریس میں خاص متاثر تھی اُن کے حلقہ درس میں شاہ وگداس سہی شریک ہوتے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں سید محمد جوہر پوری معتقدین کی ایک مختصر جماعت کو ساتھ لے کر حجاز چلے گئے، وہاں عرصہ تک ارشاد و تلقین اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔ مہدوی تذکروں میں لکھا ہے کہ ۱۲۹۵ھ میں جب کہ اُن کی عمر باون سال تھی انہوں نے مکہ میں مہدویت کا اعلان کیا اس کے بعد وہ

ہجرات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور احمد آباد میں مہدوی تحریک کا مرکز قائم کیا۔ وہاں علماء نے اُن کی شدید مخالفت کی، لیکن جتنی وہ مخالفت کرتے تھے اتنی ہی اُن کی تحریک ترقی کرتی تھی مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں۔ ”عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے ان کی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی۔ ان لوگوں کے طور طریق کچھ عجیب عاشقانہ و الہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابہ کرام کے خصال نص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے عشق الہی کی ایک جاں سپار جماعت تھی جس نے اپنے خوں کے رشتوں اور وطن و زمین کی فانی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر قربان کر دیا تھا۔ اور سب کو چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمسا رہن گئے تھے۔ امیر و فقیر اعلیٰ و ادنیٰ سب ایک ہی حال اور ایک رنگ میں رہتے اور بحر خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکام شرع کے اجراء و قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے“ لے

حقیقت یہ ہے کہ سید محمد جوہروری کی تحریک حالات گرد و پیش کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا اعلان تھی۔ مادیت کی وبا ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، شریعت سے انحراف روز بروز ترقی کر رہا تھا، علماء سورنہ دین کی بے حسی پر کمر باندھی تھی اور سید سادے انسانوں کو گمراہ کر رہے تھے۔ صوفیہ نے شریعت و طریقت کی تفریق میں اپنی بے راہ روی کا جواز تلاش کر لیا تھا، امراء و سلاطین ہنگامہائے ناؤ نوش میں مدہوش تھے۔ اس صورت حال نے سید محمد کے حساس قلب میں کرب اور بے چینی پیدا کر دی۔ انہوں نے اعلیٰ کلمۃ الحق کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ مولانا آزاد اُن کی تحریک کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”میرا خیال ہے کہ اس کی بنیاد صداقت و حق پرستی پر تھی، یعنی دعوت و تبلیغ حق و احیاء شریعت و قیام فرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر

لے تذکرہ

اُس کا مقصد اعلیٰ تھا اور خود سید محمد اور ان کے پیروں کی پہلی جماعت کے اکثر لوگ بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے۔ ۱۷

سلیم شاہ سوری کے عہد میں شیخ علانی، شیخ عبداللہ نیازی وغیرہ نے ہمدوی تحریک کی نشر و اشاعت میں بہت کام کیا۔ اکبر کے عہد میں گجرات ہمدویوں کا مرکز تھا اور وہاں میاں محمد مصطفیٰ کی مسند ارشاد بھی ہوئی تھی۔ علماء اُن کے شدید مخالف تھے۔ ۱۸۵۳ء میں جب اکبر گجرات پہنچا تو انہوں نے میاں مصطفیٰ کے قتل کی تجویز پیش کی۔ اکبر نے میاں مصطفیٰ کو پٹن بلوایا اور اُن سے گفتگو کی۔ ان کی باتوں کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ خاں اعظم کو حکم دیا کہ ان کو فتح پور بھیج دیا جائے۔ وہاں اکبر نے علماء کو جمع کیا اور میاں مصطفیٰ سے ہمدویت کے متعلق سوالات کیے۔ بدایونی لکھا ہے:

”در صحن دیوان خانہ علماء را طلبیدہ از شیخ مصطفیٰ تحقیق

مسئلہ ہمدویت می نمودند و او عجیب بود و مناظرہ بامتداد

کشید“ ۱۹

میاں مصطفیٰ نے گجرات جاتے ہوئے ۱۸۵۵ء میں وصال فرمایا۔ ان کے بعد شمالی ہندوستان میں ہمدویت کا اثر کم ہو گیا۔

سید محمد ہمدوی کی تحریک احیاء سنت اور امانت بدعت کے لیے وجود میں آئی تھی لیکن یہ اپنے اصلی رنگ میں زیادہ عرصہ تک نہ چل سکی۔ ہمدویت کا تصور اسلام کے ایک بنیادی اصول ختم نبوت سے ٹکرا گیا اور علماء اسلام مثلاً شیخ علی مرتضیٰ

۱۷ تذکرہ ۱۸ میاں مصطفیٰ کی ایک تصنیف ”جواہر التصدیق“ ۱۸۵۳ء میں جمعیت ہمدویہ دائرہ زمستان پور حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔

۱۹ میاں مصطفیٰ کے حالات زندگی حافظ محمود شیرانی مرحوم نے انڈیل کالج میگزین (۶۳، ۶۴) میں لکھے ہیں (دائرے کے ہمدویوں کا اردو ادب کی تعمیر میں حصہ)۔

۲۰ ملاحظہ ہو مجالس میاں مصطفیٰ (مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ ۱۳۶۷ھ)۔

۲۱ منتخب التواریخ۔ جلد سوم ص ۱۵ ۲۲ حالات کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ۔

شیخ ابن حجر کئی اور شیخ عبدالحقؒ اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ شیخ عبدالحقؒ نے لکھا ہے:

”در اعتقاد سید محمد جو پوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشت و رسید سید محمد را نیز بود، فرق ہمیں است کہ آنجا با صالہ بود و اینجا بتبعیہ و تبعیہ رسول بجائے رسیدہ کہ ہجو او شد“

اگر سولہویں اور سترہویں صدی کی مختلف مذہبی تحریکوں کا بغور تجزیہ کیا جائے تو حقیقت واضح ہو جائیگی کہ اس زمانہ کا سب سے اہم مسئلہ پیغمبر اسلام کا صحیح مقام اور حیثیت متعین کرنا اور برقرار رکھنا تھا! — تصور امام، عقیدہ ہمدویت، نظریہ الفی، دین الہی — یہ سب تحریکیں پیغمبر اسلام کے مخصوص مقام اور مرتبہ پر کسی نہ کسی طرح ضرب لگاتی تھیں۔ شیخ عبدالحقؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ارفع مقام کی پوری طرح وضاحت کر دی اور اس سلسلہ کی ہر ہر گراہی پر شدت سے تنقید کی۔

اس دور میں جو طبقہ سب سے زیادہ ظلمت و گمراہی کا شکار تھا وہ علماء **علمائے حنا** سو کا تھا۔ اس نے ”اجتہاد“ اور بدعت حسہ کے دلفریب عنوان سے صدیوں کے دروازے کھول دیے تھے حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:-

”اکثر علماء این وقت رواج دہندہ ہائے اس زمانہ کے بیشتر علماء بدعت کو رواج دینے بدعت اند و محو کنند ہائے سنت“ لے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ حاجی ابراہیم سرہندی نے گجرات سے بادشاہ کے لیے کچھ تحائف بھیجے تھے جن میں سے ایک تحفہ یہ تھا۔

لے ”در زمان خود عظم فقہاء علم علمائے کہ معظمہ بود و در ابتدائے حال استاذ شیخ (علی متقی) بود“
(اخبار الاخیار۔ ص ۱۵۰)

لے مکتوبات مجدد الف ثانی۔ مکتوب ۵۴۔ دفتر دوم حصہ ہفتم

”ایک جلی عبارت شیخ ابن عربی قدس سرہ کی ایک پرانی کرم خوردہ کتاب سے ناموں
حروف میں نقل کر کے بھیجی جس کا مطلب یہ تھا کہ ”صاحب زماں“ کے پاس بہت سی
عورتیں ہونگی اور وہ بغیر ڈارھی کے (ریش تراش) ہوگا“ لہ

یہ علماء جس باطنی فسق و فجور میں مبتلا تھے اس کا اندازہ محذوم الملک کے اس واقعہ
سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس دولت کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ صرف گھر کے صندوقوں
میں ہی نہیں بلکہ خانہ دانی قبروں میں بھی چاندی سونے کی انشیں ہی مدفون تھیں۔ لیکن
اس کے باوجود عمر بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہ کی۔ جیلہ یہ نکال لیا تھا کہ ہر سال کے آخر میں اپنا
تمام خزانہ بیوی کے نام جمع کر دیتے تھے اور سال ختم ہونے پر وہ ان کو واپس کر دیتی تھی
ملا بدایونی نے لکھا ہے :-

”وغیر اہل نیز حیلہ ہائے دیگر کہ حیل بنو اسرائیل پیش آل شرمندہ است و بچیں
خست و رذالت و خباثت و جہالت و مکاری و شتمکاری او کہ بہ مشایخ و فقرا
دیار خصیصاً بہ ائمہ مساجد و اہل استحقاق پنجاب نمودہ بود ایک ایک بہ ظہور
پیوست“ لہ

حُب جاہ و زر نے ان علماء کے ضمیر کی آواز کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ بادشاہ
کی خوشنودی مزاج کی خاطر ہر قسم کے غیر شرعی فتوے دینے کے لیے آمادہ ہو جاتے تھے اگر
کو سجدہ کرنے کا فتویٰ قاضی خاں بدخشانی نے دیا تو ملا عالم کابلی کو اس کا افسوس ہوا
کہ یہ اجتہادی فضیلت اس کو کیوں نہ میرائی ادارہ منڈوانے کی حدیث شیخ
امان پانی پتی کے بھتیجے نے نکالی۔ فریضہ حج کے اسقاط کا فتویٰ محذوم الملک کے
ذہن رسا کا نتیجہ تھا۔

علماء سو کی ان اجتہادی سرگرمیوں نے مذہب کی روح کو مردہ کر دیا اور شریعت

سنت سے بے اعتنائی عام ہو گئی۔ مجدد صاحبؒ ایک مکتوب میں صدر جہاں کو لکھتے ہیں۔

”معلوم شریف است کہ در قرن سابق ہر فسادے کہ پیدا شد از شومی علماء و صوفیوں
آہ“ لے

اس زمانہ میں گمراہی کا دوسرا زبردست منبع صوفیہ خام تھے۔ انہوں نے
صوفیہ خام ”شرعیات کو“ طریقت“ سے علیحدہ کر کر تصوف کی شکل کو مسخ کر دیا تھا
مجدد صاحبؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-

”متصوفان خام و محمدان بے سرانجام
..... خیال می کنند کہ خواص مکلف
بمعرفت اند و بس و میگویند
کہ مقصود از اینها و شریعت حصول
معرفت است و چون معرفت میر
شد تکلیفات شرعیہ ساقط گشت و
ایں آیه کریمہ و اعبد ربک حتی
یا تیک الیقین مستشہدی آرند یعنی
انتہائے عبادت تا حصول معرفت حق
تعالیٰ است“ لے

بہت سے ایسے مجاہدات رائج ہو گئے تھے جن کو شریعت و سنت سے کوئی تعلق
نہ تھا۔ وحدت وجود کی گفتگو بر سر عام ہوتی تھی۔ اور عبد و معبود کے درمیان سب فرق بے معنی
قرار دیا جاتا تھا مجدد صاحبؒ نے ان حالات میں فرمایا تھا۔

لے مکتوبات ص ۱۹۵ جلد اول لے مکتوبات ص ۲۵۸ دفتر اول۔

”ریاضات و مجاہدات کہ باور لائے تقلید سنت اختیار کنند مختبر نیست“ م ۲۲۱ دفتر اول
 ”احوال و مواجید کہ براسباب نامشروعہ مترتب شوند نزد فقیر از قبیل استدراجات
 است“ م ۲۶۶ - دفتر اول

”زخار تبرہات صوفیہ مقتون نگردی وغیر حق راہل سلطان حق ندائی“ م ۲۷۲
 ”قص و سرود“ اب تصوف کی جان تھا۔ الحاد و زندقہ کو چھپالے کے لیے ”طریقت“ کا
 لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ مشائخ متقدمین کی روایات بھلائی جا چکی تھیں۔ اور تصوف
 جو کبھی احیاء سنت، تزکیہ نفس اور تخلیہ باطن کا دوسرا نام تھا، اب سراسر ظلمت اور بدعت
 کے مترادف ہو گیا تھا۔

دربار اکبری | ابتدائی زمانہ میں اکبر مذہب کا سختی سے پابند تھا۔ شریعت کا پورا
 پورا احترام کرتا تھا۔ پنج وقتہ نماز باجماعت پڑھتا تھا اور اس کی تلقین
 کرتا تھا۔ بدایونی نے لکھا ہے :

”ہر پنج وقت برائے خاطر جماعت در دربار می گفتند“

لیکن اس کا پیغمف زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ اور علماء رسو کی کج بختی اور حب زر
 و جاہ نے اس کو مذہب ہی سے برشتہ کر دیا۔ مجدد صاحب نے صحیح لکھا تھا کہ —
 ”در قرن ماضی ہر بلائے کہ بر سر آمد از شومی اس جماعت بود، بادشاہاں را ایشان از راہ
 ہی برند“

ہوا کہ ۱۵۷۵ء میں اکبر نے ایک عبادت خانہ بنوایا، جس میں علماء اسلام کو
 مختلف دینی مسائل پر تبادلہ خیال کرنے کی دعوت دی۔ علماء نے عبادت خانہ کو محل
 میں تبدیل کر دیا اور بقول بدایونی

”بدنفسہا از جماعت ظاہر شدند“ بہت کچھ یہودگیں اس گروہ کی ظاہر ہوئیں

لے منتخب التواریخ۔ صفحہ ۳۷۳ مکتوبات محمد الف ثانی، م ۷، دفتر اول حصہ دوم صفحہ ۳۷۳ منتخب التواریخ

بحث اس انداز میں ہوتی کہ علماء کی گردن کی ریں پھول آئیں اور شور و غل ہونے لگتا۔ اکبر نہایت سنجیدگی کے ساتھ مذہبی معلومات حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا۔ جب اُس نے علماء کی یہ حالت دیکھی تو اس کو سخت مایوسی ہوئی اور اس نے ملا عبد القادر کو حکم دیا کہ آئندہ جو عالم بھی نامعقول حرکت کرے اُس کو دربار میں نہ آنے دیا جائے۔ اکبر کے اس حکم کے بعد علماء و سواد کا شور و غل تو غالباً کم ہو گیا ہو گا لیکن ان کی فطرت کب بدل سکتی تھی۔ ایک عالم اگر ایک فعل کو حرام کہتا تو دوسرا کسی نہ کسی حیلہ سے اس کو جائز ثابت کر دکھاتا۔ اکبر کے ذہن پر اس صورت حال کا بہت بُرا اثر پڑا۔ اور

علماء و محدثین را کہ بہتر از غزالی و رازی اپنے زمانہ کے وہ علماء جن کو غزالی اور رازی

تصور نمودہ بودند، رکاکت کے ایشاں را سے بہتر تصور کرنا تھا، جب ان کا پچھو رہ

دیدہ، قیاس غائب بر شاہ کردہ سلف پن دکھاتا تو سامنے والوں پر غائبوں کو

را نیز منکر شدند ۳۷ قیاس کر کے سلف کا بھی منکر ہو گیا

شیخ عبد الباقی جن سے کبھی اکبر کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کے جوتے خود اٹھاتا تھا، ایک مرتبہ عبادت خانہ میں بحث و مباحثہ کر رہے تھے کہ اکبر نے ان کے منہ پر چاٹا مارا۔

علماء کے جھگڑوں سے تنگ آ کر ۱۵۷۹ء میں ایک محضر نامہ جاری کیا گیا جسے ملا مبارک ناگوری نے مرتب کیا تھا۔ اس محضر نامہ میں اعلان کیا گیا کہ

”مرتبه سلطان عادل عند الله زياده از مرتبه مجتهد است“

۱۷ اکبر کا یہ قول ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے :

”کاشکے از خوانندگان رسمی علوم چندین اختلاف بگوش نرسدے از فراوان دگر گوئی

تھامیر و احادیث نہ بیگفت زار نیفتادے“ (ص ۲۷۱)

دکاشکے میں رسمی علوم کے ماہرین سے اس قدر اختلاف نہ ملتا اور تھامیر و احادیث

کے اختلافات مجھے حیرانی میں نہ ڈالتے۔ ۱۸ منتخب التواریخ

اور اکبر کو حق اجتہاد دیا گیا۔ بظاہر یہ مسودہ بالکل معصوم معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں ایک اہم دینی اور فقہی مسئلہ الجھا ہوا ہے۔ اجتہاد کا حق کیا ایک ایسے بادشاہ کو دیا جاسکتا ہے جو علم دین سے پوری طرح واقفیت نہ رکھتا ہو؟

اس کے بعد اکبر نے مسجد میں خطبہ پڑھنے کا ارادہ کیا فیضی نے خطبہ میں یہ اشعار لکھے:

خداوند سے کہ مارا خسروی داد دل دانا و بازو سے قوی داد
بعدل و داد مارا رہمنوں کرد بجز عدل از خیال مایروں کرد
بود و صفی از حد قسم برتر تعالیٰ شانہ اللہ اکبر

ابھی خطبہ کے یہ اشعار بھی پوری طرح نہ پڑھتے یا یا تھا کہ اکبر پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ منبر سے اتر آیا

عبادت خانے کے دروازے اب ہر مذہب اور ملت کے لیے کھول دیے گئے اور طرح طرح کے مباحث پر گفتگو ہونے لگی۔ اکبر ان میں شرکت کرتا تھا۔ علماء اسلام سے اس کو پہلے ہی نفرت ہو چکی تھی۔ جب غیر مذہب کے لوگوں نے اس کے دل و دماغ میں اسلام کے متعلق شبہات پیدا کیے تو کوئی طبقہ علماء کا دربار میں ایسا نہ تھا جو ان کو رفع کر سکتا۔ جو مسلمان عالم دربار میں موجود تھے انہوں نے بادشاہ کی ہمنوائی میں ہی اپنی فلاح کا راز پایا۔ اور اس کی ہر بدعت کو جائز قرار دے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دربار اکبری ہدعات کا مرکز بن گیا اور اسلام سے بادشاہ کا تعلق روز بروز کم ہوتا چلا گیا۔

جب اسلام کی ہر ہر بات عقل کی ترازو میں تولی جانے لگی تو لامتناہی تنقید کا سب سے پہلا نشانہ مجتہدین و ائمہ بنے۔ ملا عبد القادر نے لکھا ہے:

”اگر در صین بحث سخن مجتہدین را اگر کسی بحث و مباحثہ کے درمیان ائمہ

می آوردند می گفت فلاں حلوائی د مجتہدین کی کوئی بات پیش کی جاتی تو
 فلاں کفش دوز، و فلاں چرم گر بر ما (ابو الفضل) اس کے جواب میں کہتا فلاں
 حلوائی فلاں کفش دوز اور فلاں چمڑے
 حجت می آرید؟
 دالے کے قول سے تم مجھ پر حجت قائم
 کرتے ہو۔

اس کے بعد دربار میں کھلم کھلا فقہی مسائل اور شعائر اسلامی کا مذاق اڑایا گیا معراج
 کو خلاف عقل ثابت کرنے کے لیے اکبر بیٹھے بیٹھے یکا یک ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا
 اور کہا —

”اے معنی را عقل یہ گو نہ قبول کند کہ شخصے در یک لحظه با گرانی جسم از خواب
 بآسماں رود“

ملا عبد القادر بدایونی نے دربار اکبری کا جو نقشہ کھینچا ہے اور اسلام کے متعلق اکبر
 کے جن خیالات کو بیان کیا ہے، ان کو موجودہ زمانہ کے بعض مورخین قابل اعتماد
 نہیں سمجھتے، بلکہ ان پر دروغ گوئی کا الزام لگاتے ہیں۔ تاہم شواہد اس الزام کی
 کی تائید نہیں کرتے۔ بدایونی نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تصدیق مجدد الف ثانی
 شیخ عبدالحق، میر عبد الاول اور دیگر علماء و مشائخ کی زبان ہی سے نہیں بلکہ زندگیوں
 سے ہوتی ہے اگر ملا بدایونی کی پیش کی ہوئی تصویر غلط ہے تو حضرت مجدد الف ثانی
 کی برہمی کا مطلب کیا تھا؟ وہ اپنے مکتوبات میں ”غریت اسلام“ کا نوہ کیوں کرتے
 ہیں؟ ان کو کس دربار میں اعدا ث و بدعات کا دریا اُمنڈنا ہوا نظر آ رہا تھا؟ وہ کیوں

۱۔ منتخب التواریخ جلد دوم ص ۳۱۷۔ ۲۔ اسی طرح ایک کوشش مکھن لال رائے چودھری
 نے اپنی کتاب ”دین الہی“ میں کی ہے۔ (ص ۲۶۸-۲۷۵) حقیقت یہ ہے کہ جب انسان نے کسی نکتہ
 خیال کی تائید برتلا ہوا ہو تو اسے تو صدق و دیانت کا دامن اکثر ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہو۔ اگر ملا نے اکبر کی
 برائی میں مبالغہ کیا ہے تو کیا ابو الفضل نے اس کی تعریف میں مبالغہ نہیں کیا؟ لیکن ابو الفضل کے بیان

امراء و اعیان کو دین و مذہب کی حفاظت کے لیے ترغیب دے رہے تھے؟ — پھر سب ہی سوالات تھوڑے تھوڑے فرق سے شیخ محمدؒ اور اس عہد کے دیگر علماء و مشائخ کے متعلق بھی پیدا ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر ملا بدایونی کی پیش کی ہوئی تصویر میں حق و صداقت نہیں تو پھر اس عہد کا بیشتر مذہبی لٹریچر بے معنی ہے۔ اور یہ سب علماء و مشائخ ایک فرضی ابتری اور انتشار کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے۔

مجدد صاحب ایک خط میں خان اعظم کو لکھتے ہیں

”سلطنت پیشین عنادے بدین مصطفوی مفہوم می شد“

اس اجمال کی تفسیر ان کے مکتوبات کی تین جلدوں میں ملتی ہے جن میں ایک ایک گمراہی کا پتہ دیا گیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصانیف کا اگر بخور مطالعہ کیا جائے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ملا عبد القادر کے بیانات کی پوری طرح تصدیق ہو جائیگی۔ شیخ محدثؒ نے اپنے مخصوص انداز میں وہ سب کچھ کہہ دیا ہے جو ملا بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ شیخ نور الحق بالکل صفائی سے لکھتے ہیں کہ ۹۸۶ھ یعنی (۱۵۷۸ء) میں بادشاہ نے مذہب کو خیر باد کہہ دیا تھا۔

دربار اکبری میں جن بدعات اور غیر شرعی حرکات کا ارتکاب ہوتا تھا اور علماء و فقہاء اسلام کے متعلق جس رائے کا اظہار ہوتا تھا ان کی تفصیل یہاں ممکن نہیں مندرجہ ذیل فرست پر سرسری نظر ڈال لی جائے تو جملہ ماحول کا اندازہ ہو جائیگا۔

۱۔ ملت اسلام ہمہ نام عقول و عباد تمام مذہب اسلام نام عقول اور اس کے

و دامن آں فقراء و عبادان بودند کہ جملہ ایجاد کرنے والے اور بنانے والے عرب کے

مسداں و قطاع الطریق و آں دو وہ چند مفلس بد و قرار پائے جو سب کے

ہیت شاہنامہ کہ فردوسی طوسی بطریق سب مفسد اور راہزن تھے۔ اور شاہنامہ

۱۔ مکتوبات مجدد الف ثانی۔ مکتوبہ ۶۵ دفتر اول حصہ دوم ص ۴۵۔

نقل آوردہ متمک می ساختندہ کے وہ دو شر جن کو فردوسی نے بیان کیا ہے

بطور سند پیش کیے جاتے تھے

ز شیر شتر خوردن و سوسمار

عرب را بجائے رسید است کار

کہ ملک عجم را کند آرزو

تقویر تو اے چرخ گرداں تقویر

(۳) در ہر رکنے از ارکان دین دہر

عقیدہ از عقائد اسلامیہ چہ در اصول

در چہ فروع مثلاً نبوت و کلام و رویت

و تکلیف و تکوین و حشر و نشر شبہات

گوناگوں بہ تمسخر و استہزاء آوردہ ہے

متعلق تمسخر اور ٹھٹھے کے ساتھ طرح طرح

کے شکوک و شبہات پیدا کیے جانے لگے۔

(۳) و تو اتر قرآن و ثبوت کلامیت

آن دہلے روح بعد از اضمحلال بدن

و ثواب و عقاب را (غیر از تناسخ)

حال شمر دند ہے

تھا، البتہ تناسخ کے طور پر عذاب و ثواب

کا قائل تھا۔

(۴) بد بختے چند از ہندواں و مسلمانان

ہندو مزاج قدح صریح بر نبوت می

کردند ہے

کی نبوت پر صراحتاً اعتراض کرتے تھے۔

۱۔ منتخب التواریخ ۲۔ ۳۔ ایضاً ص ۲۷۱ ۴۔ ایضاً ص ۲۷۱

(۵) ”در دیوان خانہ بیچ کس یار لے
آں نداشت کہ علانیہ ادلے صلوة
کنند“ ۱۵

(۶) ”عبادت آفتاب راروزے چار
وقت کہ سحر و شام و نیم روز و نیم شب
باشد لازم گرفتند“ ۱۶
(۷) ”قشقہ کشیدند“ ۱۷

(۸) ”بر غم اسلام خنزیر و کلب از نجس
بودن باز ماند، دروں حرم و زیر قصر
نگہداشتہ ہر صباح نظریاں عبادت
می شمرند“ ۱۸

کو بادشاہ عبادت خیال کرتا تھا
عربی پڑھنا، عربی جاننا عیب قرار دیا
گیا اور فقہ و تفسیر و حدیث کے پڑھنے
دلے مردود و مطعون ٹھہرائے گئے۔

(۹) ”عربی خواندن و دانستن آں عیب
شد و فقہ و تفسیر و حدیث و خوانندہ
آن مطعون و مردود“ ۱۹

احمد، محمد اور مصطفیٰ وغیرہ نام بیرونی
کافروں کی خاطر سے اور اندرونی
عورتوں کی وجہ سے اس شخص پر گلیاں
گرنے لگی۔

(۱۰) ”نام احمد و محمد و مصطفیٰ و امثال
اں بہ جہت کافراں بیرونی و زنان
اندرونی گراں می آید“ ۲۰

۱۵ منتخب التواریخ۔ ص ۲۱۵۔ وغیرہ
۱۶ تا ۱۷ منتخب التواریخ

مبارک! یہ ماحول عوام کی زندگی پر بھی اثر انداز ہوا۔ اور اعتقاد و عمل کے گوشہ گوشہ میں شکوک و شبہات کا زہر سرایت کر گیا۔ شیخ محدثؒ نے ان حالات میں اپنے فرائض کو محسوس کیا اور اپنے مخصوص انداز میں ماحول کی اصلاح میں منہمک ہو گئے۔

باب دوم (۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ترویج علوم حدیث

اسلامی ہند کی فضلت علم و ادب جن درویش اور تائبناک ستاروں سے مزین ہے ان میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ انہوں نے نصف صدی سے زیادہ درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا ہنگامہ گرم رکھا اور ان کا قلم عمر بھر قرآن و حدیث کے اسرار و حکم کی کشف و تحقیق میں گہرائشی کناریا۔ شرح سفر السعادت میں ایک جملہ جو انہوں نے دوسروں کے لیے لکھا ہے، خود ان پر صادق آتا ہے۔

”بہ تجدید و ترویج علم حاصلے تازہ برہرہ دین و ملت افزودند“ لے
 ان کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ ترویج علوم حدیث سے متعلق ہے۔ دارالاشکوہ نے بجا طور پر ان کو ”امام محدثانِ وقت“ کہا ہے۔ خانی خاں لکھتا ہے:
 در کمالات صوری و معنوی، و تحصیل علوم عقلی و نقلی خصوص
 تفسیر و حدیث در تمام ہندوستان ثانیِ لداشت لے
 اس سلسلہ میں شیخ عبدالحقؒ کی خدمات مختصر آئندہ ذیل ہیں:
 ۱۔ ایک ایسے دور میں جب کہ علم حدیث شمالی ہندوستان میں تقریباً ختم ہو چکا تھا انہوں نے اپنی مسلسل اور پر خلوص جدوجہد سے اس کو از سر نو زندہ کیا۔

لے شرح سفر السعادت۔ ص ۷۰۔ لے سکینۃ الاولیاء (رقلمی) لے ثغوب الہاب۔ ص ۵۱۵

(۲) کتب احادیث کو اپنے زمانے کے نصاب و منہاج کا ایک لازمی جز و بنادیا۔
خود انہوں نے اپنے مدرسہ میں کتب احادیث کے باقاعدہ درس کی ابتدا کی، ان کے
بیٹے اور پوتوں نے اپنے مدرسہ کی اس خصوصیت کو برقرار رکھا
(۳) فارسی زبان میں کتب احادیث کے منتقل کرنے کی باقاعدہ کوشش کی اور
اس طرح علوم دینی کے وہ خزانے جو عوام کی دسترس سے باہر تھے، ہر کہ و مہ کے لیے
کھل گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”حضرت شاہ عبداللہ محدث جس دور علم و تعلیم کے بانی ہوئے اس کی ایک خصوصیت
یہ بھی ہے کہ علم حدیث کے متعلق فارسی زبان میں جو ملک کی عام زبان تھی تصنیف
و تالیف کی بنیاد ڈالی گئی۔“

عربی سے فارسی میں ترجمہ کر کے میں شیخ محدث کو بڑی مہارت تھی۔ ثواب صدیق
حسن خاں کا خیال ہے:

”در ترجمہ عربی بفارسی یکے ازا فرار میں امت است، مثل او درین کار دوبار خصوصاً
دریں روزگار احدے علوم نیست“

(۴) شیخ محدث نے مشکوٰۃ پر خاص توجہ کی۔ ان کو مشکوٰۃ سے وہی تعلق تھا جو
شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو موطا امام مالک سے تھا۔ انہوں نے مشکوٰۃ کی شرح عوام
و علماء کی ضروریات کے پیش نظر عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھی تھی۔ اسی طرح
شاہ ولی اللہؒ نے موطا کی شرح (مصنف اور مسوی) فارسی اور عربی میں لکھی۔

(۵) مشکوٰۃ کو دیگر کتب احادیث پر ترجیح دینے کے اسباب یہ تھے (۱) مشکوٰۃ میں
صحاح کی حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ (۲) مشکوٰۃ کی ترتیب بہت اعلیٰ ہے (۳) جامعیت
کے اعتبار سے مشکوٰۃ کی خاص اہمیت ہے (۴) مشکوٰۃ میں صرف صحابی کا نام اور

کتاب کا ذکر ہے مکمل سلسلہ اسناد بیان نہیں کیا گیا۔ اس طرح بتدیوں کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ پڑھنے والے کی توجہ حدیث کے مضمون پر مرکوز ہو جاتی ہے اور وہ اسناد کے الجھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (۵) مشکوٰۃ پر شائیت کا رنگ زیادہ اجاگر محسوس ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحقؒ نے اپنی شرح لکھ کر اس کو خفیت کا رنگ بے دیا۔ (۶) علم حدیث کی ترقی کے لیے ضروری تھا کہ حجاز اور وہاں کے محدثین سے براہ راست تعلق پیدا کیا جائے۔ شیخ عبدالحقؒ نے علم حدیث حجاز میں حاصل کیا۔ ان کے بعد ہندوستان میں محدث بننے کے لیے حجاز میں قیام اور علماء حجاز سے استفادہ ضروری سمجھا جانے لگا۔

ہندوستان میں علم حدیث کے سلسلہ میں بیشتر روایات شیخ محدثؒ ہی نے قائم کیں۔ ان روایات پر شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے نہ صرف پوری طرح عمل کیا بلکہ پارتیکمیل کو پہنچایا۔

(۷) شیخ عبدالحق دہلویؒ اور ان کے خاندان نے حدیث کی مختلف کتابوں کی جو خدمت کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے :-

تیسیر القاری شیخ نور الحق	مجموعہ بخاری مع کتب
(۲) شرح صحیح بخاری شیخ الاسلام محدثؒ	
(۱) منبع العلم۔ شیخ عبد اللہؒ	
(۲) شرح منبع العلم۔ شیخ فخر الدینؒ	موطا
محلّی شرح الموطا مولانا سلام اللہؒ	
(۱) اشعة اللغات۔ شیخ عبدالحقؒ	مشکوٰۃ
(۲) لغات التفتیح۔ شیخ عبدالحقؒ	

مکتبہ	<p>(۳) جامع البرکات، منتخب شرح مشکوٰۃ - شیخ عبدالحقؒ</p> <p>(۴) اسماء الرجال والروایات { مشکوٰۃ } شیخ عبدالحقؒ</p> <p>المذكورين في كتاب مشکوٰۃ</p>
ترمذی	<p>ابن شرح شمائل ترمذی - مولانا سلام اللہؒ</p> <p>(۲) اشرف الوسائل فی شرح شمائل ترمذی - شیخ سیف اللہؒ</p>
اصول حدیث	<p>(۱) رسالہ اصول حدیث - مولانا سلام اللہؒ</p> <p>(۲) رسالہ اصول حدیث - مولانا نورالاسلامؒ</p>

باب سوم

علوم دینی کے اجیار کی جدوجہد

گیارہویں صدی ہجری میں علماء ہند کی توجہ زیادہ تر فلسفہ اور علم کلام کی جانب تھی قرآن و حدیث کو اس زمانہ کے نصاب میں ایک ثانوی حیثیت دی گئی تھی۔ بلکہ ملا بدایونی کا بیان تو یہ ہے کہ

”فقه و تفسیر و حدیث و خوانندہ آن مطعون و مردود و نجوم و حکمت و طب و سحر و شعوہ و تاریخ و افسانہ رائج و مفضوح و منہ لہ“

قرآن و حدیث سے رجوع کیا جانا تھا تو حیلہ بازی کے جواز کے لیے تفسیر لکھی جاتی تھی تو تاویلات کا ایک طوفان برپا کرنے کے لیے۔ ان حالات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اگر ایک طرف قرآن و حدیث کو تمام علوم دینی کی اساس و بنیاد قرار دینے کے لیے جدوجہد کی تو دوسری طرف بے معنی تاویلات اور مفسدانہ تفاسیر کا دروازہ بند کر دیا فرمایا ہیں :-

”..... وضع کردن تاویلات اہل زیغ و ضلال و طعن ملاحدہ و زنادقہ و نیز از رعایت

لے منتخب التواریخ جلد دوم ص ۳۰۶-۳۰۷ حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوب لکھا دفتر کول میں لکھتے ہیں :- ”اے سعادت مند! ہم پر اور تم پر ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق اس طور پر کہ علماء اہل حق نے کتاب و سنت سے سمجھا اور اخذ کیا ہے صحیح کریں کیونکہ ہمارا تمہارا سمجھنا اگر ان حضرات کی رائے کے مطابق نہ ہو تو قابل اعتبار نہیں اس لیے کہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے خیالات کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہی رکھتا ہے اور وہیں سے ان کو اخذ کرتا ہے“

حقوق کتاب اللہ ترک تکلم در ان تفسیر ان از سبق نفس خود بے سند و نقل از سلف و موافقت شرع شریعت چنانکہ بعضی از جاہلان بوالغضول^۱ ایں روزگار کنند و ان را تفسیر نام کنند و زرا نند کہ من فسر القرآن براءۃ فقد کفر^۲

احیاء علوم الدین کے لیے شیخ محدث کی مساعی کا خلاصہ یہ ہے :
(۱) شیخ عبدالحق نے اپنے عہد کے اس نصاب تعلیم کے خلاف آواز بلند کی جس میں فلسفہ و منطق کو غیر ضروری اہمیت دے دی گئی تھی۔

دینی میں علوم فلسفہ کی گرم بازاری میں شیخ عبد اللہ طلمینی اور شیخ عزیز اللہ طلمینی سنبھل کا کافی حصہ تھا سلطان سکندر لودی کے عہد میں یہ دونوں ملتان سے آکر دہلی اور سمبھل میں مقیم ہو گئے تھے۔ ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے۔

”ان علم عملاً کبار در زمان سلطان سکندر شیخ عبد اللہ طلمینی در دہلی و شیخ عزیز اللہ طلمینی در سمبھل بودند این ہر دو عزیز ہنگام خرابی ملتان ہندوستان آمدہ علم معقول را در ان دیار رواج دادند و قبل ازین بغیر از شرح شمسید و شرح صحا از علم منطق و کلام در ہند شائع نمودہ“^۳

شیخ محدث نے اس ماحول میں اعلان کیا کہ علم صرف وہ ہے :
”کہ وجہ بقا و تقویت دین و ملت است“^۴

ایک مکتوب میں وہ یہ شعر چھڑا کر ہے

علم دین فقہ سنت و تفسیر و حدیث ہر کہ خواند غیر این گرد و خبیث

کتاب اللہ احادیث، اور علوم صرف و نحو کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ معاشی سہولتوں کے لیے زراعت، تجارت، معماری وغیرہ کی طرف توجہ

۱۔ یہاں غالباً شیخ کا اشارہ فیضی کی تفسیر سوافع الہام کی طرف ہے۔
۲۔ مدارج النبوة ص ۲۴۹ ۳۔ منتخب التواریخ ۴۔ المکاتیب الریائل ص ۵۳۔

کرتی چاہیے۔

(۲) شیخ محدثؒ نے نصاب کی جس اہم تبدیلی کی طرف اپنے معاصرین کو توجہ دلائی تھی، سب سے پہلے خود اس کو علمی جامہ پہنایا، اور علوم دینیہ کی تعلیم کو اپنے دارالعلوم کے مہناج میں مرکزی حیثیت دے دی۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے قبل شمالی ہندوستان کے جن مدارس میں کتب حدیث وفقہ کے درس کا ذکر ملتا ہے اس کو شیخ محدثؒ کی مساعی جمیلہ کا اثر سمجھنا چاہیے۔

(۳) شیخ محدثؒ نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ ”علم فلسفہ“ اور ”علم دین“ کا مقابلہ کیا ہے۔ عقل کے حدود سمجھائے ہیں۔ اور بتایا ہے کہ

”فوض در فلسفیات و اشتغال بدان حرام داند و از غلو در مباحثات و دلائل

کلامیہ اجتناب نماید و در تفصیل قیل و قال اہل بحث و جدل در نیفتد“ ۱

فلسفہ ”ورطہ حیرتیں ڈال دیتا ہے اور زندگی کے کسی مسئلہ کو حل نہیں کرتا۔ عقل کا مقام اور کام تو یہ ہے۔

”عقل ہمشاہہ چراغیست کہ ہاں راہ چاہد و اندوکار چراغ آں بود کہ راہ نمودہ

اند و نشانہا دادہ ہاں بہ بیند و براثر نشانہا بروند، نہ آنکہ راہ از خود پیدا کند و

اختراع نماید، ایں کار ہرگز از چرغ نیاید، راہ ہماست کہ قرار دادہ اند و نشانہا

آں نمودہ دیگر نمی شود“ ۲

میسویں صدی کا مفکر اقبالؒ بھی عقل کو ”چراغ راہ“ بتاتا ہے:

خرد سے راہ رو روشن بصر ہے خرد کیا ہے چرخ رہ گزر ہے

درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا چرخ رہ گزر کو کیا خبر ہے

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور چرخ راہ ہے منزل نہیں ہے

فلسفہ اور علم شام کی طرف شیخ محدثؒ کا یہ رویہ عہد اکبری کی عقلیت پسندی کے خلاف ان کے شدید رد عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ عقل ”پائے چوبیس“ ہے۔ اس سے زندگی کی مسافت طے نہیں کی جاسکتی۔ اس میں انتشار و تخریب کی قوتیں تو ہیں، لیکن تعمیر و تشکیل کی صلاحیتیں بالکل نہیں۔ انسانی زندگی کی عمارت شہادت پر نہیں بنائی جاسکتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان عقل کے دو ورثہ میں کوئی ہے۔

باب چہارم فقہ و حدیث میں تطبیق

شیخ عبدالحق دہلویؒ کی غلی خدمات کا ایک اہم اور شاندار پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تقریباً نصف صدی تک فقہ و حدیث میں تطبیق کی کوشش کی بعض تذکرہ نگاروں نے اس سلسلہ میں ان کی خدمات کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ مثلاً نواب صدیق حسن خاں ان کا تعارف اس طرح کرانے کے بعد کہ

”فقہ حنفی و علامہ دین صفی ست امام بہ محدث مشہور راست“

لکھتے ہیں —

”دستگاہش در فقہ بیشتر از مہارت در علوم سنت سنہ ست و لہذا جانب داری اہل رائے جانب او گرفتہ معہذا جاہ حمایت سنت صحیحہ نیز نمودہ طالب علم را باید کہ در تصانیف وے خذ ما صفا و دع ما کدر پیش نظر دارد و زلات تعلید او را بر محال نیک فرود آرد از سوا ظن در حق چنین بزرگواران خود را در گردانڈے نواب صاحب کی یہ رائے انصاف و دیانت سے بہت دور ہے اور ان کے خیالات کے تشدد کو ظاہر کرتی ہے۔

اس مسئلہ پر شیخ محدثؒ کے افکار و رجحانات کا خلاصہ اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔

لے جنود الابرار۔ ص ۱۱۲۔

(۱) فقہ اسلامی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جانی چاہیے، اس لیے کہ اس کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے اور وہ ایک ایسی روح کی پیداوار ہے جس پر اسلامی رنگ چڑھ چکا تھا۔

(۲) فقہ حنفی پر یہ اعتراض درست نہیں کہ وہ محض قیاس اور رائے کا نام ہے اس کی بنیاد محکم طور پر حدیث پر ہے۔

(۳) مشکوٰۃ کا گہرا مطالعہ فقہ حنفی کی برتری کو ثابت کرتا ہے۔

(۴) فقہ حنفی کو دیگر مذاہب پر ترجیح دینے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ انصاف سے بہت قریب معلوم ہوتی ہے ”توفہم زود تر در آید“

(۵) ایک ایسے دور میں جب کہ مسلمانوں کا سماجی نظام نہایت تیزی سے انحطاط پذیر ہو رہا تھا، جب ”اجتہاد“ گمراہی پھیلانے کا دوسرا نام تھا، جب علماء کی جیل بازیاں نے بنی اسرائیل کی جیل باز فطرت کو شرما دیا تھا، اگر کوئی راہ عافیت کی ہو سکتی تھی تو وہ تقلید کی تھی اس لیے کہ —

ملت از تقلید می گیرد ثبات	مضمحل گردد چو تقویم حیات
معنی تقلید طبط ملت است	راہ آبارو کہ اس جمیعت است
قوم را بر ہم ہی پیچد باط	اجتہاد اندر زمان انحطاط
اقتدار بر رفتگان محفوظ تر	ز اجتہاد عالمان کم نظر

باب پنجم^(۵)

فقہ و تصوف میں ارتباط

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے پیرو مرشد شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی ہدایت تھی:
 ”فقہ صوفی باش نہ صوفی فقیہ یعنی اول عمل شریعت و فقہیت را بدست آرد
 و داد آن بدہ، پس ازاں بذروہ حقیقت برآ“ ۱۷

شیخ محدثؒ نے اپنی ساری عمر اسی اصول کی تبلیغ و اشاعت میں گزار دی۔ انہوں
 نے عالمانہ دلائل کے ساتھ اپنی دو کتابوں تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ و التصوف
 اور مرجع البحرین میں یہ ثابت کیا ہے کہ فقہ اور تصوف کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔
 ان میں تضاد کا خیال غلط و گمراہ کن ہے۔ ”فقہ و تصوف، شریعت و طریقت، ظاہر و
 باطن، صورت و معنی، عقل و عشق“ کا امتزاج ہی مرجع البحرین ہو سکتا ہے۔ فقہ کو تصوف
 اور صوفی کو فقہ سے واقف ہونا لازمی ہے۔ فرماتے ہیں:

”..... پس تصوف بہ فقہ محتاج است و فقہ از تصوف مستغنی، اگرچہ تصوف اعلیٰ
 و ارفع است از فقہ در مرتبہ و لیکن فقہ اسلم و اعلم است در مصلحت و از بنیائے اند
 کہ کن فقیہا صوفیا و لا تکن صوفیا فقیہا یعنی اول داد فقہیت و عمل شریعت
 و حفظ ظاہر بدہ، بعد ازاں بمقام تصوف و انصاف بحقیقت و تصفیہ باطن و رُوح
 کن زیرا کہ ایں اکمل و اتم و اسلم“ ۱۸

باب ششم

حقیقی تصوف کی حمایت

حجۃ الاسلام علامہ ابن قیمؒ نے اعلام میں لکھا ہے :-

”لابد من امرین، احدهما اعظم من الآخر وهو الضیحة لله و
لرسوله وکتابه وتزیهه عن الاقوال الباطلة المناقضه، والثانی
معرفة ائمة الاسلام ومقادیرهم وحقوقهم ومرتبتهم، وان
فضلهم لا یوجب قبول کل ما قالوا ولا یوجب اطراح اقوالهم“

یعنی صحیح راہ حق و اعتدال کی یہ ہے کہ دراصل ہیں، اور دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری
ایک یہ کہ ہر حال میں کتاب و سنت اور نصوص شرعیہ کو مقدم رکھنا چاہیے اور اسی پر
حکم و عمل کرنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ تمام ائمہ اسلام اور علماء حق سے حسن ظن اور محبت و
ارادت رکھنی چاہیے۔ اور ان کے مراتب و حقوق کی رعایت سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے
تصوف کے معاملہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا مسلک بالکل ہی تھا۔ وہ ائمہ
اسلام، صوفیہ صافی اور علماء حق کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ
شرعیات و سنت کو سب پر مقدم جانتے تھے۔ اس معاملہ میں کسی کے ساتھ کوئی
رعایت جائز نہیں سمجھتے تھے۔

اس ضمن میں اُن کی خدمات اور عقائد کا پتہ یہ ہے :

لے ماخوذ از تذکرہ - ص ۳۴ -

(۱) حقیقی تصوف اسلام کی روح اور ایمان کی جان ہے۔ اس کی اساس بنیاد شریعت و سنت ہے۔ مسخ شدہ تصوف کا رد و انکار جس قدر ضروری ہے، حقیقی تصوف کی حمایت اسی قدر لازمی ہے۔ شیخ عبد اللہ رینازیؒ کو اس سلسلہ میں انہوں نے تفصیل سے اپنے خیالات سے آگاہ کیا ہے۔

(۲) صوفیہ صافی، اسلام کی دینی تاریخ میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں۔
 ”اصل عنوان صوفیہ مرتبۂ عظیم و مقلد رفیع و مسلک طریق مستقیم است“
 وہ مقربان انوار سنتؐ اور ”مکاشفان سر حقیقتؐ“ ہیں۔ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن و حدیث کے بعد سب سے زیادہ عزت و احترام کے قابل ہے۔ اس لیے کہ اس کا ایک ایک حرف اس ذہن کی پیداوار ہے جس پر قرآن و حدیث کا رنگ خوب روح چکا تھا۔ فرماتے ہیں:

”اگرچہ علم تفسیر و حدیث بالذات برہمہ مقدم است، اما در حقیقت تصوف تفسیر

کتاب خدا و شرح سنت رسول و مداول و نتیجہ آہناست“ ۵۵

(۳) شریعت و طریقت میں فرق کرنا گمراہی کی دلیل ہے۔ جو لوگ شریعت پر عامل نہیں وہ صوفیہ کہلانے کے مستحق نہیں۔ انہیں باطنیہ یا حنویہ کہنا چاہیے۔ بزرگوں سے اُن کی نسبت صحیح نہیں۔ فرماتے ہیں۔

”عاشائے کہ ایشان را با پیران نسبت دپیران را با ایشان عنایتے باشد، پیران

اہل حق اند و از ابواب صدق، از اہل بطلان و کذب کے راضی شونہ“ ۵۶

شیخ محمدؒ کا اعتقاد تھا کہ کل حقیقتہ روئے شریعتہ فہی دلائلہ جو حقیقت شریعت

۵۷ ملاحظہ ہو کتاب المکاتیب والرسائل ۵۸ کتاب المکاتیب - ص ۵۱

۵۹ مرجع البحرین - ص ۴۰ ۶۰ ایضاً - ص ۴۰

۶۱ مشرع فتوح الغیب - ص ۲۲۰ ۶۲ کتاب المکاتیب - ص ۵۱

۶۳ کتاب المکاتیب - ص ۴۲

کو رد کرے ورنہ قہر ہے۔ انہوں نے خواجہ جنید بغدادیؒ کے اس قول پر اپنے فکر کی عمارت تعمیر کی تھی۔

”بنائے طریقت ما بر کتاب و سنت است۔ و ہر چہ مخالف کتاب و سنت است

و خارج از آئست مردود و باطل است“

(۴) شیخ محدثؒ کے زمانہ میں صوفیہ و مشائخ اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت کی طرف سے بے توجہی برت رہے تھے۔ اور مشائخ متقدمین کا سارا نظام اصلاح و تربیت بے رُخ و بے جان ہو چکا تھا۔ فرماتے ہیں:-

”ایں نوع تربیت دریں زمان منعدم شدہ و انقطاع پذیرفتہ است“

اس لیے شیخ محدثؒ نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ ہم عصر مشائخ کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ مریدوں کی باطنی اصلاح کو اپنی زندگی کا سب سے اہم کام سمجھ کر انجام دے۔

(۵) شیخ محدثؒ کا ابتدائی زمانہ جس ماحول میں گزرا تھا اس پر وحدت الوجود کا رنگ غالب تھا۔ ان کے والد ماجد، شیخ آمان پانی پتی کے مرید تھے اور اس مسئلہ پر ایمان رکھتے تھے جب شیخ محدثؒ حجاز سے واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ وحدت الوجود کی مخالفت نہایت شد و مد کے ساتھ کر رہے ہیں شیخ محدثؒ نے ان حالات میں اعتدال کی راہ اختیار کی۔ نہ انہوں نے حضرت محیی الدین ابن عربیؒ کے خیالات کی تردید کی، اور نہ ان کی تصانیف کا درس دیا یا اپنے استاد شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی طرح وہ یہ کہتے تھے کہ شیخ اکبرؒ کی تصانیف میں زیر بھی ہو اور قند بھی جو ان دونوں میں تمیز کر سکے۔ ان کی تصانیف ضرور پڑھے۔

(۶) ہندوستان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصانیف کی طرف سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہی نے توجہ فرمائی اور ان کے ترجمے کو

تصوف کے اعلیٰ خیالات کی ترویج و تبلیغ میں معاون ہوئے۔

باب ۱۰ مفتاح

عہد اکبری اور شیخ محدثؒ

معارج الولايت میں شیخ محدثؒ کے متعلق لکھا ہے :
 ”رد دفع زندقہ والحداد میکوشید“

کسی معاصر تذکرے میں اس اجمال کی تفصیل درج نہیں لیکن شیخؒ کی تصانیف کا ایک ایک صفحہ اس بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ مناسب ہو گا کہ شیخؒ کے بعض نظریات و ارشادات کا مطالعہ اکبری عہد کے پس منظر میں کیا جائے۔

(۱) علم حدیث میں شیخؒ کے انہماک کا بڑا سبب یہ تھا کہ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ بدعت و گمراہی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خلاف اگر کوئی دیوار کھڑی کی جاسکتی ہے تو وہ صرف علوم حدیث کی۔ اُن کے ایک مشہور معاصر میر عبد الاولؒ نے لکھا تھا :
 ”جنت حفظ اسن و عافیت و دفع مرض فتنہ اشتغال بہ علوم حدیث واجبہ“

و ضرر سموم حوادث را بایں تریاق فاروق مندفع گردانید
 اور خود ان کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اسی کے ماتحت انہوں نے حدیث کے خزانوں کو عوام کے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔

(۲) مدارج النبوة کی تصنیف سے شیخؒ کا مقصد یہ تھا کہ عہد اکبری کے فتنوں کا سد باب کیا جائے۔ فرماتے ہیں :۔

بن از فسادِ زمانِ انحراے در مزاجِ وقت بعضے درویشان مغرور این روزگار
 راہ یافتہ و از تیرگی آئینہ استعداد و تنگی حوصلہ ادراک ادراک پایہ ارفع و مقام اقدس
 محمدی را ہیج کس بدرک و دریافت آن راہ نیست نشناختہ و تقصیرے در ادراک
 حق نموده و از جادہ دین و صراطِ مستقیم پرافتادہ بودند، لازم حق مسلمانی آن نمود
 کہ احوال و صفات قدسیہ نگارش نماید و این بے خبراں را از حقیقت
 حال آگاہ گردانند و غافلان را از خواب غفلت بیدار سازد و طالبان را رہبر و راہ
 آرد" لے

(۳) عہد اکبری کا ایک زبردست فتنہ نظریہ الفی تھا۔ یہ خیال عوام میں پھیلا یا چارہ
 تھا کہ اسلام کی مدت صرف ہزار سال تھی۔ اس مدت کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ احکام
 اسلامی اور شریعت اسلامی کے اتباع کی ضرورت بھی ختم ہو گئی۔ ملا عبد القادر بدایونی
 لکھتے ہیں :-

چوں در زعم خویش مقرر ساختند کہ ہزار	بادشاہ نے یہ خیال پکایا کہ آنحضرت صلیع
سال از زمان بعثت پیغمبر اسلام علیہ	کے دین کی مدت کل ایک ہزار سال تھی
السلام کہ مدت بقلے ایں دین بود	جو پوری ہو گئی۔ بادشاہ کے دل میں اس
تمام شد و ہیج مانے ہوائے اظہار و	کے بعد ان منصوبوں کے اظہار و اعلان
دوئی خفیہ کہ در دل داشتند نہاند	میں باب کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی جو
	انہوں نے اپنے دل میں گانٹھے تھیں۔

شیخ محدث نے نہایت شد و مد اور قوت و استقلال کے ساتھ اس غلط نظریہ
 کی تردید کی۔ اور بتایا کہ احکام اسلامی ہر زمانے اور ہر قوم کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 زمان و مکان کی پابندیاں بے معنی ہیں۔ فرماتے ہیں —

”از خصائص کا مد این خیرالائم آنست کہ شریعت کل است از جمیع شرائع متقدمه
و این عیان است کہ محتاج نیست بہ بیان و واضح است کہ خفایت در آن و چوں
آنحضرت مبعوث است برائے تمییم کارم اخلاق و مجاہد افعال لاجرم دین و شریعت
او اتم و اکمل ادیان شرائع باشد“ ۱۵

اس کے بعد شریعت محمدی کا دوسری شریعتوں سے مقابلہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں
کہ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں فطرت انسانی کو ملحوظ رکھ کر، توسط و اعتدال کی راہ
اختیار کی گئی ہے۔ اور یہی اس شریعت کے ابدی ہونے کی دلیل ہے۔

(۴) مدارج النبوة میں ایک باب ”حقوق آنحضرت“ پر ہے۔ اس میں لکھتے ہیں
”پس ایمان بہ محمد واجب و متعین است و تمام نمی شود حقیقتہ ایمان و صحیح نمی شد
اسلام و حصول نمی پذیرد مگر با ایمان بہ محمد و شہادت بر رسالت دے“ ۱۶

اس اعلان سے بھی ایک زبردست گمراہی کا سد باب مقصود تھا۔ اکبری دور میں
بہت سے لوگ اس گمراہی میں مبتلا کیے گئے تھے کہ ایمان کی تکمیل صرف وحدانیت
پر اعتقاد رکھنے سے ہو جاتی ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور شریعت
مذہب اور ایمان کے لازمی جزو نہیں۔ ایک موقع پر نہایت سختی کے ساتھ اس خیال کی
تردید اس طرح کرتے ہیں —

”بعض کوتاہ بیناں کہ شہود حق را از وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مفارقت
میدانند و بر ہر رختہ دے واقف نمی شوند و این معنی در رسالہ جدا آورده، بعضے از
مدعیان را شرع ترازیں گفتہ ایم“ ۱۷

(۵) شیخ محدث کے زمانہ میں ایک عام روش یہ تھی کہ ہر کس و ناکس مذہبی معاملات
میں دخل دینے کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ دربار میں نازک ترین مذہبی مسائل پر بحث

ہوتی تھی۔ وہ امراء اور امراء سے عوام میں پہنچتی تھی اور ہزاروں فتنوں اور گمراہیوں کے دروازے کھل جاتے تھے۔ ان حالات میں شیخ نے مشورہ دیا کہ :

”وہ نصیحت عامہ است حکم بر قدر عقول ایشان کردن و ذکر دقائق و حقائق کشف و اسرار نمودن و اظہار اقوال علماء و اخلاقات ایشان بر غیر علماء نیز ہیں حکم دارد... و اما نصیحت خواص مسلمانان اکثر مراد بخواص امراء و سلاطین داشته اند کہ عالمند بر خلق چنانکہ در روایت دیگر آیدہ کہ ائمہ المسلمین طاعت ایشان است در حق نصر و معونت ایشان و امر کردن و تذکیر نمودن ایشان بدار بر احسن وجہ و وافق و اصلح آن و تنبیہ بر آنچه غافل شوند از امور مسلمانان و پوشیدہ باشد از ایشان و ترک خروج بر ایشان و عدم اعزاء مردم و افساد قلوب بر ایشان و ترغیب بر آنچه صلاح حال رعیت انتظام مہام خلق دلائل باشد“

(۶) باقاعدہ نبوت کا دعویٰ ممکن ہے اگر کرنے نہ کیا ہو، لیکن اس نے جو حقیقت اختیار کر لی تھی وہ نبوت سے کم نہ تھی۔ ملا بدایونی نے لکھا ہے :

”ابن ہبہ باعث دعویٰ نبوت شد اما نہ ہی باتیں دعویٰ نبوت کا سبب ہوئیں بہ لفظ نبوت“ ۳۷

لیکن نبوت کے لفظ کے ساتھ نہیں۔

ان حالات میں نبوت اور سلطنت کے متعلق ایک عام بدگمانی اور غلط فہمی پیدا ہو جانا

۳۷ تیغ نور الحق دہلوی نے زبدۃ التواریخ میں اکبری عہد کے مذہبی انتشار کا اصلی سبب ان ہی درباری جلسوں کو قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ ”۹۶۸ھ میں بادشاہ نے مذہب کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ اس گمراہی کا سبب دربار میں ہر فرقے، مذہب، رجمن اور طریقے کے علماء اور فلاسفہ کا جمع ہونا تھا۔ چونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ بادشاہ نے قدیم تاریخ رسم و رواج اور مذاہب کے متعلق اس نے تفصیل سے سنا اس لیے وہ متحیر رہ گیا۔ عوام کو جب ان مباحث کا علم ہوا تو ان میں بہت سی غلط فہمیاں ہو گئیں اور انہوں نے بادشاہ کے مقاصد کو غلط سمجھنا شروع کر دیا“ Elliot & Dawson Vol II p 169-191

۳۷ مدارج النبوت - ص ۳۳۹ -

۳۷ منتخب التواریخ - ص ۲۸۶ -

تھی ہزار ہا کی نشان دہی کی ہے جس کے خلاف مجدد صاحبؒ نے آواز اٹھائی تھی
 حقیقت یہ ہے کہ دونوں نے ایک ہی بات کہی ہے، لیکن مختلف انداز میں۔ مجدد صاحبؒ
 کے یہ عقیدے عوامی سمجھت گیری اور "برہم زن" کے غرے ہیں۔ تو شیخ محدثؒ کے
 عقیدے جو سے سمجھت نفرت اور احیاء سنت کا غیر معمولی جذبہ ہے۔ مجدد صاحبؒ
 نے جو حجتیں پیش کی ہیں وہ بات نہیں کہتے لیکن کہہ رہے ہیں جو مجدد صاحبؒ نے
 کہا ہے۔

۱۰۔ اسی وقت کے سنی علماء کبریٰ کے بعض مشہور اعیان و امراء سلطنت کو امامت بدعت
 اور بدعت پر آمادہ کیا۔ عبدالحییم خان خاناں اور نواب مرتضیٰ خاں المعروف بہ شیخ
 فرید نے نام اُن کے مکتوبات ان کے جذبات کے آئینہ دار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملت
 کی پرستش دینی نے اُن کے قلب و جگر پر بہت گہرا اثر کیا تھا اور وہ اپنے مخصوص انداز
 میں دین کی غیرت دینی کو جوش دلاتے تھے۔ ان کے خطوط میں ایک بے چین اور
 مضطرب قلب کی ڈھلکنیں سنائی دیتی ہیں۔

بائشتم

شیخ محدث کا انداز تلاش و تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بنی تصانیف کا مواد بڑی تلاش اور تحقیق سے جمع کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی ایسے موضوع پر قلم نہیں اٹھایا جس کا گہری نظر سے معائنہ نہ کیا ہو اور جس کا ہر پہلو پوری طرح پران کے سلسلے نہ ہو۔ تلاش و تحقیق کا یہ جذبہ بہت حد تک ان کے "عدنانہ تربیت" کی پیداوار تھا۔ علم حدیث کے سلسلہ میں انہوں نے بڑی تلاش و تحقیق اور کاوش کی تھی۔ فن اسماء الرجال، اصول اسناد وغیرہ کے لیے ان کے تحقیقی رجحان کو بہت ابھار دیا تھا۔ اور وہ کبھی اس وقت تک مطمئن نہ ہوتے جب تک پوری طرح ہر مسئلہ کی تحقیق نہ کر لیں۔ ان کی تصانیف شاہد ہیں کہ وہ جب کسی موضوع پر کام کرتے تھے تو ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ متعلقہ لٹریچر ان کے پاس موجود ہو۔ سفر السعادت کی شرح جب لکھتے ہیں تو حدیث اسماء الرجال، تاریخ دیر کی بے شمار کتابیں پیش نظر رکھتے ہیں اور ان سے برابر استفادہ کرتے جاتے ہیں۔ جس دیانت داری اور احتیاط سے وہ اپنے مآخذ کو استعمال کرتے تھے، اس کا اندازہ ان جملوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"در تصحیح نقل و حوالہ باصل مہما مکن تقصیر از خود راضی نشدہ و مہمل نگذاستہ یارب یہو و نسیان در جائے وقوع یافتہ باشد و در روایت احادیث و نقل مسائل از طریقہ احتیاط و دائرہ دیانت بیرون نیامدہ و قطعاً براہ خیانت مسائل

نزقہ واپس وسیلہ امیدوار است کہ بہت قبول درگاہ و رضا کے حضرت الشہ موصوم

گردان شاد اللہ تعالیٰ " لے

مدارج النبوة میں حضور سرور کائنات کی مکمل تصویر پیش کرنے کے لیے جو کاوش
انہوں نے کی ہے اس کا اندازہ صرف اس کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے پیغمبر اسلام
کی حیات طیبہ کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جہاں اُن کی نظر نہ پہنچی ہو اور جس پر انہوں نے
محققانہ روشنی نہ ڈالی ہو اخبار الاخبار میں جب علماء و صوفیہ کا احوال لکھتے ہیں تو ہندوستان
کے قرون وسطیٰ کے سلسلے مذہبی لٹریچر کو حقیقت میں کھنگال ڈالتے ہیں جس بزرگ کا
حال لکھتے ہیں اس کی تصانیف کا پہلے مطالعہ کر لیتے ہیں بعض اوقات کچھ اقتباسات
بھی درج کرتے ہیں جو مصنف کے رجحان، اور طرز تحریر کو سمجھنے میں بے حد معاون ہوتے
ہیں۔ اخبار الاخبار کی خصوصیت کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ اس میں ہر بزرگ کو اس
کے صحیح " سماجی مقام " پر چلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کشف و کرامات کے قصوں سے
شیخ محدثؒ نے کلیتہً پرہیز کیا ہے۔

شیخ محدثؒ کا یہ انداز تلاش و تحقیق اُن کے مکتوبات اور رسائل میں بھی جلوہ گر
ہے جس موضوع پر گفتگو کی ہے تلاش و تحقیق کا پورا حق ادا کر دیا ہے مسئلہ سماع پر لکھتے
ہیں تو اس طرح کہ شاید ہی کسی ہندی عالم کے قلم سے ایسی جامع چیز اس موضوع پر

نکلی ہو

شیخ محدثؒ کو اپنے تحقیقی کام میں جس چیز سے سب سے زیادہ مدد ملی وہ اُن کا
حافظہ تھا جس چیز کو ایک مرتبہ دیکھ لیا وہ نقش کا بھر ہو گئی۔ حد یہ ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ
فقیر کو اپنے دودھ کا چھٹنا اس طرح یاد ہے جیسے کل کی بات

"فقیرا حالت انقطاع خود کہ مدت عمر دو سال یا دو نیم خواہ بود آچنان در خاطر است

کہ بواجبات دی روزا صحت"

باب (۹) نم

شیخ محدث کا طرز نگارش

شیخ عبدالحقؒ کا طرز نگارش ان کی شخصیت اور علمی خصوصیات کا آئینہ دار ہے۔ اُن کی عبارت میں ایک عالمانہ وقار ہوتا ہے، وہ اپنے مضمون کی مناسبت سے زبان کا انتخاب کرتے ہیں۔ اُن کا زیادہ زور مواد کے فراہم کرنے پر ہوتا ہے۔ لیکن طرز تحریر کو بھی وہ کبھی نظر انداز نہیں کرتے۔ جو کچھ لکھتے ہیں اس کی ترتیب اور صفائی قابلِ داد ہوتی ہے۔ عربی کے الفاظ وہ کثرت سے استعمال کرتے ہیں لیکن ان کا استعمال پڑھنے والے پر گراں نہیں گزرتا۔ ان کے عربی الفاظ عبارت کی فارسیّت کو ختم نہیں کرتے بلکہ اس کے زور اور وقار کو بڑھا دیتے ہیں۔

شیخ کو عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے میں کمال حاصل تھا۔ اُن کے ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ زبان اور خیال دونوں کو اس خوبی سے منتقل کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ ترجمہ پڑھ رہا ہے۔

شیخ محدثؒ نے ہزاروں صفحات لکھے ہیں، اور ان ہزاروں صفحات پر ان کا طرز نگارش چٹکی اور یکسانیت میں حیرت انگیز ہے۔ ان کی کسی تصنیف میں طرز تحریر کا سقم نکالنا محال ہے۔

شیخ محدثؒ کا ایک اور کمال یہ ہے کہ وہ کم از کم الفاظ میں اپنا مدعا بیان کر دیتے ہیں۔ تطویل بیان جو سیار نویسی کا ایک حد تک لازمی نتیجہ ہے اُن کے یہاں

بہتر نہیں پائی جاتی۔ اخبار والا خیار اُن کے اس اعجاز کی تصویر ہے۔ بعض لوگوں کی
 ذہنی و فکری نشیۃ اُنہوں نے چند الفاظ میں پیش کر دیا ہے۔

شیخ محمد شفیع کا عقیدہ تھا کہ بغیر ذوق کے کچھ نہیں لکھا جاسکتا۔ فرماتے ہیں :
 ”بے ذوق چو نویسہ کہ رونق سخن در ذوق است“

بہرہ و ذہانت سے بھی ظاہر ہے۔ اُن کے مضامین میں ”آمد“ کی ایک عجیب
 شان ہے۔ اور یہ آمد ذوق سخن کا نتیجہ ہے۔ لیکن اُن کے بعض مکتوبات اس کلیہ
 سے مستثنیٰ ہیں۔ وہاں شیخ نے عیداً عبارت کو مشکل بنایا ہے اور ”سترو کتمان“ سے

کام لیا ہے۔

تَعْلِیقات

شیخ علی متقی

شیخ علی بن حسام الدین بن عبد الملک بن قاصی خاں المتقی القادری الشاذلی
 بحشی ۸۸۵ھ میں برہان پور میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے سات آٹھ سال کی عمر
 میں شاہ جن حسنی کا مرید کر دیا جب سن بلوغ کو پہنچے تو شیخ عبد الحکیم بن شیخ باجن
 سے خرقہ پہنا۔ پھر ملتان چلے گئے اور وہاں شیخ حسام الدین متقی کی خدمت میں راہ
 سلوک ملے کی اور تفسیر رضیاعوی اور عین العلم کا درس لیا۔ ملتان میں دو برس قیام
 کے بعد حرمین شریفین کی راہ لی، اور وہاں نے علماء حدیث کے سامنے زانوئے
 ادب ملے کیا اور علوم دینیہ پر کامل عبور حاصل کیا۔ شیخ ابوالحسن بکریؒ سے خصوصاً
 استفادہ کیا ان کی علمی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی اور عالم اسلامی سے طلباء ان
 کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، وہیں شیخ علی متقیؒ نے شاذلیہ سلسلہ میں شیخ محمد بن
 محمد بن السنخاویؒ سے اور مدنیہ سلسلہ میں حضرت شیخ قطب الوقت نور الدین علی
 ابوالحسن الشاذلیؒ سے بیعت کی۔ اور عرصہ تک مجاہدات و ریاضات میں مشغول رہے
 علم حدیث سے شیخ متقیؒ کو عشق تھا۔ آخری دم تک تصنیف و تالیف میں
 مشغول رہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی کی مشہور کتاب جمع الجوامع پر نظر ثانی فرمائی
 اور مکرراً حدیث کو علیحدہ کر کر اس کا انتخاب مرتب کیا جس سے جمع الجوامع کی
 افادیت میں اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ شیخ ابوالحسن بکریؒ فرمایا کرتے تھے:
 للسيوطي منةٌ على العالمين وللمتقي منةٌ عليه
 یعنی سیوطیؒ نے تمام عالم پر احسان کیا ہے اور متقیؒ نے سیوطیؒ پر
 شیخ عبد الحق محدثؒ نے لکھا ہے:

”تصانیف و تالیفات از صغیر و کبیر و عربی و فارسی از صد متجاوز است“
اوران کی دو کتابوں (۱) رسالہ تبیین الطریق (۲) حکم کبیر کا ذکر کیا ہے۔ شیخ متقیؒ کی
مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہوتی ہیں :-

- (۱) شئون المنزلات (قلمی نسخہ انڈیا آفس ۱۱۵۲)
- (۲) کنز العمال (قلمی نسخہ بانکی پور ۳۲۷ و آصفیہ ۴۶)
- (۳) منہج العمال (قلمی نسخہ بانکی پور و آصفیہ)
- (۴) الاکمال المنہج العمال (قلمی نسخہ ترکی)
- (۵) منتخب کنز العمال (مطبوعہ مصر، بر حاشیہ مسند امام ضبیلؒ)
- (۶) الفصول شرح جامع الاصول (قلمی نسخہ بانکی پور)
- (۷) شمائل البنی (قلمی نسخہ علی گڑھ)
- (۸) البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان (قلمی نسخہ دہلی، آصفیہ)
- (۹) العنوان فی سلوک النسوان (قلمی نسخہ مصر)
- (۱۰) البرہان اجمالی فی معرفۃ الولی (قلمی نسخہ برلن)
- (۱۱) المواہب العلیہ فی الجمع بین حکم القرآن و الحدیث (قلمی نسخہ مصر)
- (۱۲) جوامع نظم فی المواعظ و احکام (قلمی نسخہ رامپور، علی گڑھ، آصفیہ)
- (۱۳) تنویر شرح احکام العطایہ المسمی بالتبیین (قلمی نسخہ انڈیا آفس، بنگال وغیرہ)
- (۱۴) زار الطالبین (بانکی پور)
- (۱۵) سرار العارفین (بانکی پور)
- (۱۶) نعم المعیار و المقیاس لمعرفۃ مراتب الناس
- (۱۷) فتح الجواد - (آصفیہ)
- (نظم الدرر - آصفیہ و بنگال)

شیخ علی متقیؒ نے ۱۹۷۵ء میں مکہ معظمہ میں وصال فرمایا۔ متابعہ نبیؐ اور شیخ مکہ

۱۹۷۵ء

۱۹۷۵ء

سے تاریخ و ذات نکلتی ہے۔

شیخ علی متقیؒ کا حال مندرجہ ذیل کتب میں ملتا ہے:

(۱) زاد المتقین: شیخ عبدالحق محدثؒ

(۲) اذکار الاخیار: شیخ محدثؒ۔ ص ۲۶۱-۲۴۹

(۳) اشعة اللمعات: جلد ثالث ص ۳۱۶-۳۱۷

(۴) گزیر ابرار: محمد غوثی ص ۴۰۲-۴۰۳

(۵) آثار الکرام: آزاد بلگرامی ص ۱۹۲-۱۹۳

(۶) سینۃ الاولیاء: دار اشکوہ ص ۱۹۱-۱۹۲

(۷) ابجد العلوم: نواب صدیق حسن ص ۸۹۵

(۸) بحۃ المرجان: آزاد بلگرامی ص ۴۳

مکتوب شیخ عبدالحق

بنام

حضرت مجدد الف ثانیؒ

شیخ محدثؒ کا یہ طویل مکتوب مولانا غلام معین الدین عبدالحق نے اپنی تالیف معارج الولايت میں نقل کیا ہے۔ معارج الولايت کا ایک نسخہ خاکسار کے پاس ہے جس کا سنہ کتابت ۱۲۸۸ھ ہے۔ معارج الولايت سنہ ۹۴۰ھ کی تصنیف ہے اور بعض اعتبار سے بیجاہم ہے۔ مؤلف نے بعض اہم مکتوبات اور فتاویٰ اس میں تمام و کمال نقل کر دیے ہیں جو اب کسی دوسری جگہ دستیاب نہیں ہوتے۔ مثلاً مجدد صاحب کے بعض خیالات پر علمائے ہند نے جو فتویٰ دیا تھا وہ اس کتاب میں مکمل درج ہے۔

یہ مکتوب شیخ مجددؒ اور شیخ محدثؒ کے تعلقات کو سمجھنے میں بے حد مدد دیتا ہے۔ شیخ محدثؒ نے مجدد صاحب کے جن جن خیالات پر اعتراض کیا ہے ان پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے جس شخص نے مجدد صاحب پر یہ اعتراض کیے ہیں اس کو ان سے جو محبت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔

”ایں مقدار کہ مرابثا نسبت محبت و اتحاد دست کم کسے را خواهد بود“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد سيد
الاولين والآخرين وعلى آله واصحابه اجمعين، هداة طريق الحق ويحيى
علوم الدين، اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا و

امرزقنا اجتناباً بآیہا الشیخ العالم الفاضل العارف الذی اجتنباً الیہ وخصه
بفصلہ واعطاه من المعارف ما لم یعط غیرہ من العارفین کما ہو متحرفوا فی نفسہ
واللہ اعلم بالمتقین فان خصہ اللہ بالاجتناب فحق نرجوا ان یمد بنا الیہ کما
یمدی المتین، قال اند تبارک وتعالیٰ یحبی الیہ من یشاء ویمدی الیہ من
ینیب والعاقبت بالخیر

ورد دل دارم سے از خودے آن زیبا نگا فرصتے یارب کہ دل را پیش وے خالی کنم
سالمہا است کہ بعضے از کلمات و مکالمات کہ در مکتوب شریف مذکور است، و از
قبیل موعظات و مہمات است می خواہد کہ استفسار کند، و استکشاف نماید، پس نشد
خواہ ملاحظہ نماظر اشرف کہ در عایت نزاکت است، و خواہ بخت گفت و گوی مرید
ایشان کہ در نقل اقوال و ذکر حکایات بمصرف و بے احتیاط -

تفصیل این حکایات آنکہ ایشان بعد از آنکہ در خدمت خواجہ محمد باقی افتادند
و از صحبت شریف ایشان استفادہ این نسبت کردند، و رو بترقی نہادند در حیات
و بعد از وفات ایشان از حالات و کمالات خود خبر دادند گرفتند، زیادہ از حد حصرو
قیاس، چنانکہ و چند آنکہ مردم حیران شدند و چہ جائے حیرت است واللہ مختص
بر رحمتہ من یشاء، و چون در ضمن تنصیص و تخطیہ بزرگانے کہ اتفاق بر بزرگی ایشان
مثل سیہ الطائفہ جنید بغدادی^{رحمہ} و سلطان العارفین بایزید سبطامی^{رحمہ} و امثال
ایشان بودند و گفتند اند این بیچارہ با حقیقت کار در نیافتہ و باصل نرسیدہ، و گرفتار ظل
ماندہ اند، و مثال آن وادعائے آنکہ آنچہ ایشان را وادہ اند، بیخ کس را ندادہ اند، موجب

لہ حالات کے لیے ملاحظہ ہو، زبدۃ المقامات (مطبوعہ نول کشور) نیز کلمات طبابت (ملفوظات
خواجہ باقی باشد)

لہ حالات کے لیے ملاحظہ ہو نغمات الانس (مطبوعہ ممبئی ۱۳۸۸ء) ص ۵۳-۵۴

لہ ملاحظہ ہو نغمات الانس ص ۳۸-۳۹

وحشت مردم شد، بیش تر غوغا مردم بر سر آں بود کہ از ایشان بخواجه کہ پیرو مربی ایشان بودند تقصیر را در رعایت ادب مریدے و حق نعمت شناسی سر برزد، اگر چه بایں اصطلاح این قوم ممکن است کہ مریدے در کمال از پیرو گذرد، و لیکن در رعایت ادب و بندگی و نیاز مندی و فروتنی و حق شناسی باقیست، شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کہ در کشف تحقیقات معاملات و وقائع آیتے بود، و معلوم می شود کہ دریں باب از پیراں خ و گذرانیدہ است، می گوید کہ اگر سر من با سماء سایہ مہو نہ خاک آستانہ شیخ عبدالرحمن اسفرانی و شیخ علی بالا باشد۔ بیت

بلند مرتبہ زیں خاک آستان شدہ ام

غبار کوئے تو ام گر بر آسمان شدہ ام

دیکے ازاں کہ بے خطر ناک از رعایت مقام ادب و راست آن است کہ در باب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ گفته اند کہ کثرت ظہور کرامات از ایشان ازاں جهت بود کہ نزول ایشان ناقص بود، و آنکہ در بعضے مکتوبات نوشته اند انبارم کہ حکمت پیدا کردن من آنست کہ تا کمال ابرایمی و محمدی یکجا جمع شود، اشد و عظم است از ہمہ و آن شخص کہ در ترکیب وجود من بقیہ از طینت آنحضرت جوہریت یا خمیرمایہ است کہ وجود حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از آن ترکیب یافته است چنانکہ نخل از بقیہ طینت آدم است و جائے دیگر گفته اند کہ متابعت پنج مرتبہ است و ہمہ مراتب را حاصل است و گفته اند کہ ہمہ کمالات محمدی بے تفادہ در ذات من حاصل، لیکن بہ تبع و طفیل است، مردے ثقت از ایشان شنید، آن شخص گفت کہ از اینجا مزیت شما لازم می آید، جواب دادند کہ آنجا بالا صالہ است، و ایں جا بطفیل، و یکے از یاراں ایشان گفت کہ مقام خود را فوق مقام انبیاء و انجم، و ایں توجیہ کہ موجب اثبات و تصحیح آن باشد کردہ اند، و در جائے نقلی محمدی و احمدی گفته اند و دورہ الف با مجد و الف گفته اند، و امثال ایں

کلمات در مکتوبات ایشان مذکور است و این ہمہ را می گذرانیدم تا نوبت این مکتوب رسید
 کہ باعث نفرت و وحشت گردید، گفته اند ہم مرید اللہ ام و ہم مراد اللہ و سلسلہ ارادت
 من بے واسطہ باللہ تعالیٰ المتعلق است و ید من نائب ید اللہ است، سبحانہ اگرچہ
 ادادہ من بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بواسطہ کثرت است، در طریقہ نقشبندیہ
 بہ بست و یک واسطہ در میان است، در طریقہ قادریہ بہ بست و پنج، و در طریقہ چشتیہ
 بہ بست و ہفت، و ارادہ تاکید و ساطعی کند، پس من ہم مرید رسول اللہ ام و ہم ہمہ پس
 یواہر خواں این دولت ہر چند طفیلی ام، ناخواندہ نیامدہ ام، و ہر چند تابع ام، اما از اصا
 بے بہرہ نیم، ہر چند اہم اما شریک دولتہم، نہ شرکتی کہ از ودعوتے ہمہ سہری خیزد، کہ آن
 کفر است، بلکہ شرکت خادم است با مخدوم تا نطلبیدہ اند، بر سفرہ اہل دولت حاضر
 نیامدہ ام، و تا نخواستہ دست بایں دولت دراز نکردہ ام، ہر چند اوسیم اما مربی حاضر و
 ناظر دارم، و ہر چند در طریقہ نقشبندیہ پیر من عبدالباقی است اما متکفل تربیت من اللہ
 باقی است، من بفضل تربیت یافتہ ام، و براہ اجتہاد رفتہ سلسلہ من سلسلہ رحمانیت کہ
 من عبد الرحمن ام، چہ رب من رحمان است، و مربی من ارحم الراحمین است و طریقہ
 من سبحانی است، کہ از راہ تنزیہ رفتہ ام، و از اسم و صفت جز ذات اقدس نخواستہ
 ام، این سبحانی نہ آن سبحانیت کہ بسطامی بآن قائل گشتہ کہ آنرا ازین مسائل نیست
 و آن از دائرہ نفس برآمدہ و این از ماورائے نفس و آفاقست، و آن شبیبی است کہ
 لباس تنزیہی است کہ کردی از دامن تشبیہ بوسے نرسیدہ، و آن از سرشبیبی سکر جوش زدہ
 و از عین صحو برآمدہ ارحم الراحمین در حق من اسباب تربیت را غیر از معذات نداشته
 است، و علت فاعلی در تربیت من غیر از فضل خود را نہ ساختہ، از کمال کرم و اہتمام و
 غیرتے کہ بے سبحانہ و تعالیٰ و تقدس در حق من دارد، تجویز نہ فرماید کہ فعل دیجوے را
 در حق مدخلے باشد، یا من بدگیرے دریں باب متوجہ گردم، مرابانی الہی ام جلشانہ و

مجتبیٰ فضل و کرم لا تنہای و تعالیٰ و تقدس انتہی سبحان استدولہ العظمۃ و الکبریاء، اس چہ
سخناں و اس چہ کلمات است و اس چہ سلطنت و سطوات و اس خطبہ خوانی و شاگستری
نفس است، اللہ اکبر درویشی شکستگی و خاکساری و ادب و تواضع و کم زدنی نفس است
حضرت خواجہ محمد یار رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ در آخر رسالہ قدسیہ بایں رباعی وصیت کردہ
اند۔ رباعی:

اند رہ حق جملہ ادب باید بود تا جان باقی است در طلب باید بود
در ہر دم گر ہزار دریا بکشتی کم باید بود خشک لب باید بود
وقال بعض العرفاء حقیقۃ الطریقۃ ان یکون مفصلاً وان یکون طالباً للبلا یا
وہنتی ظننت انک وصلت و ما ظننت انک ظفرت و ما ظفرت و ما ظننت
انک یحصل لک حال لا حال لک حال سالکاں اس راہ و مقبولان در گاہ ہمہ
ناظر دریں است، نعم از بعض اقطاب فخر و مباہات براہل زمان خود بوقوع آمدہ است
و از مقام و مرتبہ خود خبر دادہ اند، و گویند کہ آن بامر پروردگار است نہ بطریق دیگر و تقایم
شاید کہ دریں جائے ازیں قبیل خواہد بود، واللہ اعلم بالصواب، اما نسبت باقران و
شرکا رگفتہ، نہ نسبت بحضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات و
بعضی از کبرائے مشائخ گفتہ اند اما ما را فی الا رسول اللہ و حضرت غوث الثقلین
لیس علی منۃ الا اللہ و رسولہ اس درست است، اما آنکہ گوید، در قرب و وصول
ما در مقلے رسیدہ ایم کہ پیچ کس را واسطہ نیست، و پیچیکے را دخلے نیست نہ رسول و
نہ غیر سے را و اگر واسطہ بودند و نست سلوک بودند، و حالانکہ سلوک تمام شد، و قرب
در گاہ حاصل گشت، و وصول بحصول پیوستہ است، و اسطہ نیست، ہمہ منقطع شد
بلکہ من مرای الہی ام و محتبای ادیم و فعل دیگرے را در حق من دخلے نیست، و دیگرے

لہ حالات کے لیے ملاحظہ ہو، رشتات (مطبع نول کفور ۱۹۱۲ء)

درین معنی متوجہ نہ آن دیگر کدام است رسول خدا حاشا و کلا، سبحان اللہ بیچ کس با رسول
 خدا پس چنین درمی افتد و گستاخی می کند و می گوید کہ من ہم سر محمد رسول اللہ ام، در وقت
 مرید وے بودم، الآن مرید خدایم بواسطہ وے در قربے کہ من با خدا دارم وے صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم را واسطہ نیست، و از خلوتی کہ من با خدا دارم وے بیرونست باید دریا
 کہ مضمون این سخنان چیست، و ازین جا چه لازم می آید، بیچ شیخے و عارفے باین طرز
 سخن گفتہ و دعوی کردہ است، ہماناکہ با دلایے خدا در افتادہ بود پس نبود تا تو بہ پیغمبر
 خدا رسید، بعد از ان نمی دانی تا بجا خواہ کشید، و گفتہ اگر چه اتم اما شرک یک دو تخم و در
 منقبت و کمالات و فضیلتہ و اگر در تعمق نظر نمایند این معنی مفہوم میگردد کہ در وقت امتہ
 تابع بودم کہ در سلوک طریق قرب متابعت و پس ردے میگردم، چون مقرب درگا
 حق شدم، مرید وے تعالی گشتم و شرک یک او شدم، سبحان اللہ در راہ خدا امتہ با پیغمبر
 شرک یک می باشد، خصوصاً با محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ہمت و بہتر پیغمبران است،
 و عجب کہ وجود شرکت گفتہ بشرکتے کہ ازاں دعوی ہم سری خیزد کہ آن کفر است، دیگر
 شرکت کدام ہست کہ ازاں ہم سری نہ خیزد و معنی شرکت و ہم سری یکے است، نزدیک
 بتراوت یا مثلاً از ان مساویاں اند و آنکہ گفتہ اند بلکہ شرکتہ خادم با مخدوم است یعنی
 اگر چه این خادم چیزے از خانہ خود نیاوردہ، و ہر چه دارد از مخدوم دارد، ولیکن ہر چه
 مخدوم داشت بوسے داد، شرک یک خود، بچو خود گردانید، این ہرگز بوجہ نمی آید، مخدوم
 بخادم چیزے میدہد کہ مناسب حال وے باشد، و مخدوم خادماں بسیار دارد،
 بہر کدام بخشش وے میدہد، چنانکہ ذکر آتش در کلام ایشان بسیار، و ربیان این
 معنی واقع شدہ است، و از آتش دادن لازم نمی آید کہ ہر چه در خانہ داشت
 داد، بلکہ آنچه در غور دوست می دہد و خود درین مطالب علیہ چہ گنجائش این تمثیلات
 و تقریرات مقرر است، دعوی مساوات بانبیا خصوصاً با سید انبیا و صلوات اللہ

وسلامہ علیہم باطل است، و تفرقہ و تفصیل باعتبار خادمی و مخدومی و اصالۃ و فرعۃ
 نیز باطل است، و عاقل و کلام دریں مسئلہ نیامد و از زبان بعضی مہدویہ کہ بالفان
 فرقہ خلافت اند شنیدہ است کہ در اعتقاد سید محمد جوہر پوری کہ مبداء و نشا و محل و مقرر
 ضلالت ایشان است، میگفتند کہ ہر کمالی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 داشت در سید محمد نیز بودہ فرق است کہ آنجا باصالۃ بود و این جا بہ تبعیت رسول
 بجات رسیدہ کہ پچواو شدہ، و این بعینہ مقول ایشان است، و چنین شنیدہ میشود
 کہ شیوہ نیز در شان ائمہ عشرہ رضی اللہ عنہم می گویند کہ ایشان تلامذہ اند، پیغمبر علیہ السلام
 بمرتبہ استاد رسیدہ، و ہر ہر تقدیر خادم حق نعمت شناخت و نزد مخدوم جز بہ بندگی و
 نیاز دم نہ زد، و دعوی مساوات نہ کرد

لے ایازاں پوتیں را دار پاس

و مثال این خادم با این مخدوم کہ دم ہا بری میزند و گستاخی میکند حال آن غلام آن
 است کہ ہمراہ خواجہ کہ مقرب در گاہ سلطان بود، در مجلس سلطان رفت، پس خواجہ
 بجلس قرب نشست و غلام نیز آن جا ایستاد، و چون خود را در مجلس بادشاہ و خواجہ یکجا
 دید بنارید و مغرور گشت، و از بخردی و بیتابی کہ رسم غلاماں است خود را گم کرد و با خواجہ
 شریک و برابر گرفت، و گفت من ہم بندہ بادشاہ و مقرب اویم، و ندانست کہ بچنانکہ
 نخست نزدیک سلوک طریق قرب و وصول بوساطت و طفیل خواجہ بہ مجلس بادشاہ
 رسید، و وے واسطہ بود، الاں قرب و وصول کہ حاصل شدہ است، نیز واسطہ
 است، و لیکن از غایت غرور و بخردی و کم فکری و جو واسطہ از نظروے ساقط شد
 و در حیطہ کفران نعمت افتادہ، شیخ چو سلامتہ دریں سخن تامل کنید کہ از قول ایشان کہ انکام
 کہ حکمت در پیدا کردن من آنست کہ کمال ابراہیمی و محمدی جمع شود، چہ مفہوم میشود و چہ

لہ حالات کے لیے ملاحظہ ہو سیرت امام محمدی مولفہ شاہ میاں عبدالرحمن (مطبع ابراہیمہ حیدرآباد)

لازم می آید، این جا ہمیں جواب بخادمی و مخدومی داده اند، این سخن هیچ فائدہ ندارد
 جز فرق بتبعیت و اصالت، اما دعوی ہم سری و برابری از خادم و تابع نامقبول و
 نامناسب تر است، عجب آنکہ فرمودہ اند کہ بر خوان این دولت ہر چند طفیلی ام اما
 ناخواندہ نیامدہ ام، ہر چند تابعم از اصالت بے بہرہ نیم، این چہ معنی دارد و طفیلی خود
 ہماں کس را گویند کہ ناخواندہ بیاید و تبعیت ضد اصالت است، اجتماع ضدین
 محال، و اگر گویند بوجہ تابعم و بوجہ اصل این معنی و محصلی ندارد مگر آنکہ نخست در
 وقت سلوک پیر و مرید بودم، اکنون بعد از وصول لمرتبہ اصالت رسیدہ ام و پیر و
 مرید خودم، و ہمہ وسائل و وسائط کو بودند ساقط شدند، و از میان بدر رفتند،
 چنانکہ اسباب تربیت خود بعد از تشبیہ دادہ، پس ازین محمد رسول اللہ با مریدی
 از خاصان در گاہ دے بودم، اکنون خدا یم بواسطہ و ارادہ من باشد تعالی قبول
 و سائلط نمی کند، و ارادہ من باشد تعالی است، پس من ہم مرید محمد رسول اللہ ام باعتبار
 سابق ہمسرہ او یم، بحکم حال تعالی اللہ از تصور این معنی و تکلم باین کلام موئے بر بدن
 اعتقاد و خلاص مسلمانان می خیزد، و بخدا سوگند بس عظیم است این کلام و بغایت
 شنیع است، این مرام راہ راست کہ اعتقاد کنند، و گویند کہ ہمہ مریداں حضرت
 رسول اللہ اند در رسول اللہ مرید خداست، و از حق فیض میگیرند و بخلق میرسانند معنی
 نبوت و رسالت این است، و هیچ کس را بواسطہ دے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ
 نیست، بسوئے خدا و در در گاہ دے جائے نہ خواہ، در وقت سلوک یا بعد از وصول
 دیگر سلسلہ در ارادۃ اللہ بے توسط غیریت، عجب واقع شدہ است، اطلاق سلسلہ
 در جائے مناسب است کہ بواسائط باشد، ظاہر اسہو قلم است یا بطریق
 مشککہ است، این سخن طالب علمی است والاہر فی ذلک سہل و گفتہ اند
 ید من نائب ید اللہ این فرع و نتیجہ ارادۃ اللہ است، چہ ید مرید نائب پیر

می باشد، اما یلوح می افتد، بقول حق سبحانه ان الذین یبایعونک انما یبایعون
الله الایة وایں بحقیقت وقتی راست آید که بروی اثر مادییت اذرمیت و
لکن الله سر می، مرتب گردد که بیک مشت خاک لشکر را منهدم گرداند، و لے حکایت
زبانی بیش نیست، اکنون بمعارف و حقائق که در تحقیق این دعاوی نوشته آید، دست
زده این خلجانات و شہادت کنم، و من الله الاستعانت والتوفیق نوشته آید که سیر
مرادی مریدی امریست که بوجدان پیر تعلق دارد، پس حجت و برهان بر اثبات گنجائش
ندارد، این جا کس چه سخن کند که راه سخن بر بسته، لیکن هر چیز را حجت و برهان باید، هیچ
چیز بے حجت و برهان معقول و مقبول نمی افتد۔ مراد ان و محبوبان خود را در اصطلاح
قوم ہماں کساں اند کہ نخست ایشانرا جذب می نماید، و بدرگاہ میکشد، بعد از آن توفیق
سیر داده و اصل می سازند، کہ معنی مجزوب سالک است، و مریداں را بآنکہ ایشانرا
را بعد از سلوک می کشد، و ایشان را سالک مجزوب میگویند، اما این ہم می باشد
کہ صاحب سیر مرادی بجائے میرسد کہ در ارادہ او بحق و قرب وصول بجناب قدس
وے الله تعالی و ساط حضرت سید المرسلین سلطان محبوبین صلی الله علیہ وآلہ وسلم
سقوط می پذیرد، و بر می افتد، و در جمیع کمالات برابر سید المرسلین می باشد، و دعوی
شرکت و ہمسری و برابری میکنند، و جامع کمالات ابراہیمی و محمدی می گردد، و صنا
این سیر ہمسرہ محمد رسول الله میگردد، و می گوید کہ ہم چنانکہ آنحضرت مرید خداست
بیواسطہ من ہم مرید خدایم، بیواسطہ و آنکہ نوشته کہ کسی را حق سبحانہ قوۃ قدسیہ داده
اگر در احوال و اوضاع صاحب آن سیر نیک ملاحظہ نماید، و فیوض و برکات علوم و معارف
الہی جل شانہ کہ او بآن ممتاز است، مشاہدہ کند تواند۔ حکم سری مراد او دارد، و هیچ
محتاج بدلیل نیست، سخن عجبی این است یعنی شما این مقدار ادراک و شعور ندارید کہ
اوضاع و احوال و جمال و کمال ما را ملاحظہ نمایند، و فیوض و برکات و علوم و معارف

ماذکہ برآن مفرد و ممتازیم مشابہہ کنید و سیرمرادی ما حکم کنید و دیگر دلیل چہ حاجت است، ازین
 جا آن سخن یاد می آید کہ یکبارگی از ہمیں یاران یکے بخد مت ایشان نوشته بود کہ عجب است
 کہ با وجود عظمت و جلال و مرتبت کرامات از شما ظاہر نمی شود، در جواب او نوشتند کہ کدام
 کرامتہ بالائز ازین مدرف و حقائق باشد کہ ما بیان کنیم و بر ما وارد میگردد، و دیگر آنرا طاقت
 بیان آن نیست، معجزہ حضرت رسول اللہ نیز سخن بود کہ بمرتبہ اعجاز رسیدہ بود، او حکما
 قلم مرضی هذا آئیم بمقصود کہ درانتیاز شما بہ بیان علوم و معارف نیست، لیکن
 غایہ آنچه ظاہر میگردد و از آن است کہ شما را عالم و فاضل و ماہر و دانشور و سخندان
 دانیم، بلکہ عارف و مکاشف ہم گوئیم، اما آنرا از کجا معلوم کنیم کہ شما سیرمرادی بمرتبہ
 رسیدہ اند کہ و ما ط حضرت سید المرسلین و سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در میان
 شما و خدائے عزوجل نمائندہ است، تا آنکہ ہمسر و ہم سیر ہائے آنحضرت شدہ دید، این
 معنی لازم سیرمرادی نیست، و احوال و احوال و علوم و معارف متصور است کہ یکجا
 خطا واقع شود و عصمت مخصوص انبیاء راست صلوات اللہ علیہم و خطا و کشف
 باتفاق اہل کشف جائز است و ملازمان کہ خطا بہر شیخ ابن عربی ثابت کردہ اند، از ہمیں
 عالم است کہ با وجود این حقائق و معارف کہ شیخ دارو خطا ہا کردہ است، و آنکہ نوشته
 اند کہ خواجہ ما قدس سرہ در ادائل حال سیر اس فقیر اسیر مرادی مقرر فرمودہ اند حضرت خواجہ
 اثبات شما بسیار میکردند، و کساں واقف اند بر آن و بیشتر از ہمہ این فقیر اگر آن در قید
 حیوہ صوری می بودند، یقین است کہ بایں سخنان راضی نمی شدند و هیچ کس بایں راضی
 نخواہد شد، امید داریم کہ شما ہم در باطن راضی نخواہید شد، واللہ اعلم۔ و عبادت در ادائل
 نشانہائے این دریافتہ باشد۔ بعد از آن حال متغیر شدہ باشد واللہ محول الاحوال نحو

۱۰ حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔
 Mystical Philosophy of
 Muhiuddin Ibn ul Arabi, A.E. Afzali

مایشاء و مثبت، مقصود شما چون آنست که در ابتداء حال این حکم میگرداند در انتہائے خود چه خواهد بود، مسلم سیر مرادی و مقام ابتداء شمارا حاصل است، اما آنکه سیر مرادی این نتیجہ می آرد کہ با حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این معاملہ دست داد و این چنین در برابری افتادند کہ ایشان از میان ساقط شدند و واسطہ نماند نسخ است، باز همان کہ مذکور شد پیش می آید، و مکرری شود و نوشته اند کہ اجتناب مخصوص نیست بانبیاء علیہم السلام و همچنین باشد کہ اگر چه در آیات قرآنی اجتناب بہم جاسبت بانبیاء علیہم السلام واقع شدہ است، قوله تعالیٰ ولکن اللہ یحبنی من رسلہ مایشاء فاعنوا باللہ و رسلہ و بعد از ذکر انبیاء، فرمودہ است اجتناباً ہم و ہذا ہم الی صراط مستقیم و حقیقت آنست کہ معنی اجتناب، گزیدن است۔ حق تعالیٰ برگزیند۔ انبیاء را بے سابقہ کسب و سلوک و ادب را بکسب و ریاضت و اتباع انبیاء و این جا آن اجتناب نیست کہ در انبیاء است۔ و آن اینست بغیر قول حق سبحانہ اللہ یحبنی الیہ من یشاء و یجہدی الیہ من ینیب۔ پس وجہ مبہات نیست مگر عدم توسط چنانکہ ادعا کردہ اند، و بیان آن باید قولکم وصول فیوض مرسلک را توسط و حیلولة خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام تازمانی است کہ حقیقت سالک بحقیقت مدعی کہ جامع جمیع حقائق است، و آنرا حقیقۃ الحقائق گویند منطبق نگشتہ است، و بآن متحد نشدہ چون بحال متابعت ملک محض بفضل اللہ این حقیقت را بآن حقیقت اتحادی حاصل گشت توسط برخاستہ است چہ توسط و حیلولة در مغائرہ است، انتہی اتحاد حقیقت سالک با حقیقت محمدی کہ حقیقۃ الحقائق است چہ معنی دارد، چہ صورت این سخن از مقام ادب و انصاف دور است، و گستاخی صریح و گزاف فصیح و با قطع نظر از حکم عقل و و چیز و یکے شدن آنها ہر چند جزو کل و جزئی کلی باشند از قبیل محالاتست، لازم می آید کہ حقیقت ہر سالکے کہ باین مرتبہ و مقام برسد حقیقۃ الحقائق گردد، و زلک ظاہر البطلان پس اگر از اہل حقیقت کہے این اطلاق کردہ باشد حکم با اتحاد بودن معیش فثار و در غیبہ از خود در حضور دے خواهد بود

بجہ کمال متابعت و ثلبہ محبت چنانکہ فنا فی الشیخ میگویند، و خود شیخ تمام عالم و پیر جبل
بنی آدم و جہت تمام کائنات و قبلہ موجودات اوست، علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التیات
ہیچانکہ اتحاد بذات شائق الہی را تفسیر کرده اند، باستغراق درستی حق کذا فی الفقرات
چون اتحاد اعتباری و حکمی بامثالہ حقیقی و نفس الامری منافات نخواہد داشت، و
منا فی وساطت و حیلولہ نخواہد بود و خود تعین و تشخص حقیقت سالک و جزئیہ ادبانی
است چنانچہ اہل فنا، و توحید می گویند۔ بیت

تو او نشوی، لیکن ارجمہ کنی جلتے بری کر تو تو ی بر خیزو

یعنی آن تو ی و ادبی کہ پیش از فنا و کم شدن بود دروے بود، بلکہ ہمیں کم شدن فنا فی
گشتن و روے قرب وصول بحق است بوساطت دے پس اس اتحاد و انطباق کہ
حاصل گشتہ است، اگرچہ اس واسطی بعبت غلبہ بخودی و فنا در یافت اس واسط
نمی تواند کرد، حقیقت محمدی را عارفان واسطہ میداند و می یابند، در حوادث تمامہ
اشیاء و صفات و کمالات از جواہر و اعراض کہ وصول بحق و شہود دے ترازاں جملہ
ست، چہ بآنکہ بآن حقیقت رسیدہ، و دروے فنا فی گشتہ و حکم اتحاد گرفتہ، و چہ غیر آن
بلکہ توسط نسبت الطائف ولی و دریافت آن نسبت اقرب و اظہر باشد، و اس سخن
دقیق است و اثبات الہادی قولکم آنجا کہ اتحاد است معاملہ شرکت است اس نیز خالی از
غائبی نیست، چہ شرکت دوئی را می طلبید، و شریک در امرے دو کس باشند و حقیقتہ
اتحاد خود اصلاً بشرکتہ جمع نمی شود، یعنی فنا و غیبت نیز کہ اتحاد حکمی است و فنا و غائب اند
میان رفت و حکم فنا گرفت، شرکتہ از دے چہ صورت دارد، توسط را گفتند کہ دوئی می
طلبید، شرکت ہمین است قولکم اما چون سالک تابع و احقاقی است و طفیلی از قبیل
شرکت خادم بود از خدم و اس سخن بیج محصلی ندارد، و اگر اس خادم با مخدوم شریک است
در جمیع صفات و نام ہیات پس برابری و ہمہ سری مخدوم لازم و تفاوت اسم خادم و مخدوم

چه فائده دارد، اگر نیست اتحاد چه معنی دارد۔ این سخن خادے و مخدومے در کلام ایشان بسیار
 واقع شده، در اجتماع کمالات ابراهیمی و محمدی نیز گفته اند و این را گریز گاہ ساخته اند، اما
 فائده ندارد۔ و نوشته اند کہ مراد برادیت حال بحضرت کائنات محبت خاص پیدا خدہ کہ در
 غلبات آن محبت می گفتم کہ محبت من بحق سبحانہ از آن جهت است کہ مے رب محمد است
 این سخن در ظاهر سعید و باعث تعجب است، اما معنی راست و درست ندارد۔ زیرا کہ
 محبت منعم جلی است۔ و ہمہ نعمتہا بوسیله وساطتہ آن حضرت واصل پس محبت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم اقرب و اعلیٰ اسباب محبت حق باشد، و محبت او با عین محبت حق مستلزم است
 و بحساب عقل ثنوت ثانی اظہر است، اگر گویند کہ محبت او از جهت انعام محبت صفات است
 و سخن در محبت ذاتی میرود، گویم کہ این نیز از جهت ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل
 است، چنانکہ آنحضرت مظهر ذات خاص حق است تعالیٰ و تقدس محبت و انجذاب
 بوسے موجب محبت، و انجذاب حق خواهد بود، بر ہر تقدیر این سخن بسیار خوب و دلربا
 است، و اعجابا کاشکے شمارا ہمیں بستہ، رفتہ رفتہ بجائے می کشید کہ در عشق محمدی و آلہ
 و شیدا و فانی و مستہلک می گردانید، کہ مجال سرا بالا کردن و دم زدن بایں نوع کلمات
 مشعر برابری و یگانگی در حضرت وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمی ماند، چنانکہ در وصف
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آندہ است، سنگریزہ در دہاں انداختہ و چشم بر جمال آن حضرت
 دوختہ می نشست، و رابطہ محبت را نگاہ میداشت و دم نمی زد، و حال اکثر اصحاب
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمچنین می بود کہ کانونانی مجلسہ کانون علی سر و سرہم
 الطیر و اشارۃ قول حق سبحانہ یا یہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت
 النبی الایۃ ہمیں است۔ تو لکم تا این قسم محبت شود نشود، الحاق و اتحاد بہاں معنی فنا و
 غیبہ و دوام توجہ و حضور و استغراق کہ لازم عشق مفرط و محبت صادق است بمعنی
 دیگر تو لکم طریقہ جذبہ را چون کشش از جانب مطلوب است و عنایت الی متکفل حال

طالب است، ناچار قبول و سائل نمی کند، و در طریق سلوک چوں اناست از جانب طالب است، در وجود و سائل چاره نبود، این عین مدعا است و سخن بے دلیل است،
 طریقه جذب و مرادی و مجبوری چنانکه سبق بیان رفت، زیاده بر این است که لطفت
 الله بنده خود را پیش از آنکه طلب کند و سلوک نماید جذب می کند، و انجذاب هم جمالی است
 که بدان سلوک آسان می گردد، و این منافات بوجود و سائل ندارد، بلکه چوں جذب تنها
 کاری آید و سلوک بے سائل نمی باشد، لازم آید و وجود و سائل چنانکه مقرر قوم است
 و خود هم گفته اند که در نفس جذب هر چند و سائل در کار نیست، اما تمامی منوط بسلوک است
 اگر بسلوک نباشد، جذب ناقص و ابراست، اگر گویند که احتیاج در طریقه جذب بسلوک
 و سائل پیش از وصول است بعد از وصول بر طرف می شود بخلاف طریقه سلوک که
 آنجا بعد از وصول نیز واسطه می ماند، چنانکه گفته اند که در طریقه جذب اگر توسط متابعت
 شریعت که عبارت از سلوک است وصول بمطلوب می شود بے واسطه حصول امری
 خواهد بود۔ گوئیم که چه دلیل است برین دعوی مفهوم جذب در حصول طریقه و بے خود مستفیض
 این نیست چنانکه معلوم شد۔

مدعا دوم که در طریقه سلوک از و سائل چاره نبود، ما را که قابل بوجود و نور و تسطیم
 مطلقا داخل در آن نیست و لیکن بطریق بحث و مناظره گفته می شود که چرا آن هم بعد از
 وصول بوجود و سائل بر طرف نشود، چنانچه بوجود جذب بعد از سلوک ملک هم چنین باید احوال
 ایشان که خاصیت جذب عدم و سائل است و سقوط آنها است و در کلام شائیز اش
 بآن واقع است۔ آنجا که گفته اند در طریق سلوک از شیوخ هر که در میان آمده است
 متوسط و حاجب منتهی رسالت است، و اے اگر در آخر حال تدارک نماید یعنی و سائل
 از میان بر ندارد۔ حاصل آنکه در طریق جذب، و وصول سلوک هر دو پیش از وصول و سائل
 در کار است۔ و اگر در طریقه جذب بعد از وصول و سائل ساقط می گردد و در طریق سلوک

می نماید حکم است چرادر هر دو جانبی نماند و چرادر هر دو چاساق قطع گردد۔ سخن در همین جا است
 و اگر گویند این امر کشفی و جدائی نیست، بحث فائده ندارد۔ آن چیز دیگر است، اما شما مقید
 با استدلال شده و توجیه نموده که چون در طریق جذب کشف از جانب مطلوب است،
 و عنایت الهی متکفل حال طالب است۔ ناچار قبول و سائل نمی کند۔ و در طریق
 سلوک چون انابت از جانب طالب است، از وجود و سائل چاره نبود، و خود جذب
 و سلوک بر هر دو تقدیر است۔ فرق بتقدیم و تاخیر فائده ندارد۔ اگر گویند که مدعی دلیل هر
 دو کشفی است، چنانکه یکبارگی از شما مثل این سخن شنیده است، این گریز گاه خوب است
 و بعد از آن در اثبات عدم توسط و تقدیر آن طرق دیگر بیان کرده آید۔ اول وصول از
 راه معیت که حق را پاینده است ناچار بے توسط امری خواهد بود که متابعت معیت است
 و اگر واسطه است در سلسله تریب است، که عبارت از سلوک است و گفته اند که راه
 معیت یکے از طریق جذب است نه از سلوک انتہی۔

پوشیده نماند که هر گاه راه معیت یکے از طرق جذب باشد که قرار یافت که در طریق
 جذب از سلوک چاره نیست۔ پس در طریق معیت برائے وصول نیز در کار خواهد بود۔ و
 از وسائلی ناگزیر و کلام در دوسم چنان خواهد بود، که در طریق جذب گذشته۔ دیگر مثال،
 ظل باصل نموده اند که این هم طریق است، اگر عنایت الهی ظل را باصل خود میله
 پیدا شود و کوشش در رویه اگر در آن ظل را باصل وصول حاصل شود، هر آئینه بے
 حیلوله امری خواهد بود۔ چون آن اصل اسمی از اسماء الهی است۔ ناچار در میان اسم
 و معنی او حائل نخواهد بود۔ و وصول ظل از این راه باصل الاصل که معنی آن اسم است
 بے وسائل امری خواهد بود۔ انتہی۔

پوشیده نماند، ظاهراً نیست که این نیز از طریق جذب خواهد بود۔ چنانکه در طرق معیت
 پس این نیز محتاج سلوک خواهد بود۔ چنانکه طریق جذب این جایز همان کلام است که

نجا است۔ دیگر کشتن ظل باسل مسلم واتصال بمسئی نیز ہمچنین، اما وصول ظل الاصل کہ
مسئی اُن اسم است، چنانکہ اسطہ اُن اسم نباشد۔ بل الامر کذلک قولکم ایضاً ہر کہ وصل
ذاتست بوصول بے غمہ تو سطا مری در حق او مفقود است۔ و ہر گاہ در صورت
وصول بحضرت ذات بے غمہ حیلولہ و حجابیت صفات واجبی مرتفع گردد، حیلولہ و
حجاب غیر ذات چہ گنجائش ندارد۔ انتہی

پوشیدہ نما نہ امر ہے مقرر است کہ صفات پردہ ذات است، کہ ہرگز نمی افتد،
اگر یک پردہ بر خاست۔ پردہ دیگر نشید، ذات را جز در پردہ صفات نمی توان دید، و
شہود گردد در یافت لیکن صاحب شہود ذات را بختہ غلبہ انجذاب توجہ تام بسوی او
صفات محفوظ و منظور اند، و ہر ہر تقدیر پردہ در میان است۔ و ریابد یا در نیابد۔
وفی الحدیث حجابہ النور، و ہذا الہی نور یکے از اسماء محمدیست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ و
اگر مراد نور ذات دارند کہ بسبب ذاتست، حجابیت نور محمدی بآن مصدق۔ و نور علی
نور یمدی اللہ لنورہ عن یشاء خواہد بود، و با قطع نظر از ان این طرف اورا
بوصول بچونی نام گردید، اگر از طرف جذبہ در آید، چنانچہ ظاہر است دریں نیز بہاں
کلام می رود کہ در جذبہ گذشت از احتیاج بسلوک و اگر طریق جذبہ نیست طریق سلوک
خود واسطہ ثابت است، اول و آخر و ظاہر است کہ طریق توجہ الی اللہ و حضور
بودنی است، بہ مشغولہ بہ طریق این سلسلہ شریفہ را می باشد، این کاری کند تا ملک
حضور و انجذاب با حق حاصل کنند۔ بعد از ان اگر توفیق سلوک یا بند حکم
مجدوب و سالک خواہد بود۔ و کلام دروسے گذشت۔ و دریں مشغولی نفی و اسقاط
جہات و اعتبارات است۔ بتصفیہ لوح قلب از نقوش ماسوی اللہ اگر مقصود
بیان این نسبت، و ذکر این حالت است، این خود ہمہ مشغولان این بیعت را میر
علی قدر تفاوت احوالہم۔ چندین ابہتاج و افتخار و ذکر اجتہاد و شکر و اصالہ و مرادی

مریدی و خادمی و مخدومی چیت پس معلوم شد کہ مقصود چیزے دیگر است و بیان
مقام عالی ترازاں است، و مقصود آنست کہ بیان کنند کہ خداے تعالیٰ ما را بفضل
خود بجائے رسانیده است کہ ہمہ اسباب و سائل وصول در حق ما حکم معذات گرفته
و سقوط پذیرفته است، و حق تعالیٰ از کمال کرم و اہتمام و غیرتے کہ در حق من دارد
تجویز نمی فرماید، کہ فعل دیگرے را در حق من مدخل باستبد یا من بدگیرے دریں معنی
متوجہ گردم، من مرید خدا ام و ہمسر رسول۔ اینہا دریں مقصود چہ دخل دارد و چند
توجہات و مقدمات غریبہ در اثبات و تقریر آن ہر انگیختن چہ حاجت و در حقیقت
در صورت مشغول و توجہ ذات نیز روح محمدی کہ محیط تمام مراتب وجودی و شہودی
است و ساریست در ذات و صفات واسطہ است اگر چہ مشاہدہ ازاں آگاہ
نیست، بر مثال ضوء و رویت اشیا را با بجلہ باہر کسے کہ نورے و ہدایتے و ادراکے و دریا
ہست، بواسطہ حقیقت محمدی است۔ بیت

ہر کجا نور است ساطع یا مکملے باہر است

پرتوے از آفتاب آن جلال افشاہ است

قولکم تحقیق ایں مقام آنست کہ توسط سرور کائنات علیہ و علی آلہ وسلم بہد معنی
تواند بود۔ یکے آنکہ او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامل و حاجب بود۔ در میان سالک در میان
مطلوب و معنی دوم آنست کہ سالک بفضل دے و بتوسط طے و تبعیت و متابعت
دے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمطلوب واصل گردد۔ در طریق سلوک و پیش از رسیدن بحقیقت
محمدی توسط بہر دو معنی کاین است بلکہ می انگارم کہ دریں طریق از شیوخ ہر کہ در میان
آمدہ است، متوسط و حاجب شود، سالک آن است و اگر در آخر حال جذبہ تدارک
آن نماید معاملہ بے پردہ کے نکشد، زیرا کہ در طریق جذبہ بعد از رسیدن بحقیقت الحقائق
توسط بمعنی ثانی است کہ لطیف و تبعیت است، نہ حیلولہ و حجاب کہ پردہ شہود گردد۔

و مشایخ طریقت در توسط و عدم توسط آن سرور اخلافاً ہمارا دارند۔ جمعی توسط رفتہ اند و
گروہی بعدم توسط۔ انتہی۔

پوشیدہ نامند کہ در توسط تبعیت و طفیل، پیچ کس را جائے سخن نیست، متفق علیہ
است و جمہور عرفائے محققین بر آنند کہ توسط بمعنی حیلولۃ آنحضرت در میان سالک
و مشہود و مطلوب نیز ثابت است، و پیچ مشہود بے توسط روحانیت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم حاصل نیست، و قول مخالف لایجابہ است ناشی از کوتہ نظریست و
ایشان میگویند کہ توسط روحانیت آنحضرت در جمیع مراتب وجودی و شہودی و
عیانی و معانی و تمامہ عوالم جسمانی و روحانی ثابت است، و این توسط داخل عجب
نیست کہ از آن پردہ بر روی شہود نشینند، بلکہ موجب مزید انجلا و انکشاف است
در رنگ حیلولۃ عینک در ابصار عالم ظاہر، مثلاً وجود ادراک و شہود ذات بے پردہ
مکن نیست ۶

در پردہ عیاں با ششم و بے پردہ نہاں

ومی گویند کہ حقیقۃً الحقائق بودن آنحضرت و اعاطہ باہیات مانند اعاطہ ماہیات
بجوہر و ذوات نیست۔ بلکہ تمام و شامل است مرصقات و معانی را کہ شہود مخدوہاں
و محبوباں و مراداں، یکے از آنجملہ است، و می گویند کہ در وقت این شہود کہ در قرب
وصول حاصل است، روح پرفروش حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین حاضر
است، و واسطہ است و از ذوات حق مفارق نیست، چه محب و محبوب از یک دگر
جدا نشوند خصوص این چنین محبوب کہ محبوبیت دے بذات بحت بلا حظہ جمیع شیون
و اعتبارات تعلق گرفتہ است، و اگر چہ بے ملاحظہ شیون و اعتبارات تعلق گرفتہ است
و اگر چہ بے ملاحظہ شیون و اعتبارات ہمہ باشد بلا حظہ جمیع شیون و اعتبارات بود از
جست بودن او منظر جامع قال بعض العارفین ما أرسل الرحمن اویرسل من دحمۃ

تصعدا و تنزل فی ملکوت اللہ اودہ لکھ من کل ما ینخص الیہ شامل الا والمصطفیٰ
عبدہ و نبیہ و مختارہ المرسل واسطۃ فیہا واصل لہا لیعلم ہذا کل من
بعقل و این شامل جمیع مراتب شود ست، وقال ان روح النبی صلی اللہ علیہ
والہ وسلم غایت من نفوس بالہ فی اللہ طالب فی وصفہ صلی اللہ علیہ
والہ المحقق المحکوم بالبحر من ادعی معرفۃ اللہ مجردۃ فی نفس الامر عن
نفسہ المحمدی و میگوید کہ این مشاہدہ مجذوب سالک تواند بود کہ بختہ تصور معرفت
و تمیز یا بختہ فلسفے بے خودی، از ادراک، و دریافت آن قاصر و ذایل باشد۔ اما نفس الامر
ثابت و دائم است۔ و آن ذہول و حقیقت، از قبیل عدم علم بعلم است۔ چنانچہ در
مواضع گفتہ آید۔ ازین ہم گذشتہ و مسلم داشتہ کہ مشایخ طریقت از توسط و عدم توسط آن
سرور اختلاف دارند۔ اما آن گروه کہ قائل آن بعدم توسط دعوی شرکت ہمسر ہی ہستی
و اعتبار و عدم مدخلیۃ آنحضرت در حق ایشان و عدم توجہ ایشان بہ آنجناب چنانکہ
گفتہ اندی کنند۔ و مشایخ دریں جا ہم اختلاف دارند بجن در آنجا است عا شا و کلا ہم
متفق از دور غایت بندگی و نیاز مندی و سرافکندگی و احتیاج بآنجناب۔ دیگر مخفی
نماند کہ توسط آنحضرت در شہود و اصل موجب عظمت و جلال و سبق اوست در
درگاہ غیرت و عدم توسط سبب تاخر و سقوط و تصور و حاصل حکایات عدم توسط
سبب تاخر و سقوط و تصور و حاصل حکایات عدم توسط بآن راجع میگردد کہ سالک
ہمیشہ خادمانہ بہمراہ آن حضرت بہ تعجیل و طفیل میرفت۔ و اقتباس از دے میگردد
چہں بقرب درگاہ رسید و بیشتر رفت و دروں درآمد و آن حضرت را پس انداخت و
بیرون در گذشت و از میان ساقط گردانید، خود در مجلس درآمد و بر منہ قرب وصال
لشست، و کامراں شد۔ و میگوید کہ من و تو ہر یک من ہم بندہ ام، اورا توسط در میان
من و ہذا نماند۔ اگرچہ در اصل بندہ و تابع تو و خادم تو بودم، و بواسطہ تو رسیدم الان تو

پیچ دخل و توسط نداری۔ نعم اگر با پیر و مرشد معاملہ و حال چنین بستند، ممکن باشد کہ بواسطت
و عنایت و تربیت حضرت رسالت انوار و اسرار اقتباس و شقاوت و استفاضہ
نماید۔ و فیوض و فتوح حاصل کند، و از پیر در مقام قرب بیشتر رود و تقدّم نشیند،
اما این عجب کہ بتبعیت آنرا بحضرت استفاضہ و استفادہ کند و در مرتبہ برابر گردد
و او را از میان ساقط گرداند، و خود در مقام قرب بواسطہ نشیند، پیچ عاقل و عارف
این سخن روا دارد، و قبول کند، و ایشان عجب نکتہ ملایانہ بتکلیف اشتباہ نموده و افادہ
کرده، و گفتہ اند کہ گفتہ نہ شود کہ ازین عدم توسط اگر چه نیک بود، قصود بجناب
خاتمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لازم می آید، زیرا کہ میگویم کہ این عدم توسط مستلزم کمال
انتخاب است۔ نہ مستلزم قصور، بلکہ قصور در توسط است، زیرا کہ کمال متنوع
آنست کہ تابع او بسط، قبل و تبعیت او جمیع درجات برسد، و این معنی در عدم
توسط کائین است نہ در وجود توسط کہ آنجا شہود بے پردہ است کہ اقصی درجا
کمال است و این جا در پردہ پس کمال در عدم توسط بود، و قصور در توسط و از شوکت
و عظمت مخدوم است کہ خادم در پیچ مقامی تخلف نہ کند، و تبعیت او شریک دولت
ہمگنان گردد، انتہی

این تمثیل بعضی از فضائل خطابیہ شرعیہ است، نہ از برایین عقلیہ قطعیہ ثننیہ
و چون ایشان می گویند باید کہ از کشف صریح و ذوق صحیح شدہ باشد، و اشد علم۔ تو کم
ازین جا است کہ آنسرور فرمودہ است علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل۔ این
را بر آن کہ چہ مستغرق و مترتب ساختہ اند از میان سابق خود لازم می آید کہ علماء امتی
گاہا زیرا کہ ستمایشان را اقصی درجات کمال ثابت گردایند، و در تمامت کمالات
شریک آن حضرت گردانید، این خود بالاتر از انبیاء بنی اسرائیل است، زیرا کہ پیچ
یکے از ایشان شریک آن حضرت در تمام کمالات نیست، و حق آنست کہ مرتبہ علماء امت

بمرتبه انبیاء نمی رسد و شبیه باعتبار خلافت و نیابت در تبلیغ احکام و شرائع است چنانکه
 انبیاء بنی اسرائیل تابع توریت بودند و بعد از موسی علیه السلام تبلیغ احکام آن می
 کردند و در قدر و مرتبه و نزدیک محذین این حدیث بصحت نرسیده و حدیث العلماء
 ورثه الانبیاء صحیح است، عجب که این جا تصرف از ظاهر و ارتکاب خلاف
 آن راضی شده اند، فرزند شیخ نورالحق می گفت یکبارے نزد ایشان قول الولاية
 افضل من النبوة مذکور شد، فرمودند هر چند تو جهات و تاویلات راست و درست
 دارد اما موهم خلاف حق است، نباید گفت، این تناقض است، و تناقض در کلام
 ایشان بسیار است، باجملة در عقائد اهل سنت و جماعت مقرر شده است که پیچ
 ولی بدرجه نبی نرسیده، اما حافظ نسفی در تفسیر بابرک میفرماید که تحقیق لغزیده است
 اقدام بعضی اقدام در تفصیل ولی بر نبی و این کفریست جلی، و در تعریف که کتاب معتبر
 است در علم این قوم و شیخ شهاب الدین سهروردی رحمه الله علیه گفته است...
 ما عرفنا التصوف، مذکور است که اجماع کرده اند که انبیاء علیهم السلام افضل بشر
 اند، و نیست یکی از بشر که موازی و مساوی ایشان باشد، نه صدیق نه ولی نه غیر
 ایشان، اگر چه بزرگ باشد. قدم و عظم بود خط و دلبند باشد رتبه او و البویزید
 بسطامی رحمه الله علیه گفته است آخر و نهایت هدایتین اول احوال انبیاء است
 و نیست مرئیت انبیاء و را غایتی که درک کرده شود و نیز گفته است، نیست مثال
 معرفت خلق و علم ایشان نزد پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم همچنان که چو نی بر سر خیک بسته
 پیدا آید، و می گوید مراد از این سخن آن است، و الله اعلم که پیچ کس از خلق بر سر محمد
 مصطفی صلی الله علیه و آله و سلم نکرده. اگر همه خلق گرد آیند و معرفت و علم خویش گرد

۱. ملاحظہ ہو۔ Enoy of Islam II p 847-8

۲. حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ Enoy of Islam II p 806

آرند، کما قال محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشناسندو آن شناخت کہ ایشان شناسند
 آنرا مثل کردند بدانها خیک چیت فاما داشتن مقدار وے، و صفات وے، بدان
 نم پدید نیاید و اگر نم بودی ندانستندی کہ در آن چیت، انتہی، قولکم کہ در حدیث
 آمدہ است کہ چون بندہ در نماز داخل میشود، حجابے کہ در میان بندہ و خداست مرتفع
 میگردد۔ و لهذا صلوٰۃ معراج مومن آمدہ، و خط و افراز آن نصیب غنتی و اصل گشت
 چہ رفع حجاب مخصوص بواصل غنتی است، پس ارتفاع حیلولہ و توسط ثابت
 گشت، انتہی این خود صحیح است و لیکن این را نمی بیند کہ در تشهد کہ آخر وقت
 اداء نماز است، و وقت اکملیۃ و انمیت شہود است، میگوید السلام علیک
 ایہا النبئی، و بعد از وصول ماتم و اکمال مستغنی و فارغ نیستند، از توسط عمال و
 کمال آنحضرت دنیا و تسلیم و توجہ بدرگاہ دے پس توسط ہنوز و توسل مرتفع نگشتہ
 است، و این حجاب در وقت نماز مرتفع می شود حجابہا است کہ بندہ بدان از مقام
 قرب و حضور دل افتد۔ حیلولہ و توسط حقیقۃ محمدی است کہ وے با خدا است
 دائم و آنکہ نوشتہ اند کہ رویہ آخر دے بے توسط و حیلولہ امرے خواہد بود بے موقع
 است زیرا کہ سخن در رویہ و شہود دنیا و نیست و این بے پردہ نمی باشد، لا اقل پردہ
 صفات در میان است و بحقیقۃ رویہ آخر دی نیز بے پردہ، صفات نخواہد بود۔
 و صفات حق منفک از ذات نیست، و غنتی بر عرفست دیدن ذات را با صفات
 در عرف دیدن ذات می گویند کسیکہ زید را می بیند با چندین صفات از طول و
 عرض و لون و شکل و جز آن میگویند، زید را دید و هیچ کس نگفتہ است کہ در آخرت
 ذات بحت مجرد از صفات را خواهند دید پس اگر روح محمدی کہ با ذات حکم صفات
 دارد و نیز باشد چہ مانع، واللہ اعلم، قولکم از معرفۃ از خواص معارف عندیۃ این
 فقر است کہ حق سبحانہ اثر بہ محض کرم عطا فرمودہ بحقیقۃ آن متحقق ساخته است

و این معرفت اشاره است بآنچه گفتند کہ عدم توسط موجب کمال است، و توسط موجب نقصان۔ کہ آنجا شور بے پردہ است و اینجا دید پردہ۔ و این کمال بالغیر است و گفته اند کہ کمال و شوکت عظمت مخدوم و متبوع نیز بہدیں است کہ تابع و خادم او بجائے رسیدہ است و تبعیت او شریک دولت او شدہ۔ سبحان اللہ! این چہ تخیل و توہم است و سرور بہتہا جست و در لواریں سخن نمی نگرید.... رسول خداست از میان و دعوی مساوات بادے ترجیح اولیاء بر انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین و سلام، چنانچہ تقریر آن گذشت حاجت بتکرار نیست، اما ہمیں یک سخن باز تکرار کردہ کہ واسطہ کہ می خواہند، کرامی گویند محمد رسول اللہ را میخواستہ کہ محبوب رب العالمین و مقصود دنیا و دین است، و آنحضرت را پردہ میگویند و حجاب نام می نهند، پس آن عارف کامل مشاہد کہ حق را در مرآت محمدی مشاہدہ کند، جا ہنہا فدائے آن پردہ باد سبحان اللہ! این چہ نقصان است، کہ ام کمال بالا تر از این باشد کہ جمال محمد و کمال حق ہر دو مشہود شود و منظور گردد، و محمد را اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق برائے آن آفریدہ است کہ در آئینہ جمال و کمال وے ذات اورا مشاہدہ کنند و در خلوة خانہ حقیقہ در آیدہ با ذات و صفات حق مواصلت نمایند، کہ ہر چہ بہت آنجا است۔ قال بعض العارفين لا تجلی اشعة الله بقلب الا من صرہ وهو النور المطلق و پردہ ہائے کہ دور باید کرد پردہ، ظلمانی و روحانی و انفسی و آفاقی است، کہ حجاب مقصود و پردہ شہود شوند و آنکہ ذات محمد را پردہ گویند و از میان ساقط گردانند، و چرا گویند کہ نباید گفت کہ این قضیہ ان شاء اللہ در روز جزا مشخص گردد، بلکہ در عالم برزخ نزد آنحضرت تذکور شود۔ اگر من پیش از شما از عالم رفتہ اول شکایتی کہ از شما پیش آنحضرت کنم این خواهد بود۔ واللہ اعلم۔ و اگر دریں دنیا ہم ہر قانع و حالات مطلع گردانند و در نیست و طریقہ و عادت مسکین

آنست چنانچہ مشغلاں ایں سلسلہ توجہ بذات حق نموده مراقبہ جمال شریف می نمایند۔
 مراقبہ آنحضرت میکند رفته رفته بذات حق یکے شود بمعنی استخراق و حضور کہ نزد ایں طائفہ
 معنی اتحاد است، چنانچہ گذشت و مراقبہ حلۃ شریف کہ دائمی است و دریں
 ایام کہ سخناں شہ ذکر آنحضرت و توجہ بجناب وے تقریب شدہ است بحالتہ
 مخصوص شدہ کہ زیادہ گرداند۔ خدا تعالیٰ تمام عارفان و اصلاں و مقربان و محبوبان
 را می بینم کہ زبان حال و قال بتوسل و گداگری و استمداد از آنجا کشادہ جز بندگی و
 نیاد و شکستگی و غلامی و سگی نمی نمایند، بروئے ایشان نمیدانم کہ کدام در معرفت کشا
 اند، و روئے حقیقت نموده ایں چنین سخناں بوجود آمدہ، سر بر زدہ است۔ چون
 است ظاہر اں است کہ شاد و غاخورده اید۔ نمیدانم کہ از دست کہ خورده اید و اللہ
 اعلم و العاقبتہ بالخیر بیتا محذو با طریق صواب آنست کہ قطع نظر از ایں تفصیلات و تحقیقات
 و معارف کہ مذکور است نموده، بے تردد و تفصیل بگوئید کہ فیوض و فتوح در اول و
 آخر و ظاہر و باطن قبل الوصول و بعدہ مراد اں و مراد اں را و محبوبان را و محباں را ہمہ
 تبعیت و طفیل و توسط بتوسل آنحضرت است، دیگر سخن نیست زیادہ چہ گوید۔ و
 عجب است در شاں کافران و کمذوباں قرآن وارد شدہ، بل کذبوا بآمالہم محیطوا
 بعلمہ ہی و لما یا تھمتا و یلہ در شاں فقیراں صرف کردہ اید و ایشان ہم اگر ایں
 آیت را بخوانند و اصلہ اللہ علی علم چہ شود۔ دیگر عرضہ میدارو کہ در وجود اتبلع نبوی
 کہ مردم دعوی اں می کنند و برائے خود کمالات انتساب می کنند و چنین شنیدہ می شود
 کہ ایشان در مکتوبات آنرا بر پنج مرتبہ نہادہ اند، و گفتہ اند کہ ہمہ مراتب در اں موجود است
 و ہمچنین ہم نوشتہ اند کہ در یکے از نیم مراتب علم با سراسر اقطاعات قرآنی نیز حاصل میگردد
 ایں مسکین را چہ نسبت کہ چگونہ است اتبلع ۱۶ از اقوال و افعال می باشد، کہ ہر چہ فرمودہ
 از او امر و نواہی بجای آرند و امتثال نمایند۔ و ہر چہ کردہ اند از افعال بجا آرند و بصفت

ایشان منصف شوند، و بعد ازاں در احوال باطن کہ ہر چہ از انوار و اسرار آنجا یافتہ و
وجود یافتہ ایں جامع وجود میگردد، و کیست کہ ایں کمالات دروے تمام و کمال حاصل
شدہ باشندہ، چنانچہ در حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آمدہ است و ایکہ
نطق ذلک ایں ہمہ طاعت و عبادت کہ چنداں شب در نماز می ایستادند کہ پائیک
مبارک می آما سیدند کجا است زہد و ریاضت کہ برپا می خفتند و از نان جو سیر
نمی شدند گو... و آل ہمہ عقل و سخاوت و شجاعت و قوت و رحمت و رافت و تواضع
و حلم و عفو و وفا و حق و حسن عہد و صلہ رحم کجا است، و غیر ذلک فہما ہو، مذکور و مروی فی
الاحادیث، کمالات آنحضرت را در ایں صفات و اخلاق بود، و در اقصی مراتب درجا
بود، کراست و مقرب است کہ حصول فیوض و حصول بمقام قرب بر قدر اتباع خواہد
بود، خود مبالغہ و تاکید در ایں باب بسیار کردہ اند، و در عبارت ایشاں اکثر ذکر متابعت
بذکر فضل الہی مقرونست، و گفتہ با اتباع آمد، بلکہ محض فضل الہی گویا برائے دفع
شبهہ و استبعاد است، و نوشتہ اند کہ بکشف صحیح و الہام صریح بہ یقین پیوستہ
است کہ بہیچ دقیقہ از دقائق ایں راہ و بہیچ معرفت از معارف ایں قوم بہیچ واسطہ
و توسط متابعت او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرسیست، و منتہی را در رنگ بتدی و متوسط
و فیوض برکات ایں راہ بے تبعیت و بے طفیل حاصل نشود، انتہی ایں امر بے
مجموع علیہ در دین احتیاج بکشف و الہام چہ دارد، چہ کمالات دین و صفات سلطانی
ہمہ موقوف بر ایں است و گویا تخصیص بہ دقائق و معارف بیان می کند و مخصوص
بشرح و بیان آنست بہ یقین دانست کہ بکمال متابعت موصوفست و زبان او و
اعتراف ازوے قاصر، چنانچہ در اول مکتوب افادہ نمودہ آید، بعد ازاں زبان چندانی
بمدح و ثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و احتیاج کلی توسط و توسل و بے صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ اند، کہ جاں را سیراب و دل را شاداب میگردانند، و رفع تمام

توہمات و سورظن می کشد اما با وجود این رفع وسائل و استثنائات از میان و قائل و معارف
کلمات دیگر ناظر بر صریح اب و گستاخی چیست، اکنون آمدیم بحکایت سکر و صحرای مقرر است
که اصحاب صحیفه منشی اند، بر اصحاب سکر زیرا که محکوم وقت اند و حال حاکم است
برایشان و ایشان را این وقت گویند و از تنگنای نفس و احوال بر نیامده و ایشان
با اصحاب صحرای ازین مضائق برآمده و حاکم و غالب شده اند، بروقت و ایشان
را ابو الوقت گویند، چه نسبت است پس آنچه از بعضی اقطاب که قدوه ارباب صحرای
و تمکین اند مباحث و مفاخرت بر مشائخ دیگر واقع شده است بامر الهی است
نه بخله سکر چنانکه حضرت غوث الثقلین امام الفرقین شیخ عبدالقادر گیلانی فرموده
اند قدمی هذه علی رقبۃ کل ولی الله و بزرگی فرموده است من تحت خضراء
السماء مثلی و امثال آن بامر الهی است که در باطن اولیا، اشد نیابت شده، نه صادر
به غلبه سکر و طمع حال و سکر غیرت و بے تمیز سیب و اشاره بذه منافی آنست و
نقل است که در بعضی احوال و مقامات حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم ایشان
بر قدم خود نهاده اند که این قدم تو قدم من است پس گفت شیخ قدمی هذه علی
رقبۃ کل ولی الله پس آن بجہت امثال الہی کہ تجدیت نعمت واقع شده است اگر
گویند پس چیست تفاوت و اختلاف احوال مشائخ و اولیاد را رباب صحرای و تمکین از صحابہ
و غیر ہم رضوان اللہ علیہم کہ بعضی گفته اند و بعضی نہ گفته اند گویم ایشان تکلم نمی کنند مگر
باذن خداوند عزوجل و امر دے جل و علا، پس ہر کہ امر کرده شد، گفت و ہر کہ امر کرده
نشد، نگفت۔ چنانکہ آمدہ است کہ از مشائخ وقت پرسیدہ شد کہ آیا شیخ عبدالقادر در
این کلمہ را بامر گفت گفتند نعم بامر گفت، و گفتند این نشان قطب اسب۔ از اقطاب
در ہر زمان کہ است کہ ... میشود بسکوت و گنجائش ندارد۔ اورا اگر بسکوت و بعضی
امر کردہ میشود۔ بقول گنجائش ندارد۔ ایشان را جز قول و این املیہ در مقام قطبی است

زیرا کہ اس نشان شفاعت دوست شیخ صاحب عوارف رحمۃ اللہ علیہ بمقتضائے قیاس عقل و مبلغ علم خود اس سخن را دامثال ایں سخن را بر طبع مسکرو غلبہ حال و اشتراق نفس حاصل کردہ، و شیخ بر قصد محبت ایں قوم و عدم حضور آں چنانکہ شاربائے مصلحت وقت کہ دریں مکتوب بر تزیج و تفصیل مسکرو واقع شدہ کردہ اید براں ظاہر عبارت شیخ ساقی مخالف است۔ فہم شیخ دریں جا ایں چہیں رفتہ چہ تو اں گفت و قول دے دریں با مخالف اقوال کبار مشائخ آنوقت شیخ ابو بدین مغربی و شیخ نجیب الدین سہروردی کہ پیر شیخ شہاب الدین سہروردی است، واقع شدہ و دیگر مشائخ عظام کہ عدا ایشان موجب اظہار است چنانچہ در ہیجۃ الاسرار کہ کتبے معتبر و ذکر آں در کتب در طبقات ذہبی کہ از مشائخ علماء و محدثین و شیخ محمد حروری کہ قدوۃ علماء متاخرین است و غیر آں مذکور است، و مصنف آں بدو واسطہ حضرت غوث الثقلین میرسد و در کتب دیگر مثل ردۃ الناظر فی مناقب الشیخ عبد القادر کہ تالیف شیخ مجد الدین صاحب قانوس است و در کتب امام عبد اللہ با فنی و غیرہ مذکور است، و مریدان شمارا و دریں سخنان شماسہ قسم یافتیم جمعی می گویند ما چہ دانیم۔ ایشان چہ می تویند، مارا کہ مجال فہم سخنان ایشان است ہر چہ گفتہ اند اعتقاد می کنم کہ حق است و جملعتی می گویند کہ اینہا از مسکرو بخودی است۔ و فرقہ می گویند کہ ہر چہ ایشان می گویند می کنند ہمہ بامر الہی است ساہم بریں معنی باشیم۔ اگر براہیں قاطعہ از کرامات و آیات کہ از اں بزرگان منقول و مشہود است مشاہدہ کنیم و بے آن حکم نخستین ظن مجوز متوفیق الا ایں حرف کہ دروے نسبت بسرور کائنات گستاخی و بے ادبی لازم می آید، ایں را بیشک منکر میدانیم ان اللہ لایامر بالفحشاء والمنکر و برہر تقدیر، چنانکہ عادت ایں فقیر است توقف و تسلیم تجویز در میان

۱۔ ملاحظہ ہو۔ تذکرہ حضرت ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی "از مولانا حسن میان (مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۱ء) ۲۔ ہیجۃ الاسرار شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف (المستوفی ۱۳۱۳ھ) کی تصنیف ہے۔ ۳۔ حالات کے یہ ملاحظہ ہو "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۱۳ ص ۱۱۱"

است که مسدود آن ناشی از مقام صحو و تکمیل باشد، اما شما خود بزبان شریف خود اعتراض
 کردید، و گفتید که هر کس مثل این سخنان گفته، نشان آن سکر است و سکر را ترجیح بر صحو کرده
 اند و گفته اند که صحو نسبت به مزج سکر عین قصور است. صحو خالص نصیب عوام
 است، این سخن حرامی است۔ بخلاف مقامات متصف شده و بزرگ جا که به
 تمیز نیست و بطلان از تمامه اعتبار فرود نگرده۔ و در حقیقت سکر و صحو ضرایب اند
 که جمع نمی شوند صحو خالص که آنرا نصیب عوام گفتند کدام است سخن از مقام
 غافلان و کائنات و اهل خصوص می رود۔ و از کلام ایشان معلوم میشود که از بزرگان
 آنها که صحو ایشان که مزج نیست، صحو صرف دارند و باین نوع کلمات تکلم داخل عوام
 اند۔ این حقیقت است و گفته اند سکر بطنی که بے تماشای قول لوائی ارفع من لواء محمدان
 پیروز آمد، این سخن سکر و اطلاق شان آن مفهوم است۔ و دوران مکتوب
 گفته اند که سکر بطنی بسجانی من مساس ندارد که آن از دایره انفس و آفاقت
 و این از سر شمشیر سکر پیش زده و این از عین صحو برآمده، و این جاتر جیح صحو نموده مفاخرت
 و مباہلات بیان کرده اند، و گفته اند که ظاہر شدن حالست بر دل نتواند که پوشیده دارد
 چیزے را که پوشیده آن واجب بود پیش از ظهور آن حال و این محتمل دو قسم است۔
 یکے آنکه چیزے منکر و قبیح است و پوشیدن از جهت بود یا صحیح است لیکن در سترو
 کتمان آن مصدق دینی بود، لازم نیست که آنچه در کلام اہل اللہ واقع شود البتہ از آن
 قبیل باشد، از قسم اول از جهت عدم عصمت وجود ترک واجب که کتمان سرور غایت
 مصلحت است برہر تقدیر لازم آمده است و صاحب سکر معذور است، اگر بے
 اختیاری محض گردد، اختیار و تکلف را بدخل نبود۔ و بعد از آن سکر ہا کہ در کلام اکابر
 واقع شده است۔ عذر تحسین نموده اند، و مسلم داشتند و دے دیر ترمی گفتند۔۔۔
 بیچارہ ہا پے بائیں نبرہ گرفتار ظل ماندہ اند و از زبان رت خواہ شنیدہ است

کہ میفرمودند کہ شیخ عبداللہ انصاری فرمودہ اند کہ ہر ما فرید دروغ و جھوٹ بختہ اند، یکے از انجملہ آنکہ
گفت ضمیر پہلوئے عرش زده ام و لوائی ارفع من لواء محمد ہم ازاں جملہ خواہد بود
بلکہ شنیع واقع است۔ از اذل و قول سبحانی را تاویل مشہور است۔ کہ در عوارف مذکور
است کہ آنرا حکایت عن اللہ گفته است و اقوال کہ از شیخ جنید بغدادی آورده کہ ہو
العارف والمعروف ولون الماء لون انایہ والمحدث اذا قورن بالقديم له
سبق له اثر بر تقدیر صحتہ صدور آن از ایشان در باب فتاوی التوحید است و این
مذہب و حال مقام این قوم است این جا سکر نیست، شیخ ابن عربی کہ بیان
وحدۃ وجود و اثبات آن می کند۔ برنجی کہ معتقد او است از سکر نیست، مذہب و
معتقد ایشان ہیں است، و مذہب شیخ جنید اگر خود ہیں است خیر والا اشارہ است
باصالۃ و حقیقۃ وجود حق سبحانہ و فرعیۃ و عاریۃ وجود خلق و فتاوی اضمحلال این در نظر شود
و در مقابلہ وجود حقیقی و غلبہ و سطوة این بر آن و لون الماء لون انایہ تمثیل و تصویر
است برائے ظہور صفات و افعال و سے تعالی در کمونات بحسب استعداد و قابلیت
ایشان نہ ظہور ذات و سے تعالی و تقدس در مرایا ظاہر چنانکہ اہل وحدت میگویند
و فرمودہ اند کہ اگر سحر خالص بود کہ افشا را سرار آنجا کفر بود و خود را از دیگرے بہتر دانستن
شُرک بود انتہی سابق مذکور شد کہ این کلیہ نیست، کہ بصحر باشد و با مر باشد کفر نیست
اگر صحیح است و در اظہار آن فوت مصلحت نیست، و اگر وقوع آن از اہل صحر ممنوع
ست، و خود را از دیگرے بہتر دانستن شرک چہا باشد، ظاہر اسہو قلم است و صحیح
کہ است، و نوشتہ اند کہ این فقیر کہ این دفاتر در بیان علوم و اسرار این طائفہ علیہ
نوشتہ است، بے مزرع سکر حاشا و کلا کہ آن حرام است و منکر است، و گزافست
و سخن بافست، انتہی سبحان اللہ تا کنون گماں این بود و از کلام مذہب شہانہ کنایہ

لہ ملاحظہ ہوں نجات الہی

سکر کردہ آید یا برائے تصحیح و تصدیق آنچه واقع شدہ ست، بایں سکر برائے اثبات
سکر و مسافہ ملود پیشد کہ ایشان صاحب صحو و تکمین اند۔ و از سکر و تلویں منزہ و مبرا اند
درینوقت چنان مقام شد کہ صاحب سکر بودہ اند و مقرر است کہ مرتبہ اہل سکر
عاقل و نازل ست، پس تحقیقات و تدقیقات کہ کردہ اند برائے سکر کردہ اند، و اگر
آنچه واقع شدہ ست بایں سکر صیح و موسس بر قواعد طریقت و موافق تر از ذاد^{حقیقت}
ست، چنانچہ از بیان کردن حقائق و معارف برائے اثبات او ظاہر میشود، چہ
غم دارید و چہ احتیاج و انکسار است والا اول میبائست گفت کہ مقدور
دارید چیزے زمستی و بخودی واقع شدہ است و بعد از غبار نیستی آن را از صرف
اعتبار و صفحہ روزگار میسر شدہ نمودہ توبہ کردہ و کلام السکاری بطوی و لایردی
و عجب است ازین طور کسے کہ جمیع فضائل و کمالات محمدی افضل الصلوٰۃ و اکملہا
حاصل گردد، باقی ہی الغایات و مراتب متابعت کمالی رسیدہ در قرب و وصول
بجائے رسیدہ کہ توبہ واپس انداختہ و حقیقت را بے پردہ دیدہ، و دریاختہ کہ گرفتار باشد
بسکر و دیگران خیر چکار کنند کہ باصل نرسیدہ و گرفتار ظل ماندہ اند و محبوب اند از ایشان
اگر بجهت فعال باب سگری و بے تمیزی واقعہ شود، عجب نباشد و نوشته اند کہ سخن با فانی
کہ بصحو خالص شدہ ست اند بسیاری اندرین قسم سخن نہا فند، و دلہائے مردم از جانبہ
اگر مرد دلہا خوش است مثل این سخن آن را از کجا از جائے می برند، و مخطوط می سازند
بلکہ متنفر و متبری می سازند۔ و اگر دلہائے عوام است و اناس و فریقین آنها چہ مقصود
است، و چہ انتہا دارد۔ و در اصل سخن اعتبار ندارد۔ و مدار براں نیست بسا کس کہ
سخنان کاملان می آویزند۔ و کامل نباشند و بسا کس کہ حرف سازند و دلربا اند اندرون
بدانند و کامل نباشند، انکہ شد از آنجا کہ ایشان اند ہم کماست و ہم سخنان شما خوب بسیار
اند و دلربا اند ازین سخنان شنیع کہ نسبت بآں حضرت بے ادبی و گستاخی کردہ آید انہار می شود

و بدنام می سازد و بعضی از مسکینان این راه و خاکساران این درگاه و گدایان این کوئی
 باشند با وجود نقصان کتب و دفاتر در میان قواعد طریقت و احکام معاملہ ازاں زیادہ نو
 باشند و در یک حرف رقم خورده طعن و انکار شریعت شدہ باشند و از شاہراہ دین
 بیرون نیفتادہ و باب کریم سخنان ایشان را در بواطن اہل ایمان و قلوب صادقتان
 کواری دادہ و قبول بخشیدہ است و بحکم وصیت مشایخ کہ در شان ایشان رفتہ
 است و لا یتکلم بالحقائق والدقائق بین بل للحق علم المعاملات و ما
 یتمون بہ من العیوب برہیں قدر اقتصار نمودہ آید و از قبول عند اللہ و بیاض
 الوجہ عند رسول اللہ بستہ آید ان شاء اللہ باش کہ تا صحبت قیامت بدان تہکار
 آید با این پا در راہ ما شکستہ دلی می خزند و پس بازار خود فروشان آن راہ دیگرست
 سخن سید الطائفہ تاہست العبادت و دقت الامتداد و ما یفعلہا الارکشات فی
 اللیل غم ایمان باید خورد و از سابقہ اندیشید کہ چہ رفتہ است و نوشتہ اند کہ این سخن کہ
 منی بر اسرار باشد و از مظاہر مصروف بود و در ہر وقت از مشایخ طریق بطور آمدہ
 است و عادۃ مستمرہ این بزرگواران گشتہ - و این امرے نیست کہ آن را این فقیر
 پیدا کردہ و لیسر ہذا اول قادرۃ کسرت فی الاسلام انتی، ظہور سخن مشتمل
 بر افشائے اسرار توحید و شطیحات طامات کہ از ظاہر مصروف باشند و افہام عوام
 بدان نمیرسد و آنرا موہومات مہمات میگویند بسیار است اما این قسم سخن کہ بحضرت
 اولیا و خصوصاً بحضرت سید المرسلین در افتند و دعوی مداراۃ و مواساۃ و ہمسرگی
 کنند از کسے در نظر نمی آید - و عاقلے گفتہ - ۶

با خدا یوازہ باش و با محمد ہو شمار

و ظاہر این کلام بے ادبی و گستاخی است، حرف این از ظاہر ہمیدانم کہ بحسب نشود
 منکے خود این را ثابت و متحقق بمکشف و دلائل ساختہ اند و در آخر سکر را بہانہ ساختہ

اند، آنها کہ منتی گردیدے قیدیہا نمودند، چه چیز بابر سرایشان گذشتہ دهنوز زبانسا
بطمن و تشنیع ایسان درازا است۔ و نول شریف و لیس هذا اول قاورۃ کسرت
فی الاسلام ثبوت واقع شدہ است در اعتراف بشناخت آن کافی است و
شیشہ شکستہ چون باز ہم نمی آید و کذلک لا یلتام ما جرح اللسان و آیتہ کریمہ
ما یلفظ من قول الا لدریہ رقیب عتید و حدیث شریف کف هذا فی اللسان
دریں باب کافیست، واللہ اعلم۔

ایں کلمات بقصد استفسار و استکشاف حال و دفع تالم عارض، بال نسکین
نرقہ صدر نوشتہ شد قصد آن داشت کہ چیزے بنویسد، وبالزام نفس راضی باشد
اصل غرض نصیحت و خیر خواہی و کشف حال است الدین النصیحتہ و این را از
چند مجلس الملامتہ و ہر بار استخارہ بجناب سعادت از شرف نفس و تبری از حول و قوۃ
بمالغہ اکید و تمام نرقہ و می آوشت امید کہ معذور باشد و ما جور گردد۔ ظن فقیر شیخ
جمیل است این مقدار کہ مرابشا نسبت محبت و اتحاد دست کم کسے را خواہد بود
صاحب کشف الخیر در باب حسین بن منصور طاج^۱ گفتہ است، بحمد اللہ عزیز
است و سے بزرگ من اما طریقتش بہیج وجہ مقبول نیست، و ما قال نزد این فقیر شما
ہم عزیزید و ہم طریقتہا، اما سخنان کہ نسبت بحضرت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میگویند کہ ہزار بار نذر دارد، و آنچه نسبت بمشایخ گفتند کہ با وجہ برداشتہ شدہ است
اما برداشتہ این کائنات از طاقت حال این فقیر بیرونست، و ہمیشہ و عافقر در
خلوت و جلوت بہر از صلوۃ در سائر اوقات این بودہ است اللہم ادا الحق
حقاً و ادرقنا اتبائہ و ادا الباطل باطلا و ادرقنا اجتناب اللہم واجب
و بعد از آنکہ آواز بش در میان است این سرمی گویم خداوند این مرد از کمالات خود
این چنین خبر می دہد کہ صادق است، اما دلیل بر صدق و حقیقہ او الہام فرما و در

لہ حالات کہیہ... چون ذکر الاولیاء کشف المحجوب اور نفحات الانس۔

تصرف نگه دار که رفع شبهه و التباس کند و اگر نه چنین است او را بر سر انصاف آر و
ازین روش باز دار یکباری شنیده باشد که نسبت بفقر اس می خواند که ان یک کاذباً
فعلیه کذب وان یک صادقاً یصبر بعض الذی یعد کمال التماس آنست که
اگر ای طریق را مردم دست آویزد و اگر ساخته اند ترک دهید، و اعلام نمایند دوستان
همه در رتبه اطاعت و انقیاد بلکه دشمنان نیز بر راه محبت، و اعتقاد نه چون ملازمان
حالا خود را در اهل سکر و اصل کرده اند، این سخن مشهور بایزید بسطامی است که در
وقت رفتن ازین عالم فرموده اند اللهم ان کنت قلت يوماً سبحانی، اعظم
شأنی فالیوم انا محوسی اقطع ذناری وقیل اشهد ان لا اله الا الله و
اشهد ان محمداً عبده ورسوله الحمد لله که ختم کلام بر شهادتین اتفاق افتاد
الحمد لله عاقبت بخیر باد، و صلی الله علی سید المصطفی الامین خلاصه الوجود و مرکز
ظهور و نبوغ الحق و انسان محمد و آل و اصحابه اجمعین هداة طریق الحق و منبری علوم
الدین -

در نامہ تو چو دست ہر خامہ نغم
خواہم کہ دل را اندر شکن نامہ نغم

(۱)

الی الشیخ الاعز الاحق مولانا الشیخ عبد الحق

لے فقر کجائی کہ فریدوں کمنت

گر خاک نشینی مہ گردوں کمنت

ہر نقد کا اندر گرہ ہمت تست

در خاک فروزیر کہ قاروں کمنت

آرزو مندے از گوشہ گزین است دعا کرد چشمداشت کہ آنست کہ مراد خلوت بیاد

آوری۔ گوشہ گزین در جواب گفت: ولے آن خلوت کہ تو بیاد من باشی۔ و ازین ہم

بالا تر آنست کہ بزرگے دیگر فرمودہ ۵

خلوتے کش تو در میاں باشی کرم پیلہ کسند چاں خلوت

حرف اول حسب حال این خستہ حال است۔ چہ لوسیم کہ براں قدوہ ارباب صفوت

وصفا ظاہر نباشد باوجود آن چوں از ادب رستے گزین نیست بمقتضائے آن نیز عمل

میکند۔ توقع آنست کہ چوں زاویہ وحدت و معبرہ خلوت بر مجلس محباں جانی گزیدہ اند

آزاد ہنگامہ کثرت اغیار نہ پسندند کہ محبت غیور است۔ امید کہ لذت زاویہ گوارا گردد و

دل آرمیدہ ہم آغوشی نماید۔ ۶

گرماز سیدیم تو بارے برسی

۱۵ یہ خط ۱۱۸۳ (مطابق ۱۵۹۳ء) میں لکھا گیا ہے۔ اسی خط میں تفسیر سوانح الالہام کے مکمل

ہونے کا ذکر ہے۔ جو ۱۱۸۳ء میں اختتام پذیر ہوئی تھی۔

از شرط ارتباط معنوی و انجذاب و اشتیاق باطنی چه نویسد۔ اگر در ضمیر فیض پذیر ایشان کہ محلی
 قلوب احباب است، پر تو انداختہ باشد راست والا در دعوی شوق با قرار خود کاذب
 کم وقتے باشد کہ چون نشاء آزادی در خلال احوال کہ طبع بان مجبول است ہم رسد
 و خدام در پیشگاه خیر خلوت ننمایند و صدر نشین باطن نگر و ندہ قطع نظر ازین نسبتہ معنوی
 امتداد (و) اختلاط صوری را تا اثرات عظیمہ باشد۔

لے ترک غمزہ زن کہ مقابل نشستہ در دیدہ ام خلیہ و در دل نشستہ
 لے برق زہر خند بکشتی نشستگا معذور دار مت کہ بسا حل نشستہ
 غرض آنست کہ از یاد ایشان فراموشی نیست کہ بیاد آرم۔ آخر کہ تو از یاد روی سا از احوال
 صوری و معنوی باں دوست صوری و معنوی می نویسد۔ محیل آنکہ از حدائے خود ہزاراں
 شکر دارم۔

نصیب خود چلویم چوں کہ منتم	ز خواہشہائے خود افزوں گرفتیم
ز تہما در دل من رنجی دُر	کہ دستم نیز کردی از گھر پُر
چومی بنیم بخود کوتاہی ظرف	بقدر ہمت خود میزنم حرف
نمی بینی دریں دشت ہلکتاب	شود صد مور از یک قطرہ سیراب
زمن تا ذرہ باشد آن قدر فرق	کہ می ترسم ربیک شبنم شوم عرق
ازاں منبع کہ دریائے فتوح است	سراجم قطرہ طوفان نوح است
من آن مستم کہ بخروشم بیک جام	ز زان دریا کشان آتش آشام
گذشتہاں ہمہ مردان آرم	کہ طوفان خشک کردند از دم گرم
کشیدہ صد ہزاراں چشمہ جوئے	ولیکن ہمچنان لب لعطش گوئے

لے نسخہ ثانی میں "شرح" لے ن "ن" در پیش گاہ ضمیر جلوہ نمایند
 لے ن "از" لے ن "خندہ"

دریں درگہ ہنسان و آشکارا براینیاں باد ہر خواہش گوارا
 ز فیض ابراحانش چسگویم کہ گنجانید دریا در سببوم
 چو شد فیض ازل در چارہ سازی تن خود را سنے کردم مناسازی
 نیم آخرازاں آلودہ صوفیاں جگر بے آب لب بر موج طوفاں
 معاذ اللہ از ان مشتے تہی دست بگفتار بلند و ہمت پست
 رفیق کاروان و کعبہ جویاں بتان حصر ص را بلیک گویاں

افاضت پناہ! اچاننا شجرے ہم گفتہ می شود امامدار توجہ خاطر بر آنست کہ میں مسودہ تفسیر کہ کردہ شدہ اکثرے ہاں اشتغال دارد۔ در عاشور ربیع الثانی این سال تمام شدہ خدام ملا حیدر معنائی کہ در محاکارنا حملے دارند و مسلم عراق و خراسانند، تمام سورہ اخلاص راتاریخ اتمام یافتند۔ وہانا کہ از الہامات تواند بود۔ بندہ خود خاتمہ نوشتہ کہ نود و نو فقرہ است، و ہر فقرہ تاریخ اتمام شدہ۔ وقتے کہ تفسیری نوشت حیران بود کہ از کجائی آید و چو می آید۔ بزودی بخد مت میفرستد، کہ الوار نظر دوستان راتاریخے دیگر است، امید کہ

لے ن ازیں۔ تفسیر بے نقط یا سواطع الالہام۔ اس تفسیر میں فیضی نے کوئی ایسا حرف استعمال نہیں کیا جس پر نقطے ہوں۔ یاد رہے کہ عربی کے چندہ حروف ایسے ہیں جن پر نقطے ہیں۔ تفسیر فیضی کی قدرت زبان اور قدرت فکر کا شاہکار ہے۔ بعض جگہ مطلب محموں میں بیان کیا گیا ہے جس نے کتاب کی افادیت کو کم کر دیا ہے اور ذہن پر بے جا زور پڑتا ہے۔ مثلاً اپنے باپ مبارک کا نام لکھنا چاہتا ہے تو کہتا ہے:-

اساس العلم (علم کی اساس، یعنی م) اصل الرء (رء بمعنی قلب، یعنی قلب کی جڑ۔ ب)
 مطلع الالہام (الہام کا مطلع یعنی ا) داس الرؤس (رؤس کا سر یعنی ر)
 امام انکوام (انکوام کا امام یعنی ک)

سے ان کا نام برآمد ہوتا ہے۔ تفسیر سواطع الالہام مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے۔ قلمی نسخے ہندوستان اور مالک غیر کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ لے ن "بامرا نظر ثانی مزین کردہ"

لے ملا حیدر کا شان سے ہندوستان آئے تھے شہر و محن کا اچھا ذاق پایا تھا۔ تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔ تفسیر سواطع الالہام پر یہ تاریخ کہنے پر دس ہزار روپیہ انعام پایا تھا۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری سرسید پبلیکیشن

لے سورہ اخلاص سے مستند برآمد ہوتا ہے (مطابق ۱۵۹۳ء) لے ن "موفق است بٹنا کہ (ہندہ خود)

(۲)

ایضاً الیہ

تو لے کبوتر بام حرم چہ میدانی

طییدن دل مرغان رشتہ بر پارا

اشتیاق ملاقات گرامی و توجہ کیمیست باطن آن روحانی موطن نہایت

ندارد۔ و دل بیغش ایشان شاہد حال بس کہ غمت روز افزوں است و ہموارہ چشم

در راہ نامہ و پیغام می باشد۔ آن خود چوں گوید کہ در راہ مقوم شریف دارد کہ خود را

تابع رضائے ایشان داشته، از خود خواہی خود را گذرانیدہ است، علی الخصوص

نسبت بایشان، و این بار بر خود پسندیدہ، ۶ دل اگر بار کشد بار بجائے یائے۔

خوش باش کہ ما خوں بہجراں کردیم

بر خود دشوار بر تو آسان کردیم

چہ نویس کہ بر دل چہ می رود و در دل چہ می آید۔ محبت پناہ با تقیرے فقط کہ می نوشت

شش ماہ معطل ماند۔ چوں خالی از غائبے نبود، دریں ایام بجد شدہ تمام کرد۔ در

عاشر ربیع الثانی تمام شد۔ و بعد از تمامی آن خاتمہ نوشتہ آمد کہ نود و نہ فقرہ است

و ہر فقرہ تاریخ اتمام اوست۔ درینولا از امر نظر ثانی می کنند۔ اما بصد حسرت کہ

دریں امر دخلے کند، یک جہت یکبارگی دو جہات می آید۔ و آن امر بباد ہیج نمائند کہ

جزوے ازاں خدام دیدہ اند یا نہ۔ ہر چند مکرر نوشتہ شدہ اما چوں بہ بیاض نبرہ اند

لے ن "امید کہ خطبہ تحیات اخروی گردد" لے ن "یقین دانید" لے ن "بجد شاہ"

لے ن "ربیع الآخر" لے ن "خاتمہ آن" لے ن "سال"

بخدمت نفرستاد، دریں باب ہرچہ فرمایند مختار اند، نواب میرزا ایشا نزا بسیار یاد می کند
 و اظهار تعجب می نمایند، و الحق تعجب ایشان بجائے خود است، و آنکہ فقیر دریں باب
 پیغمبی گوید، حال تعجب است، ایں ہمہ کہ نوشته شد حسب حالست و حسب طلب
 باشد و اسد۔ اگرچہ بیگانگی ابرام در طلب خیال کنند اما آشنا میدانند کہ مقصودیت
 و سخن در کجاست۔

باز گشتم از سخن زیر که نیست در سخن معنی و در معنی سخن
 بدوام حضور و سرور باشند۔

(۳)

ایضاً الیه

خدام کمالات آگاہی محفوف و محفوظ باشند محبت و شوق چون معرفت
 ارباب استعداد روز افزونست، آنجا کہ صفوف و صفاست چه احتیاج نوشتن،
 اما چون در عوالم بشریت کہ جمیع افراد انسانی محاطه آن دائره اند ملاحظه میکند دریں
 امور خود رائے اختیار یافته می خواهد کہ ہر کہ بآن طرف گام نہد حامل نامہ و پیغام
 باشد، و ایماے از لواجم شوق کردہ شود، مدتی است کہ از آنجانب نیسے نورزیدہ
 موانع بخیر باد، در پناہ حق باشند، عاقبت باد۔

(۴)

ایضاً الیه

امید کہ محفوف دوام عافیت باشند محبت و شوق نچنان باطن را در

۱۔ غالباً نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید کی طرف اشارہ ہے۔ شیخ فرید کا ذکر شیخ محدث کے معاصرین
 کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ ۲۔ "چہ جگہ تعجب است" سے "خیالے"
 ۳۔ "نسخہ ثانی ہیں" و سخن در کجاست "نہیں ہے۔" ۴۔ "در سخن معنی و معنی در سخن"
 ۵۔ "والسلام والاکرام" سے "والسلام"۔

کشاکش دارد، کہ رقم پذیر تواند شد از آنجمله بمقتضای الغریب يتعلق بكل حشیش
 همیشه میخواهد کہ بنامہ نامہ جاں را آویخته دارد، و چه نویسد بغیر از حرف شوق و محبت۔
 سخن همانست کہ بنده را تابع ارادت سعادت انتقام خود دانسته این معنی را
 از حسن طلب بشمارند۔ محبت پناہ! دریں ماه رمضان آوازہ مقدم گرامی بسیار بود
 چنانچہ خدام سلالۃ الاصفیاء شیخ موسیٰ بفقیر فرمودند و بجد بودند، یارب چه صورت
 دارد فی الواقع وقوع پیدا خواهد کرد یا محض حرف و صوتی است باعلام حقیقت
 حال۔ راحت رساں۔ الیاس احدی الراحتین گردند۔ بزود اقدام نمیرود بخیر یاد

(۵)

ایضاً الید

آنا کہ بیلغ سر و گل پروردند رود رستم و محبرہ رام آوردند
 شاخ سمن از دم صبا چاک زدند در غنچہ گل سنبل نزل کردند
 در راه نظر نظر بگام است مرا در گرم روان عشق نامست مرا
 پا از مژہ کردہ ام دریں رہ از شوق ہر چشم زدن ہزار گامست مرا
 خدام کمالات آگاہی سلم اللہ را نیاز مند است، دریں وقت کہ قاصدے
 بآئند و دستوجہ بود با ظہار دعا و سلام یاد خود داد، شوق در طغیانست و سخن ہماں
 حاشا کہ خواہش خود را در میان انداختہ بخود خواہی خود را بدنام سازد، امید کہ از احوال
 گرامی نویسند، محبت پناہ! آوازہ آمدن ایشان در افواہ دوستان بسیار افتادہ نمی
 داند کہ از کجا برخاستہ، یارب وقوع دارد یا محض در جو فہ است۔ توقع کہ انچہ در اں

۱۔ تفصیلی حال شیخ عبدالحق کے مرشدین کے سلسلہ میں حصہ اول میں درج ہو چکا ہے۔
 ۲۔ ن "بجد فرمودند" ۳۔ ن "مجد" ۴۔ نسخہ ثانی میں اس کے بعد وہ
 اشعار درج ہیں جو مکتوب (۵) کے شروع میں لکھے ہیں ۵۔ ن "ام"
 ۶۔ نسخہ ثانی میں نہیں ہے

خیریت ہمکناسنت بظہور انجاء، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایضاً الیہ

اشتیاق ملاقات گرامی آن مانوس روحانی و مالوف ربانی طال بقاء
از قبیل رسمیات نیست کہ رقم پذیرد، چون اول حال از مرضی خاطر فیض ماثر
آگاہ نبود محتمل کہ حرف خواہش در میان آمدہ باشد، اما بعد از آنکہ دریافت
کہ این راہ کہ بستہ اند فقیر خواہش ایشان را بر خواہش خود ترجیح داد، این نشاء
گوارا باد، التماس آنست کہ بر خلوت کدہ تنگ بیگانگی نہ پسندند، پیش ازین
بدوسہ روز نقادۃ الاصفیاء میان شیخ موسیٰ ابویرانہ فقیر تشریف آورده بودند، ظاہر
ساختند کہ دور نیست کہ ایشان درین ایام بیایند، ہر چند سبب پرسیدہ شد، مبہم
و محمل گذاشتند، بحق معبود مطلق کہ ایملے از فقیر نشدہ، و نخواہد شد، اگر بیایند نور
علیٰ نور۔ بخدا قسم کہ خود را ازین خواہش گذرانیدہ ام، و بیاد خود اظہار و ایما نکرده ام
و نخواہم کرد، ازین ممر تصدیع نکشند، اما اگر بال و پیری داشتم ہر روز بر بام محبرہ
می نشستم و دانہ چین نکات محبت می شدم و مرغولہ ریز صغیر شوق می گشتم، دیگر چہ
نوسیم طبلہائے دردانہ آنجا نبش می رسد، از بسک خدا بریں قافلہ اسرار خود راہ نہ بندند
و اگر از ان طرف بندند ازین طرف بستہ نخواہد شد، والسلام۔ درین دوروز بتقریب
رودادہ بود ۵

فیضی دم پرست قدم دیدہ بنہ گام مژدہ می نہی و پسندیدہ بنہ

۱۵ ن "است" ۱۵ ن "بیگ ہنگامی نہ پسندند" ۱۵ ن "وقت گویا چہ حاجت طومار"
۱۵ ن "می گشتم" (۵) ن "از آنجا نب" ۱۵ ن "سالار"
۱۵ ن "ہر گام کہ می نہی پسندیدہ بنہ" آئین اکبری میں ابو الفضل نے اس مصرعہ کو اس طرح
لکھا ہے ۶ پا از مژمی نہی پسندیدہ بنہ۔ (ص ۱۹۴)

از عینک شیشہ بیچ نکشاید هیچ
لختہ تراش از دل و بردیدہ بنہ^{۱۰}
اسکندر مسند فقر میان بہلول را نیاز مندی میرساند۔

(۷)

ایضاً الیہ

مفاوضہ گرامی بعد از انتظار، جلا بخش دیدہ نگراں شد۔ اُمید کہ این جداول
محبت و مناہل صفوت را ہموارہ جاری دارند، اگرچہ خواہش خود را تا بیخ خواہش
ایشان کردہ بمفارقتِ صورتِ ماضی ساختہ ایم، و بخود اطمینان ہم رسیدہ، اما آنکہ قطع
مراسلہ و مکاتبہ تو انیم کرد و دریں معنی تبعیت ایشان تو انیم نمود۔ ریاضتِ صعب
می طلبید، آنکہ بعد از دیر گاہ یاد می آرند، ظاہر مقصود تعلیم این ریاضت است
مکن مکن کہ نگو محضراں چنین نکند

اُمید داریم کہ ہموارہ ظاہر بوطن مالوت با فرزندان و دلبنداں آرامیدہ باشند، و در
باطن آن وطن گاہ یا صحرای غریب دریافتہ از خود انقطاع نہایت، چہ جائے فرزند
دلبند، چون مقصد بلند افتد اینہا ہمہ سنگ راہ اند، دیگر چہ نویسم، چہ نویسیم، کتاب
نل دمن تمام شدہ بود، بخدمت فرستادہ، اکنون در گفتن، رکراد داراست۔

۱۰ "لختہ تراش از دل و بردیدہ بنہ" ۱۰ بدایونی نے ان کے متعلق لکھا ہے "علم حدیث را خوب زید
در محبت اہل فقر و فاقہ رسیدہ، بابت مدیاست کہ لذت آن وادی یافتہ و توفیق استقامت و استقامت ہاں
رفیق او گشتہ با اہل دنیا کارے ندارد و با فاقہ و افاضہ طلاب مشغول است" منتخب التواریخ۔ ج ۳ ص ۱۱۲
۱۱ "بیرصد" ۱۱ دوسرے نسخے میں نہیں ہے۔ ۱۲ "بحرہ صوری" ۱۲ "ن" "نخے"
۱۳ "بعد از دیر گاہ یاد می آرند" ۱۳ "ن" "ہمراہی" ۱۴ "ن" "ہم چوں دیگران"
۱۵ ایک بار اور "چہ نویسیم" ۱۵ نل دمن کے نام سے فیضی نے جس ثنوی کا ترجمہ کیا ہے اس کا اصل
نام سنیکرت میں "شندہ جرت" ہے جس کو ملک الشعراء مشری ہرش نے نظم کیا تھا۔ نل دمن عشق و محبت
کا ایک دلگذاز قصہ ہے۔ سنہ ۱۱۳۰ھ میں فیضی نے اسے مکمل کیا۔ اس میں چار ہزار و سوا سواست ہاں ہیں۔ بدایونی اس ثنوی
کے متعلق لکھتے ہیں: "و الحق ثنوی است کہ دیں سی صد سال مثل آن بعد از امیر خسرو شاید در ہند کسے دیگر گفتہ باشد۔"
(ج ۲ ص ۳۹۶)

۱۶ مرزا دوار لا شیخ ابوالفضل بعد وفاتش در سنہ ۱۱۳۰ھ از مسودہ بہ تبیین در آورد "حاشیہ بر آئین اکبری" (سر سید احمد خاں) ص ۱۸۹

آنکہ چنیں جنبش پر کار کرو نام ترا مرکز ادوار کرد
نقش ازل میں کہ صبط بیط مرکز من دائرہ را شد محیط
جلے دصد میکہ در خوش اد موج دصد بحر را غوش او

از نل دمن او اش رہیند کہ خالی نیست، از انتقال و ارتحال آن دولت مند نوشتہ بودند
از انجا کہ بشریت غالب است حالت غریب بر بندہ فقیر گذشت، معلوم شدہ باشد کہ
شوق شما را بآن جہاں برد، و از تقاعد ایشان کہ از مروت نمود میگفت و اظہار حیرت
می کرد، و فقیر عزیز میگفتم، حیث و ہزار حیث عاقبت بخیر باد۔

۱۸۰

ایضاً الیہ

سراید کہ دوریم ز مطلوب دل خویش

چند آنکہ دراز است زبان طلب ما

ہرگز نیسم با بجانب نمی دزد کہ ترا شد از جگر با و ہمراہی نمی کند، ایس بیت حسب حال در
غزلے کہ بدر گاہے فرستادہ بود اندر لاج داشت، بآن ملک الاحباب نیز می نویسد
بہ بند تازہ دو گلہ ستہ از دل و جگر ہم بار مغالے بستان بزم گاہ ہر
چہ نویسہ عمر نیست کہ بسواد قلم جلا بخش دیدہ دل نشدہ اند، چنیں بردوستان نہ پسندند
و بعافیت بودہ باشند۔

(نوٹ صفحہ ماقبل) ۱۷۲ مرکز ادوار را شیخ ابوالفضل بعد وفاتش در سن ۱۸۹۰ از مسودہا بہ تبیین در
آورد۔ حاشیہ بر آئین اکبری (سر سید احمد خاں) ص ۱۸۹

در نسخہ ہند) ۱۷۲ ن "ازیں" ۱۷۳ ن "یر" ۱۷۴ نسخہ ثانی میں "بندہ" نہیں ہے۔

۱۷۵ ن "خدا" ۱۷۶ ن "بود" ۱۷۷ ن "بارگاہ" ۱۷۸ ن "بودم"

۱۷۹ ن "دیدہ دل" ۱۸۰ ن "اند" ۱۸۱ ن "بعافیت بودہ باشند" معنائی

میں نہیں ہے۔

(۹)

ایضاً الیہ

خط محبت نمط مسرت پیرائے خاطر مستہام شد، و رایح آشنائی بمشام و داد آمد
 چه بخدمت اخوت پناه اتقیا کہ بفضائل کسی و کمالات وہی متجلی اند، نسبت ارتباط
 صوری و معنوی در درجہ علیا واقع است۔ و ازین خطا سیر کمال جوہر ذاتی و صفاتی
 فطری ظہور یافت، و از ورقات اشعار احتفاظا روئے نمود، مناسبست تمام می یافت
 ۵ مسافران طریقت زمیں جدا مشوید کہ دور زمیں چشم بمنزل افتاد است
 ۵ چوریک باد یہ گم باد آنکہ قافلہ را نشان منزل مقصود دور دور و دور
 برغان بُستان معنی ہمدستان بودن لازمست، گردا پس راہ خال رخسار طالبان
 ایں منزل باد، استفسار از احوال برادر گرامی نموده بودند، بصحت و حضور و عشرت و سُرور
 از بزم نشینان نواب مستطات سپہ سالارے امیر الامرائے خانخانان اند، عجب کہ
 جاذبہ محبت ایشان نمی کشد، البتہ خود را برسانند، و کامیاب نعم ظاہری و باطنی
 شوند، زیادہ چه قصد یح دہد۔

(۱۰)

ایضاً الیہ

اے آنکہ، چو محبت بامہرباں نہ

برعکس آرزو چہ روئے آسمان نہ

از ارتباط خاص الخاص آن معدن دانش و بینش بلکہ از انجذاب خاطر
 مشتاق ایں ذرہ دور نمود کہ ایام جدائی ایں ہمہ بامتداد کشد، بیچ ہفتہ نمی گذرد کہ
 آنرا مورد قدم گرامی نداند، ہمیشہ در دل می گذرد کہ اینک رسیدند، دیگر کجا و بکہ خط

۵ "پہلے" ۵ "نشوند" ۵ "نہیں" ۵ "رخسار" ۵ "والدہ"

نوشتہ شود تا نگاہ کردہ است یک ماہ گذشتہ ونمی دانست کہ ایشان را طول اہل خیال
 و اہی با آن جانب کشد، زیادہ بریں چہ درشتی نماید، باطن از دیر رسیدن ایشان آن
 قدر آزار دارد کہ شرح نتوان کرد، اکنون کہ وقت تحریر این شوق نامہ است بخاطری
 رسد کہ مگر رمضان سنگ راہ شدہ باشد، بعد از ان قدم در راہ نہادہ باشد، خصوصاً
 ہوائیز از تندی سورت حرارت ویوست تنزل نمودہ بر طوبت واعتدال گرا نیبدہ
 باشد، و این ہمہ انتظار پائمال بے نیازی ایشان شدہ باشد از برائے خدا زیادہ
 بریں مارا در کشاکش شوق و انتظار ندارند، و غبار بے مروتی این ہمہ بردامن کبرائی
 خود نہ پسندند، بخدا سو گند کہ از بس انتظار کشیدہ محبت و خلوص و رابطہ روحانی
 ایشان در نظر است، در خاطری گذرد کہ دریں ہفتہ اینجا برسند، باز رمضان را مانع
 می یابد، اما جسم می دارد کہ بغیر از رمضان مانع نہ باشد، از برائے خدا زود تشریف
 آورند، عذر تقصیرات بوجہ احسن و اکمل خواہد خواست، و تاخیر بواسطہ ہمین معنی شد
 کہ آمدن ایشان ہم موجب نوشتہ ایشان متیقن بود و الا قرب و بعد و فراق و وصال
 دریں باب مساوی بود، دیگر آنکہ تفسیر در عاشر ربیع الآخر تمام شد، و در ہاں ماہ
 خاتمہ ہم بے نقط نوشتہ شد، مشتمل بر نود و نہ فقرہ کہ ہر فقرہ تاریخ اتمام گشت یہ
 دیگر میرحیدر معانی از کا نشان آمدہ اند تمام سورہ اخلاص را تاریخ تمامی یافتہ اند این
 معنی از غرائب اتفاقا تسب، دیگر تواریخ بسیار یافتہ اند و الحق امر غریب
 است و آنچه دیدہ بودند مضاعف شدہ، و امر از ثانی واقع می شود و ہمین تاریخ
 شود، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ و تاریخ افتتاح در خطبہ نوشتہ شدہ در اسرار السماء، عزیز
 لا در طب و لایا بس الا فی کتاب صہبین را نیز موافق این یافتہ، و این ہم از غرائب

لہ "و ہم خبری دانست" لہ "از شدت حرارت" لہ "ن" کہ "لہ "وادی"

لہ "است" لہ "سوا طع الالہام" لہ "اتمام کتاب است"

لہ "امر غریب است و از غرائب اتفاقا تسب" لہ "امر از نظر ثانی واقع می شود"

است، دیگر قاعدہ قدیم است کہ چون تالیفے نادر تمام می شود افاضل وقت توقیعات
می نویسند۔ برائے تفسیر فقیر سید محمد شامی^۱ در احمد نگر بزرگے بود نوشته فرستاده بود، شاید
دیدہ باشند، دریں ایام قصیدہ ملا ظہوری^۲ گفته بودند، خود دیدہ باشند،

و همچنین ملک قمی^۳ ہم خواندہ باشند، اس جہاں ہم
چیز ہائے خوب گفته ام، دیگر مقدمہ تفسیر مقدار یک ہزار بیت ہم نوشته شد، مشتمل بر
احوال خود و پدر و برادران و علوم قرآنی و دیگر مطالب از مدح سلطان و غیرہ و قصیدہ
نیز مندرج شدہ کہ مطلعش در پین بحضور شما گفته بود، امید کہ بامرار ثانی تمام شود،
خدام افاضت پناہ ہے میر شاہ محمد را نیاز مند است۔ خدمت قاضی زادہ را
سلام، حافظ و ہمراہان خود را دعا رسانند، از احوال اعزہ دکن نویسند، اول
بایں بایستے نوشت چہ بلا شدہ، پاجی کہ دو فلس گرفتہ تا اینجا بیاید پیدائی شود،
محبت شما تقاضائے آں می کرد کہ در ہر ماہ ہے ایں دو فلس برائے خاطر فقیر حشرج

لہن "عمر" ۱۱۷ "عرب فتح است و نسبت برادر زادگی بہ شیخ زین الدین جیل عالی دارد
کہ مجتہد و مرشد شیعہ بود و خونہ کار روم ادا با انواع لطائف و جیل بسیار در کہ معظمہ بدست آوردہ
باستنبول طلبیدہ سیاست رسانید، شیخ محمد در سلک ارباب مناصب داخل است و بصف
شجاعت و شہامت موصوف و بکرم و کرامت کہ لازمہ عبست موسوم و بحسن ادب و تواضع معروف
ہمراہش در علوم عربیہ و ادبیہ بمشایبہ کہ ثنائی کسانی توان گفت "منتخب التواریخ" ج ۳ ص ۱۳۳۔
لہن "احمد آباد" ۱۱۷ "ایشان" ۱۱۷ "در دکن می بود، بصفعت آزادی و تنگ
کشی و دردمندی و کم ترددی بدرخانہ ملوک متصف است و اخلاق حمیدہ او و ملک قمی کہ ملک
الکلام مشہور است شیخ فیضی بسیار تعریف می کرد و ایں ہر دوی خواستند کہ ہمراہ شیخ بیائے تخت
لاہور بیایند اما برہان الملک مانع آمد و دریں ایام شیعہ می شود کہ دکنیاں بے سر بنا بر شیوہ نامرضیہ
قدیم خود کہ غریب کشتی باشند ایں ہر دو بیچارہ مرحوم را نیز ہنگام ہرج و مرج بقتل رسانیدہ اند، مولانا
ظہوری صاحب طرز و صاحب دیوان است "منتخب التواریخ" ج ۳ ص ۲۶۹-۲۷۰۔
لہن "از ملک الکلام میگردد، وضع د ویشاں دارد" منتخب التواریخ ج ۳ ص ۳۳۲
لہن "گفتاںد" ۱۱۷ "دیگر" ۱۱۷ "تا چہ پیش آمد کہ" ۱۱۷ "دو فلس" ۱۱۷ "دو فلس"

می کردند نکرند، و چندین مردم بیگانه متوجہ این حدود ہستند ہرگز یاد نکرند، مہی دانم کہ
چوں از عمدہ جواب خواہند برآمد، اگر در این ایام تقصیرے رفتہ بود و انتقام آن می کشد
خود بسیار عجب است، من خود جواب خود گفتم کہ باللہ ہمیشہ بموجب خطوط ایشان
منتظر بودم و می دانستم کہ امروز و فردا می رسند، اندانستم کہ این ہمہ بامتداد کشد و لا حظہ
اینست کہ سبب فقر و مقصر دانند و بے سروت خیال کنند۔ حاشا کہ گردے ازین راہ
برجیب داشتہ باشم، خدا نکند عمدہ باعث برآں چہ تقصیر شماست بے سر و دلی، و
بے دل، و بے دماغی از مرصعیت عظمی بود کہ گذشت و از آنجا کہ طبیعت بشریت
است باز بقوت غفلت فی الجملہ بحال خود آمدہ

(۱۱)

ایضاً الیہ

سلام علی المولی الاوئی اوام اللہ بقاؤہ و سیرقاؤہ و معبود مطلق قسم کہ ہرگز
این شوق و قلق کہ این مخلص را نسبت بایشان است۔ بدیگرے نبودہ و نیست۔

ز منزلی نگذشتم بختی ز سیدم

کہ دردم نگذشتہ بجا طرم ز سیدم

و الحق این ہمہ ہر و مہربانی و دوام ہم نشینی و ہمزبانی کہ در ایام کربت و غربت از ایشان
بایشان متحقق بود، چرا این کس را چنین کشاکش شوق بے قرار نسازد و سخت سنگدلی
باید کہ این شیشہ محبت را بر طاق نیچاں نہد و با طالع و از گوں خود چہ نالد و بصاحب
دلاں کہ جاذبہ ہمت دارند چہ گوید، و پیش ایشان چگونہ سفید و تواند شد، کہ انجذاب مان
بر عکس نتیجہ دبد بموجب و عہدائے موکہ کہ صحن رقائم و داد منہ مج بود آج روزے

نہ ن "بے سروری" نے نسخہ ثانی میں "بشریت" کے جہہ است نہیں ہے۔

نہ "علی موالی الاوئی" کے "مخلص شوق را" نہ ن "بودہ"

بے انتظار قدم گرامی نگزشتہ۔ چہ صدق مقال را درجہ (۱) چہ ظہور است۔ ناگاہ خبر رسید کہ
 آن طرف نقل و حرکت اتفاق افتاد۔ حیرت بر حیرت افزود و هیچ ندانست کہ این معنی را
 حمل بر چہ خبر کنند۔ دریں مرتبہ کہ دادن ہمراہش آمدند ظاہر شد کہ در نوروز البتہ بور و سعادت
 مسرور خواهند ساخت۔ خاطر از ماضی^۱ باز آورده تسلی تمام گل گل بشگفتابندہ وقت
 را غنیمت شمرده منتظر نوروز را در انتظار بشری^۲ آفتاب رسانید و از طلوع آن نیز سعادت
 پیچ پر توے ظاہر نشد و ازین^۳ جاننا امیدی کفر طریقت است مدام منتظری بود تا آنکہ
 اوسط اسد رسید، و دریں مدت پنج شش ماہ بود با وجود کثرت مترددین خبرے و اثر
 نیافت۔ بادل بے قرار و خاطر نا شکیبا این دو کلمہ در عین باران رقم زدہ کلک اخلاص
 ساخت۔ اگر کسی عذرمی خواستہ باشد ہمیشہ عذرمی تواند کرد۔ اگر زمستان سستی
 خواہد کہ در خانہائے گرم بادل بندان و فرزندان بسر رود و اگر تابستان و ہوائے گرم
 چگونہ تواند برآمد، اتہ خانہائے سرد می خواہد، و اگر موسم برشگال است در باران چگونہ
 تواند رفت کہ دریں فصل جوگیاں ہم بتکیہ گاہ خود می سازند و اگر دل بہانہ طلب نیست
 و باطن را علاقہ شوقی در رابطہ توجہی بجلبے می کشد ہمہ وقت و قست، زمستان
 خود موسم سفر است، و در تابستان خود اوائل روز وقت حار است چند راہ می توان
 رفت، و از شہاچہ گوید^۴۔ و اگر ایام باران است خود بہار ہندوستان است و ایام خوشدلی
 دوستان و قتیکہ باران نمی باریدہ باشد و ابر باشد بہتر از آن ہوائے نیست، نہایتش
 در منزلہا و رباطہا مقام می توان کرد و با شگفتہ پیشانی آمد و کل ولایت^۵ ولایت مالوہ معلوم
 است کہ از کجائے کجاست۔ الحاصل دریں ہوا بہم ندی علاج کار میتوان کرد، و اگر پرتے

لے ن "ماضی" لے ن "منتظر بودہ" لے ن "ان جا" لے ن "ہمیشہ"

لے ن "امتداد" لے ن "گرم" لے ن "بسر برد" لے ن "نسخہ ثانی میں" است "نہیں"

لے ن "برشگال و باران" لے ن "نسخہ ثانی میں گوید" نہیں ہے لے ن "می کرد"

لے ن "می توان آمد" لے ن "نسخہ ثانی میں دلالتے" نہیں ہے۔

ہم باشد چنان بتوان چپید کہ مورد آسیب نگرود، امید کہ دریں وقت در راہ باشند و اگر
حرکات آسمانی هنوز مخالفت ارادہ این کس باشد و تا رسیدن این صحیفہ قدم در راہ نہما
باشند، ظاہر است کہ دریں وقت قطع یاراں خواہد شد یا بقلیل خواہد کشید، بے شائبہ
کت اہمال از ہمہ چیز گذشتہ سخن در راہ گویند، حیرانم کہ شرح شوق بچہ زبان گویم و
چوں تحریر کنم، ہر گاہ اختلاج کتف می شود، از ہمہ گذشتہ خاطر بجانب ایشان می کشد
بازی بیند کہ اثر دیگر ظاہر شدہ، خصوصاً دریں چند روز کہ ہمیشہ مژدہ دوستی از دوستان
می رسانند، امید کہ دریں مرتبہ آن دوست شما باشند، البتہ البتہ و صد ہزار البتہ البتہ
کہ مخلص را زیادہ بریں در کشاکش شوق ندارند و این بیماری بر من نپسندند، و از غیرت
الہی نیز اندیشہ نمایند، و این لوانج شوق کہ بصد امراض مزمنہ برابری می کند، از عمر خود بر
من روا مدارید، چو نیک می اندیشم و بردوستی شما محکم و در شما این استعداد و فطرت
است کہ کسے در اشتیاق شما این ہمہ محنت کشد، و خود را می بینم بآمدن شما می ارزم،
بہر تقدیر زیادہ بریں انتظار نہ دہند و بر حالے و منوالے کہ باشند قدم رنجہ فرمایند و بر
تقصیرات من بگذرند، کہ بعد از قدم گرامی تدارک و تلافی خواہد شد، و تقصیر خود را نسین
میای جواب باشد، چوں انصاف حکم باشد دلہا گلستانست بزواید اقدام ز رفت.

(۱۲)

ایضاً الیہ

سلام اللہ علی المخدم والاحل، الانعم الاکرم الاحسن الایمن العفی عن الالقاب و
المستغنی عن الاحباب مدظلہ العالی افاضت دستگاہ اگر چہ شیوہ ارباب سلوک قطع نمود
است از اسوی اللہ من الاحباب والاعداء فی السراء والضراء، اما فقیر حقیر و ہنس

لہ ثانی "قدم قدم" لہ "در" لہ "و" لہ "در" لہ "در" زیادہ بریں کشاکش
پسند لہ "و السلام" لہ "عن"

التقصیر ایشان را از فرقہ اصحاب کمال میداند که کل را در جزوی بیند، و ہر ذرہ را منظر آفتاب دہر قطرہ را محیط بحر نایاب می داند، عجب کہ دریں مدہتہاے مدید و شدتہاے شدید خبرے از ذرہ خاکسار و پریشان روزگار نگرفتند و بروقت عادت قدیم و عادت قویم عبورے و مردے بایں نواحی نفوذ نہ، دل نگرانی نہایت دارا آراستگی فتنہور دیدنی دارد، ہذا قریب من عبد ربی، سفا و ضمرہ قدیمیہ کہ مصحوب مکتوب سیادت پناہی بود امیدوار ساخت کہ شاید قبل از وصول این منیقہ تشریف آوردند، شنیدہ باشند کہ بندگان حضرت بتاریخ بستم شہر شمال ہفتچور زول اجال فرمودند، و تمکن فہم می شد، چون قاصد مستعجل بود ایں عریضہ در درخانہ نوشتہ شد، چون تشریف آوردند در ذکر احوال مشارح ہند آنچه داشتہ باشند از طفو ظات و غیر ہا ہمراہ آرند۔ البتہ البتہ بدست عزیز کتابے در احوال مشارح ہند بود موسوم بتذکرۃ الاصفیاء اگر در اں شہر ہم رسد کم رسانند بسیار مطلوب است۔

(۱۳)

ایضاً الیہ

تسلی دل من در فراق ممکن نیست

اگرچہ نامہ و قاصد ہزار می آید

بعد از شرح اشتیاق و آرزو مندی مشہود ضمیر فیض پذیر آنکہ بتاریخ دوم صفر ختم اللہ بالخیر و النظر قطع مراحل و طے منازل با آخر رسید و بگوشہ مالوت آمد از محنتاے راه ایں سفر حاشا کہ چہ نویسد۔ الحمد للہ کہ بخیر انجا میر و شکر تعاقب آلا و تو اتر نعماء کہ عبارت از رسیدن مفاوصات گرامی ایشانست پے در پے با کوز ہائے نبات کہ یاد

لہ نسخہ ثانی میں صحیح ہے "ن" "ہو حق" "ن" "در خانہ" "ن" نسخہ ثانی میں نہیں ہے۔ "ن" "آخوشہ" "ن" حق ہائے

از انبتہ اللہ نبأً قاصداً میداد از شرح بیرون است۔ اگر از مفاد وضات گویم تعویذ
بیماران مراحل فراق بود، اگر از نبات شربت آفتاب خورد بایستی اشتیاق تقصیر در
ارسال عرائض شوق نہ از ممر آن بود کہ مکرراً قلبی فرمودہ اند حاشا چون باشد بلکہ چون خاطر
شریف ایشان رسد کسیکہ مخصوص بآن شہر میرفتہ باشد ہم نمی رسد، بسراں آن حیات
سلطان کساں را پیش خویش خود می فرستادند کلمات گفتہ اند کہ او در کاپی نیست بیژن
رفتہ والا ہمیشہ خاطر نگراں می بود و سخر کہ کسی اگر می رفتہ باشد از شرح آرزو مندی نویسد اگرچہ
آن در تحریر نمی گنجد زیادہ بریں ہرچہ نویسد داخل اہل رسم خواہد بود، دیگر آنکہ بتانگی خبر
حاکم سابق کاپی رسید کہ آنجا آمدہ اند و خدام سیادت مآب اتحاد اماری میر صدر الدین
نیز آمدہ اند۔ بسیار بسیار خاطر مسرور شد، ۵

مرحباً اہلاً وسہلاً مرحباً

بحضرت نواب ایشان از فقیر دعاتی مشتاقانہ خواہند رسانید، البتہ البتہ و بعضی احتمال
را راہ می دادند کہ ملازمان را ہم وقت عبور بایں نواحی رسیدہ بحتمل کہ دریں قافلہ تشریف
آرند، امید کہ ہر جا باشند از حاشیہ ضمیر منیر محو نفرمایند و بتوجہ صمیمی و لطف قدیمی مخصوص
دارند، والہا فی عند الملاقات نفل عافیت و عافیت حمد و باد و السلام۔ دریں شکر
چند حرف جزو بے نقط بزبان عربی مستنبط از نص و حدیث و کلام علماء کردہ شد، رباعی
مفتوح نوشتہ شد ۵

الحمد للملہم الکلام الصاعد وهو المحمود اولاً والحمد

ما وحدہ موحداً لا هو واللہ واللہم الواحد

و غیر ازین رباعی یک قصیدہ دیگر کہ در خطبہ مذکور شد تہنہ شرعیست، نامش موارد و الکلم
سلک در را حکم شدہ کہ تاریخش ہم می شود، و اگر آنجا اشارہ بے نقط پیدا شود فرستند البتہ البتہ

لہ ۵ "فرمودہ" ۵ ۵ "اشتیاق" ۵ ۵ "م"

یک بار در سلک شاعر و شاعر خواہد بود در تعریف این رسالہ ہم قطع بخاطر رسید یا ناظرانی
 ہذا والصفات خذ لب الی قائل من درامن مجموعتہ ما تسقطنا....
 ولقد تفرغنا.... فیہما ترجمت المعانی.... لولم تجد فیہما....

ملک زواج فلک می کند مبارکباد	بشاہ اکبر و سلطان سلیم و شاہ مراد
کہ اخترے ز سپہر جلال طالع شد	بغزہ مہ پیچم ز ہنصد و ہشتاد
مے بیرج سعادت ز رخ نقاب کشود	دُرسے ز لچہ اُمید بر کنار افتار
ز آسمان کرم کو بکے چنیں، نمود	بوستان ارم غنچہ چنیں، بکشار
چہ شاہ زادہ والا کہ گوشتوارہ عرش	ہفت کرسی خود شہنشاہ شاد ہوا
زہے سعادت، ایں کہ ایں چنیں خلق	کہ تازہ ساختہ ارواح اقدس اجداد
خرد بزاچہ منکر چوں تامل کرد	نوشت مدت عمر مے از ہزار زیاد
ہنوز بندہ ز آزاد منسرق ناکردہ	ہوائے خدمت رو کردہ بندہ و آزاد
چہ بادشاہ جہانست شاہ درویشا	ہمیشہ ہمت درویش می کند امداد
دام تا بقاضی وقت کار گراں	بکار گاہ جہاں جاں عنصرا صداد
تخت و تخت شد شاہزاد ہا باشند	بحق ذات محمد و آلہ الامجاد

ایں طرفہ رباعی کہ بدل رودادہ درخانہ فیضی بنظور افتادہ
 از ہزینش کہ شاہ بیت آمدہ است معلوم شود ولادت شاہزادہ

از مولد شاہزادہ عالمیاں دل می یابد پیامے از عالم جاں
 اجمیر بود چو مولد شاہزادہ امید کہ جاوداں بماند بجاں

لہن "و" لہنہ ثانی میں یہ اشعار کہ فرق سے ملے گئے ہیں لکھ کر

بعد از ادائے دعا و سلام مشتاقانہ مشہود ضمیر انور و خاطر فیض گستر آنکہ جریان احوال در
مجاری امن و امان است و ازیں پیچ رہ گذر تفرقه واقع نیست الا دوری ضروری
کہ ایں ہم نماد و اشتیاق از حد متجاوز است ۛ

چوں جمال توام از پیش نظر فائیت
شرم آید کہ شکایت کنم از تنہائی

از اں وقت باز کہ از ماں بجانب وطن شریف عثاں عزیمت مصروف داشته اند^{صلی}
و قطعاً عنایت نامہ نہ رسید حتا کہ ہمیشہ چشم انتظار در راہ بودہ و میدارد در اجمیر از جناب
سید یعقوب شفیہم کہ مصحوب میر میرزا دیوان سعید ہروی فرستادہ اند، ہماں لحظہ
بمنزل خواجہ حیدر علی رفتہ استفسار کردہ شد، آخر چہاں ظاہر شد کہ ایشان بفتحپور آمدہ
از ہماں جارحیت پر گنہ یافتند و دریں ولا باز طلبیدہ اند و حالا حضرت والی مدظلہ
العالی در شہر ناگور حرمہا اللہ عنہا حوادث الدور تشریف دارند و در رفتن بکجرات توجہ
عظیم است، و مردم را در نواحی میرٹھ گذاشتہ اند کہ مردم سرحد را از ہماں راہ میفرستند
باشند کہ بنواب خاں بکلاں و امرائے نامدار کہ مقدمہ یکیش اند ملحق شوند بخاطر فیض فقیر
می رسد کہ دیوان را باز بلا زماں رسانیدہ باشد ۛ

ایں قصہ گرچہ نیست یقین ایں گماں خوش است

دیگر احوال بخیر و عافیت بدعا و فاتحہ امداد فرمایند، سلامت باشند۔ مخفی نماد کہ در غرہ جہادی
الاول کہ ماہ پنجم ایں سنہ حسنہ است شاہزادہ عالمیاں طال عمر و ولادت فرمودند در خطہ
پاک اجمیر و اعزہ بسیار تاریخ گفتند فقیر را یک غزل و یک رباعی رودادہ بود کہ ہر بیت
رباعی تاریخ ولادت میشود، نوشتہ فرستادہ امید کہ بنظر شریف در آرند با بخیر باد ۛ

لہن "مر" ۛ "مبوری" ۛ "میں عنایت" نہیں ۛ "دے" ۛ
ۛ "میں" علی نہیں ۛ "تاریخ" ۛ تحریر فی تاریخ چہاد ہم شہر جہادی الاول
سنہ ہند و ہشتاد و من شہر ناگور حرمہا اللہ عنہا حوادث الدور۔

منم ککشتہ گجراتیاں بیدام خراب عشوہ خواہاں احمد آبادم
 سے قوی ز سرناز جلوہ نمود کہ پچو سا یہ بد نبال ان نیفتادم
 ہر طرف کہ خرامید سرو آزادی غلام او شدم و خط بندگی دادم
 چور شک گلشن فردوس احمد آباد ^{است} از و مباد بروم کنتہ چوں بادم
 بروں ز رفتن از آن حالت صورت محال چرا بروں زوم من ہم آدمی بادم
 بحسن مردم گجرات یاد نیست ^{لی} نمیروند جوانان دہلی از یادم
 حدیث عشق تو فیضی کہ نقل ^{است} متان بیزم جرعه کش دہلوی فرستادم

ایں غزلے است کہ بیاد غزالان گجرات گفتہ شدہ بود، منظور و ملحوظ باد و مثنوی در شرح احوال ایں سفر ختم باخیر و النظر گفتہ میشود، و چون بر بیاض برد شود فرستادہ خواہد شد چند بیتے منتخب از اں محل کہ حکام گجرات برائے دیدن حضرت خلافت پناہی خلیفہ الہی خلد امشد ملکہ و خلافتہ رسیدہ اند نوشتہ می شود ۵

ہماں دم اہالی و حکام شہر کہ در شہر بودند مشہور دہر
 ہمہ کردہ آویزہ دست خویش کلید در گنج شاہان پیش
 رسیدند از سر قدم ساختہ ز شادی سراز پلے نشاختہ
 سر خود نہادند بر پائے شاہ کہ مائیم سرتا قدم در گناہ
 ز عمر یکہ نگذشتہ در بندگی بصد گونہ داریم شہر مندگی
 رسیدیم در خدمت بندہ و ا بجز بندگی بندگان را چہ کار
 ہمہ نیک و بد بندگان تو ایم اگر نیک اگر بد از ان تو ایم
 گذشتیم از ان نا خوشی و خوشی اگر می گذاری و گرمی کُشی
 تو شاہ جہاں جہاں ران تست بدو نیک در زیر فرمان تست

شہنشاہ از آنجا از لطافت است
 جو ہر صدق ایشان نظر باز کرد
 بے از دل نکتہ داں نکتہ راند
 کہ قائم مقام سلیمان منم
 مرا ہر شاہی فرستادہ اند
 دلیل برا ثبات حق ساطع است
 من آن آفتاب فلک پایہ ام
 کسے را کہ بنیم در اندوہ عنہم
 برو سایہ معدلت گستریم
 دگر مست باد ہوا خوردہ
 بتابم برو گرم چوں آفتاب
 چو فرمان من راست عنوان حق
 کہ گجرات از ظلم حالی گنم
 بر اندازم آئین بیداد و زور
 بدریا گنم غسرق اہل فرنگ
 در بستہ کعبہ را وا گنم
 گرا آئینہ روشن ز اسکندر است
 چو حکام و اشراف و اعیان ملک
 شنیدند آن نکتہ ہائے بلند
 زبان قاصر از شرح توصیف است
 عین عنایت سرافراز کرد
 ز دریائے حکمت گہر ہا نشانند
 جہاں از من است جہاں بن منم
 کلید جہاں را بمن دادہ اند
 دم تیغ من حجت قاطع است
 کہ ذات خداوند را سایہ ام
 کہ می سوزد از آفتاب ستم
 در اں سایہ اش تا ابد پروم
 ز باد تکبر دل افسردہ
 کہ نشیند آن آتش از ہفت آب
 من این جا رسیدم بفرمان حق
 برو شمنہ عدل والی گنم
 روم تا بسر حد دریائے شور
 برم از دل اہل اسلام رنگ
 سکندر صفت سیر در یکنم
 مرا تیغ ز آئینہ روشن تراست
 کہ بودند ہر یک نگہبان ملک
 کہ سر روز جان و دل ہوشمند

لے ن "دلیلے" لے ن "فرمان اراست" لے ن "در" لے ن "رہ"
 لے ن "کہ" لے ن "ما" لے ن "نہ نانی میں یہ شعر نہیں ہے۔"

کشیدند در گوش خود ہجو در سراں گوش شاں چوں صد گشت پُر
 نہ ہے بخت در لے شہر بحر و بر سکندر نظیر و ارسطو نظر
 در حکمت از شاہ حکمت گزار سزد بہر گوش حسد و گوشوار
 زیادہ بریں گنجائش ندارد، والباقی عند الاتمام والسلام والاکرام و کرم و صلح باشد کہ
 مولانا غزالی نیم شب بست و ہفتم رجب در احمد آباد وفات یافت، در پیر گنج مدفون
 شدہ فقیر لے او تاریخ یافتہ ۵

چوں غزالی مشہدی بہاں بود از شاہان عام فریب
 سال تاریخ فوت او زان روز میشود شاعر عوام فریب

۵ ہذا کتاب قلت فی بشارتہ یا لیت قلبی کان فی اثنایہ
 در نامہ تو چو دست بر خامہ نہم خواہم کہ دل اندر شکن نام نہم
 کتاب مستطاب کہ مخر از سلامتی ذات قدسی بود رسیدہ
 روش لقب نہاد کہ یا الین الحسن عقلش خطاب کرد کہ یا احسن الکلام
 سوادش کمال الجواہر عین الباطن والظاہر شد و بیا فرشتہ از بارزواہر حقیقہ فاطمہ گردیدہ
 تا از سواد خط تو ام نور یافت چشم
 روشن شد این حدیث کہ النور فی السور
 چوں خامہ بقصد جواب نامہ برداشتم کہ حرفے چند از سواخ روزگار بنگارم و سخن
 چند از بے مہری پہر کج رفتار در قلم آرم قلم ہر بار خشک می شد و عبارت قاصر بود، و اثنای
 گنجائش نہ داشت ۵
 عندی حمل من اشتیاق و صول لا یمکن شرح نہ کتب و رسول

لے ن میں "والباقی" نہیں لے ن "السواد" لے ن "کتابت"

الاجسرم ایس ترلیضہ را بغزلے کہ مجھ دگفتہ ام اختیار می نمایم لہ

علمی انصباح کہ باد بہار می آید مرا ز آتش برے یار می آید

جان تو کہ نیامد ز بحرِ حیرت ہم ہر آنچہ ہر دم از انتظار می آید

تسلی دل من در فراق ممکن نیست اگر ز نامہ وقاصد ہزار می آید

مگر کہ از آنر گرہ ام بود فیضی چہیں کہ گفتہ من آبدار می آید

چون بیت بہت کہ بموجب الثالث بانحیر حسب حال بود، تمام غزل الطیفیل آں نوشتہ

شد، معذرت خواہند داشتند ظل عافیتکم وعافیتکم بحرمت النبی وآلہ الاحقاد۔ دیگر آنکہ

کتاب مقاصد الشعراء را البتہ البتہ چون تشریف آرد ہمراہ آرد کہ اختتام تذکرہ موقوف

آں مادہ و از کتب دیگر ہم آنچہ توانند استساظ فرمود فرمائند کہ فقیری خواہد در خطبہ آں ذکر

شریف کنم و یادگار بماند

بدن نفسے نہند و رفتند ما ہم نفسے زدیم و رفتیم

از احوال در گاہ عام پناہ استفسار فرمودہ بودند

یار ہاں شوق ہاں دل ہاں عشق ہاں قصتہ مشکل ہاں

القصتہ تمام ممالک خالصہ شدہ وقاعدہ دلغ ہنادہ اند

دہر کہ بنگری ہمیں داغ مبتلاست

نامہ رنگیں خنائے کہ چوں شاہد خوابستہ بر عنائی بود در مساحت دیدہ انتظار کشیدہ

جلوہ گری نمود و دل ربائی کرد، تعالی اللہ عجیب... بود کہ در طلسم خانہ خیال اہل سیمیا

ایں چہیں مشکلی برانگیختن متصور نیست

خیزنا بر کلک آں نقاش جاں افشاں کنم کایں چہیں نقشہ عجب و گر دست چہ کار داشت

لہ نسخہ ثانی میں نہیں ہے لہ نسخہ ثانی میں نہیں ہے لہ نسخہ ثانی میں نہیں ہے

لہ عنایت فرمائند لہ ن ثانی میں نہیں ہے

لہ باسن بکلک کلہ مدول : کلے بکلک کلہ مشغول۔ لہ "ما"

التماس ازاں الفاس معنی نگارانت کہ بہ صورت کہ باشند آن شاہد رعنار تازہ ستازہ
 بلبا سہائے دل فریب و آساختہ بنظر عاشقان بقرار در خلوتہ آرند، دیگر از سیر کشتی و تلاطم
 و تراجم امواج چہ نویسد کہ آن بحریت بے پایاں

آں شد کہ بارہمت ملاح بردمی

گو ہر چو دشت داد بدریا چہ حاجت

مجلد آنکہ دریں ورطہ کشتی فرد شد ہزار

کہ پیدانہ شد تختہ برکنار

در وقت مراجعت از باران و گل چہ گوید مرا پابگل ماندہ و دست بر سر المنتہ شد کہ فتح

و نصرت ہمہ جا بود۔ القصہ اشتیاق می فراید و متضاعتست و الباقی عند الباقی

جناب معرفت نصاب مولانا شیخ حسن نقشبندی تشریف حضور پر نور داشتند دعوات می رسانند

و بفقر فرمودند کہ یک کوزہ برد علی ما بنویسند بسیار شیریں فرمودند

شیریں ترازیں نصہ کسے یاد ندارد

خدمت فضائل مآب مولانا علی احمد کہ ہم خانہ و ہم نشین و ہمہ دہم ادست دعاے مشافانہ

عرض می کنند

جا کردہ خیالت بدلم اے لبس زانساں کہ بجز خیال تو نیست دگر

ہر جا کہ رواں شوم تو باشی ہمہ ہر سو کہ نظر کنم تو آئی بنظر

جہاں جہاں اشتیاق رسانیدہ بکدام زبان شکر ہائے رنگیں کہ از مہر ترک عادت مالوف بطریق

مانوس کہ عبارات از قدوم رگہ ز فیض منظوم ایشانست در دل گرہ شدہ برآرد ہر خدایت

مودب بادب سلف نصر اللہ منہم باشند، ملاقات بایں ہرزہ کار صنائع روزگار محض تضرع

۱۔ "محلے" ۲۔ "ہم سرانہ" ۳۔ "عند الملاقاتے" ۴۔ "ن گفتہ"

۵۔ "مآب" ۶۔ "شکوہ" ۷۔ "ثانی میں نہیں ہے۔"

وقت دانند، اما مقتضای ہماں رابطہ باطنی کہ بصلحا دارد واسطہ سابقہ مودت جانبین شدہ
 علی الدوام چشم انتظار در راہ می دارد و مواعید قدم کہ در مکاتیب محبت لزوم اندراج می
 یابد، سر رشته را با را از دست کی دید، بعد از چندین انتظار گاہ نامہ و پیغام فرستد، حقا
 کہ آنکہ موجب ناامیدی از دوستان جانی بلکه از جان و زندگانی دست می دهد، قطع
 سر رشته حجاب بندہ غیبی رونق پیدا کردہ کہ از دور بدیدن آن مینواں آمد، توقع
 نہ بر نوع کردہ شدہ و رخ فریاد گشتم رہ مست و شغل و عذر بگذرانند و طریقہ قدیمہ
 را سلوک دارند و محبت و اعتقاد بدہ زہد آنہ کہ تا چہ مقدار است، چہ احتیاج کہ
 تا زکی بر زبان قلم آرد، چہاں اشتیاق دارد کہ آہ نہ خاقانی... نبود بکاپی میرسد
 دیگر آنکہ یکبار عنایت نامہ ششمین بر حسب طبقات ناصری رسیدہ بود، در آن وقت فقیر
 را با جمیر فرستادہ بودند و امروز مکتوبے تازه برہیں معنی رسید۔ افادت پناہ و اللہ باشد
 حدود فقر نبود کہ ایں کتاب خدام پیش فقیر باشد، بواسطہ آنکہ از پریشانہائے خاطر و
 اشتغال از خاطر رفتہ بود یک یارے فقیر است و بیاد دارد کہ بار سال ایں کتاب را
 اخوی افصل شیخ ابوالفضل کہ ایں جا آمدہ بودند در دست گرفتہ بروند فقیر اندکے بیاد آمدنی
 الحال برادر میاں ابوالخیر را فرستادہ کہ در کتابہائے ایشان تفحص و تصحیح نمودہ ایں کتاب را بیاورد
 کتابہائے اخوی متفرق شدہ بعضے در آگرہ و بعضے در حویلی ایشان و بعضے در ریاستخانہ اند و بعضے
 تمام ایشان دیدہ اند و نیافتہ اند فقیر را از ایں معنی طر فاضطر لبے دست دادہ۔ اگر چہ یقین است
 کتاب فوت نمی شود اما چون در وقت احتیاج دست نہ دید حکم فوت دارد۔ حال ملک کہ
 حامل مکتوب است در رفتن کمال سرعت دارد و یک روز ہم نمی ایستد، در ساعت او
 را وداع کردہ شد، انشاء اللہ تعالیٰ فقیر خود مقید شدہ پیدا ساختہ متعاقب می فرستد و مجبور
 کند لاحق و ملک خود دانستہ فرستادن آن بسیار صعب نمود بہ طرازان ازاں دست بشویند

نہ تواند نہ سازند نہ امداد دستگاہ نہ فقیر نہ نمایند

کہ اس مقدار تصرف جائز است ۛ

مدہ فیضنا شرح و بسط کلام
سخن ختم کن برد عا و السلام

(۱۴)

ایضاً الیہ

سلام اللہ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اولاً وابدأ۔ بعد از نیاز و اظلاص حمد طراش شود
ذیہر منیر فیض پذیر آنکہ می خواست کہ افتتاح کلام بشعرے نماید، چنانچہ سنت اس طائفہ
پریشاں روزگار است موافق مدعا بیتہ بخاطر رسید کہ پیش از اس گفتہ بود، و طرد اللہات
تمام غزل می نویسد، فہو ہذا ۛ

من براہے میروم کا بخا قدم نامحرم است از مقامے حرف می گویم کہ دم نامحرم است
خوش دلم گر ویدہ من شد سفید از انتظار کز پئے دیدار جاناں دیدہ ہم نامحرم است ۛ
اے اسیر عشق طعن بے غمی بر من مزن خلوتے دارم بیاد او کہ غم نامحرم است
ما اگر مکتوب نہ نوشتیم عیب ما کن در میان راز مشتاقاں قلم نامحرم است
منزل تو دامنناں نمود حسرتیم کہے عشق ہر کہ نہ بود پاک دامن در حرم نامحرم است ۛ
فیضی از بزم نشاطا حریفان غافلند ہر کجا ما جام می گیریم حشم نامحرم است

دو عنایت نامہ گرامی در یک روز رسیدند و برد و دیدہ ہنادر آمد چوں بنی از مقدم شریف و
اعتدال عصر لطیف بودند موجب سرور مشتاقاں شدند، تا ہنگام دولت طاقات ہمہرہ
منوال از کیفیت عافیت مال نویساں باشند، اگر چہ گفتہ ام ۛ

ۛ مدح ۛ ۛ نسخہ ثانی میں "فہو ہذا" نہیں ۛ نسخہ ثانی میں اس کے بعد شعر ہے
با خیال او گنج بد یاد خواں دور دلم ہر کجا خلوت کنہ سلطان ہستم نامحرم است
ۛ نسخہ ثانی میں شعر پہلے اور اس سے پہلا بعد کو درج ہے۔ ۛ نسخہ ثانی میں رسید ہے

تسلی دل من در فراق ممکن نیست
 اگر ز نامہ وقاصد ہزار می آید لہ
 بشرف استیلام انا مل کو امل افادت پناہ افاضت دستگاہ مصداق الاسماء تنزل من
 السماء حسن الاسم والمسمی شرفہ با حسن الحسنی مشرف باد۔

(۱۵)

اَيْضًا الْيَمِينُ

فیضی کہ ز درد حال خود در ہم دید و ز داغ درون سلسلہ را بر ہم دید
 ہم درد درون سینہ اش در ماں یافت ہم داغ دل نگار او مر ہم دید
 بعد از عرصہ شوق و عزام متضمن بطول سخن ایام معروضہ دارد کہ مدتی مدید و عہد
 بعید گذشتہ کہ راہ رسل و رسائل را بسد سدید بستہ و مسدود کردہ اند و بیماران فراق
 را و بعبارت قلم خوش خرام مشرف نمی سازند ہر چند گلہ است اما جائے گلہ نیست
 از محنت ایام حکایت نتوان کرد
 صریح تو ان دید شکایت نتوان کرد

بسمع شریف رسیدہ باشد کہ چند روز تفرقہ صوری واسطہ جمعیت معنوی بخدام مخدومی ابوی
 راہ یافتہ بود و نامائزہ حد جوار اشراق اشتعال یافتہ و نبض افتراقی اخوان زمان در حرکت آمدہ
 اما الحمد للہ علی کواثر الایہ و تقاطر نعمائہ کہ بر شحات سحاب الطاف الہی و قطرات مطرات
 اعطاف تا متناہی تیران فساد منطقی شدہ

ہزار شکر خدا صد ہزار شکر خدا

یہ نسخہ ثانی میں اس شعر کے بعد لکھا ہے: ثم الدعاء والدعاء

یہ ن "اللہ" کہ ن "شدہ" کہ ن "گرفتہ"

و باسمہ ختم الکلام والسلام والاکرام التماس آنکہ گاہے از روندہ نام گننامی پرسند و بدست آیندہ
پیغلے فرستند

مکتوب من ارچہ کہ نیرزد بجوابے
نیرس وہاں گیر کہ سہوا لکھم است ایس
چوں لفظ قلم بر زبان جاری شد اتفاقاً چند بیت در بیان قلم بر زبان قلم بیرون
خواست تا اسرار معنی را کند انشا قلم شد یہ روئے و کردار شرم سرا بالا قلم
کہ ز روم آید بشام و کہ ز شام آید بروم روز و شب چوں تاجراں دارد ہر سو قلم

۱۱۶۱

ایضاً الیہ

۵ یار آوارگی ہی خواہد رفتن حج بہانہ افتاد است
۵ کعبہ را ویراں کن لے عشق کا بجای کفن
کہ گئے پس ماندگان راہ منزل می کنند
کعبہ را ویراں کن لے عشق کہ شمع رہاست
ہر کہ سنگے ز سر راہ گذاری برداشت
عزیز من! بسیار خوب کردی کمیش خدام کمالات انتظام رفتی، ایس جاو آں جاکیت
دریں میاں نام آں خانہ تاریک دلاں کہ بتلے حجابست، چرا بردی، بہر بہانہ کہ رفتی خوب
رفتی۔ ز نماز قدم از نشاط آباد گجرات بیشتر گذاری ہے

۵ ۵ ۵ "نہیں ہے۔" ۵ نسخہ اول میں "چوں" نہیں ہے۔

۵ ۵ ۵ نسخہ ثانی میں یہ مصرعہ اس طرح ہے: "کہ بروم آید بشام کہ بر شام آید بروم"

۵ ۵ ۵ نسخہ ثانی میں ایک شعر اور ہے: "تاز کے ازیں یہ روئے دوزماں کن کنم" فیضی غم دل تمام کردم تمام
۵ ۵ ۵ "وند گزاری"

سرگشتہ راہ کعبہ بیہودہ مشو

بنشین کہ کم از سنگ سیاہ نیست دلت

بواسطہ و بیواسطہ شما با آریہ، جدائی نیست۔ بدانکہ آنجا جگہ دیگر است و بس جا مقام دیگر۔ و
ما دیگریم۔ یا ایشان دیگر خدا خواستہ باشند، حق خدمت و نیک صحبت را فراموش بکنند و حفظ
الغیب را از حفظ کلام کمتر ندانند، و احوال نہ نویسند، العاقبت بالخیر باد۔

(۱۷)

ایضاً الیہ

نگار بجائے مقنع و ضمیرانے برقعے کہ طیلسان خضر[ؑ] بر سر عقد لالی شب تاب در سردا^{شت}
اعنی نگاشتنہ نگاریں کہ بر سر ربط غمخواری محتوی و در خریطہ زنگاری منظومی بود، از بس چاکلی
و موزونی و دل ربائی دست پردی غریب نموده، و دل داری نیز چاک بدستی نمایاں بکار بردہ، ہمید
کہ سلسال عذب را بجہ دال عروق قلبی و فجاری روئی و روانی آوردہ، ساری دارند کہ روح و
رواں تشنہ این زلال حیات خواہد بود، و نہال محبت و ولا بآئیں آب و ہوا نشو و نما و برگ و نوا
خواہد یافت۔

صبح دمید فاتحہ کوں چوں تف شراب ساقی بدست کن پر طاوس آفتاب

و ابیں مطلع کہ

عید آمد من خواہم کز در کہ خاقانی صد ماہ نوا انگیزم از سجدہ پیشانی^{نہ}
دیروز ہم در جواب آن مفاوضہ دو کلمہ نوشتہ از روئے شوق دیگر ہم نوشتہ بدوام عافیت^{نہ}

لے ن "شما تا لا مد نیست" لے نسخہ ثانی میں اس کے بعد "واحوال والد عا" لکھ کر خط کو ختم کر دیا گیا ہے
لے ن "او" لے ن "بجداول" لے ن "عروق" نہیں ہے۔ لے ن "روحی"
لے ن "درون شیرائن زلال حیات" لے ن "و" نہیں ہے۔ لے ن "ہیں"
لے ن "والسلام"

(۲۰)

ساقی و جام و گوشہ دہراست ایں جا شد احمد کہ احوال بخیر است ایں جا
نکتہ عشق میرسد کہ ہوشم باقی است سخن از یار گوئید کہ غیر است ایں جا
در حوالی بتکہہ بتن و مغلہ فتن شستہ عمان دیدہ را بچلیج گنگ پیوستہ است اما چہ کند
کہ ایں نہ آبی است کہ غبار غم ہجران از روئے دل یا مغز جان بشوید، و آنکہ کردی بزمی
دارد، و دردے می چیند، عبارات آبدار و اشارات تابدار آن اخلاصت پناہ بصیرت انتباہ
است کہ آنرا نتیجہ انتظار می داند، روزیکہ از دیدہ در آمدہ بدل نمی گذرند، چہ گوید کہ در
دل و جان چہ می گذرد، و اگر چہ منصب عبودیت آنست کہ اگر او ہجران خواستہ باشد صد
مرتبہ بر وصل شرف دہند۔ اما گواں زہرہ و جگر و کرا آں رضا و تسلیم دریں جا تسلیم از عدم مروت
میدانند، جیرانست کہ ساداکفرے سرزدہ باشد، اما کفر محبت را اسلام می داند، بلکہ کفر و
اسلام ہر دو گناہ۔

کفر کا فر را و دین دین دار را ذرہ در دست دل عطار را
ایں اشتیاق نامہ را مرا نگاہ دارند، و نشونید کہ شستہ نخواہد شد، مامول از اخلاق رضیہ آنکہ
ہر چہ جوہری داشتہ باشد بگیرند، صد آفریں کہ بندہ را خوب شناختہ اند و دیدہ نادیدہ را
مشاق منتظر بانی و مطلع نورانی خود دانند، در دل خود چہ جائے گنجین عزیزاں خالی بگذشتہ
اند، اگر اعزہ بر بخند ایشان متعجب جواب اند، من خود کار ساختگی نمیدانم پارہ سوختگیم پوست کند
از مغز جان خود نفس می برآرم و میدانم کہ محبت ایشان از طریق مدارا و صلح کل نیست، از ربط

لے "ساقی و جام و گوشہ دہراست ایں جا" لے "ناز" ہے لے "پرتن"
لے "بکال" ہے۔ (۹) لے "است نہیں ہے" لے "اگر آں"
لے "می داند" لے "کامل" لے "اند" لے "میں" ایں "نہیں ہے۔"
لے "رضا بر سجدہ قید رضا" لے "گذشتہ" لے "بر بخند"
لے "خواہند بود" لے "میں نہیں ہے۔"

روحانی و خواہش صمیمی است، آنکہ فقیر بخدمت ایشان گفتہ۔ در راہ ما ولترنگا پوکن کہ هست۔
 صادق می آید حسب حال ایشانست کہ از زبان ایشان گفتہ شدہ بہر حال گفتہ کہ من بزرگ
 و بر لغت من نگیرند۔ والسلام والا کرام
 بچند دلغ بدود چراغ تیرہ ساخت و بچند چشم خود بصحبت ابنائے زماں.... از صحبت
 ناس غیر از یاس هیچ رونے نمود، و از دریافت مردم درو خیر نیافت، با وجود این ہمہ دل درد مند
 ہماں در حبت و جوست، و زبان خواہش ہچماں در گنگو کہ بدیادلی رسد کہ دل از و آب
 خود و التہاب دوسے انطفی یابد۔

اکبر کے انتقال پر شیخ محمد کلاخط نواب سید فرید مرثیٰ خاں کے نام

(مندرجہ ذیل خط جس کا عنوان ہے: "تنبیہ الغافلین بغنار الدنیا واربابہا واغترار
الجالین بزخارفہا واسبابہا" شیخ محمدؒ نے اکبر کے انتقال پر نواب سید فرید مرثیٰ خاں
کو لکھا تھا اور ہدایت کی تھی کہ جہانگیر کے سامنے بھی اس کو پیش کر دیا جائے مراۃ الحقائق
میں لکھا ہے:

ایں رسالہ در واقعہ رحلت جلال الدین اکبر بادشاہ برکن السلطنت نواب سید
فرید مرثیٰ خاں برائے اطلاع و آگہی نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ فرستادہ شد
یاد رہے کہ حضرت شیخ "سزوکمان" کے قائل تھے اور پردے پردے میں بات کہتے
تھے۔ اس خط میں انہوں نے اکبر کی ایک ایک گمراہی کی نشان دہی کی ہے اور اس
کے جانشین کو آگاہ کیا ہے کہ کہیں وہ ان گمراہیوں کا اعادہ نہ کر بیٹھے۔ یہ خط بہت غور
سے مطالعہ کے قابل ہے۔ اس میں شیر کی حکایت، پیغمبری کی نوعیت پر گفتگو،
"انقیاد شریعت و اعتقاد مسلمانی" کا مطالبہ شیخ کے احساسات اور تاثرات کا
پتہ دے رہا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سبحان الملك المحي الذي لا يموت ولا يفوت غبار عنت وكدورته كراز مہیج
ایں واقعہ عظیمہ وواہمہ شدیدہ برصفحات خواطر ضلالت نشستہ و حیرتے و وحشتے کراز یکایک
واقع شدن ایں حادثہ رومے دادہ از حیطہ تقریر و تقریر بیرون است، چہ تو اں کرد، سنت
الہی بریں جاری ست، تابود چیں بود، چہ شاہ چہ گداہیں راہ است۔ شعر ۷

ہر کہ آمد بجاں اہل فنا خوابد بود
و آنکہ یا پندرد و باقیست خدا خوابد بود

حق جل و علی بدولت و شوکت پس بادشاہ گردون شکوہ قوی دولت جواس بخت بد اللہ جلالہ
و ظد فی مرضیہ ملکہ و اقبالہ تمامہ بریار از خایص و غام خصوصاً زمرہ اہل اسلام را کشف امن
و امان و سایہ عدل و احسان از جمیع آفات و کمروہات محفوظ و مصون داراد اللہم اصلح
الافام والامۃ والراعی والرعیتہ والفق قلوبہم فی الخیرات، ایں دعا از عظام مشائخ
قدس اللہ سرار ہم مروست و ادامت بران شمر سعادت دنیا و آخرت و باعث امن و امان
ظاہر و باطن ست، دیگر ایں دعا اللہم اصلح امۃ محمد اللہم ارحم امۃ محمد اللہم
اغفر لامۃ محمد گفتہ اند کہ ہر کہ بران دوام نماید در مرتبہ بیایہ ابدال نشیند، و اللہ الموفق کنول
از فتنے دنیا و بے ثباتی آن چگوید و چہ نویسہ قال بعض حکماء الدنیا اشبه شیء بظلم الغمام
و نوم الاحلام میگوید، دنیا مانند سایہ ابر است کہ رواں میگذرد، یا مثل خواب شیطانی ست
کہ مرد بالغ می بیند، در تشبیہ اول فنا و بے ثباتی دنیا را دامنود و در ثانی حقارت و قلت متاع
آنرا بیان کردہ گفت یا خوابیست یا بادستی یا افسانہ مثل مرگ حادثہ در میان کہ بیشک و
شبہ رسید نیست و آدمی زاد ازاں غافل نشسته و دیدہ عبرت و حیرت فرو گرفته و بر بستر غفلت
افتادہ پروانہ دارد کہ چہ کارے سخت و مہمے صعب در پیش دارد، و میگویند کہ یقین مشکوک کدام
ست یعنی چیزیکہ آدمی یقین داند و با وجود یقین دران شک دارد گویانمی داند، آن چہ چیز است
گفتہ اند کہ آن مرگ است، یقین میدانند کہ رسیدنی ست اما چنان زندگی میکنند و برنجہ
میروند کہ گویانمیدانند تبارک اللہ ایں چہ قدر تست و ایں چہ پردہ کہ بر روی آدمی زاد فرو بسته
اند و ایں غفلت و فریب ست کہ وے میخورد و ہماں مثل شیر و مرد گر یزندہ از پیش او ست۔
حکایت می آرند کہ شیرے در بیابانے بدنبال مردے افتادہ بود، وے از پیش شیر
گریختہ میرفت، چوں مجال گریز تنگ آمد اضطراب خود را در خرابہ چاہ زد و ہمراہ تنگ راہ

بشاخا و پنہلے گیاه کہ دران چاه بود دست زد و معلق ماند در پایاں چاه میکند اثر دہائے می
 بیند، دہاں باز کردہ نشستہ کہ اگر بفتد ہم در نفس فرو برد، شیر کہ در دہال بود آمدہ بروئے چاہ
 ایستادہ کہ اگر بر آید ہم در ساعت کارش تمام کند، ساعت لطیف متعلق بآن خیش دے زدہ
 وقفے راست کردہ بود کہ موشتے چند رسیدند و رشتہ لے گیاه را کہ مثال رشتہ عمر آدمی است و
 بدان متعلق است بریدن گرفتند، بیچارہ حیران ماند کہ چہ کند، اگر پایاں افتد اثر دہائے نشستہ
 و اگر بالا رود شیر ایستادہ تن بہ بلا در داد و منتظر ملاک نشست، نگاہ نظرش بر لاندہ نخل افتاد کہ
 در کج دیوار چاہ شہدے قے کردہ، مرداں ہمہ را فراموش کرد، ہم از شیر و ہم از اثر دہا و موش
 چشم بر بست و انگشتے بآن شہد زد و باں مزاحمت گساں و نیش زنبوراں شہد رسیدن گرفت
 دوسرا انگشت شہد نہ لیسیدہ بود کہ رشتہ عمر گستہ شد و در چاہ محنت و اندوہ بکام اثر دہائے مرگ
 فرو رفت، اکنون ما شہد لیاں آن چاہیم کہ شیر قضا در قفلے ماست و امروز فردا است
 کہ در چاہ بلا کہ دنیا است بکام اثر دہائے مرگ فرو رفتہ ایم کاش کہ مدت حیات معین ہوے و
 امتداد ایں مسافت معلوم گشتے کہ چند است تا موافق آن راہ روشے بخود قرار دادندے و قطع
 ایں مسافت بتانے و تدریج کردندے و یک قسم فرغتے و قرارے یافتندے، وقفے چند
 براحت زدندے، پیچ معلوم کہ مدت عمر چند است و بعد ازیں مسافت چہ قدر در ہر گام و در
 ہر نفس خطر است و احتمال آنکہ سیر ں آخر باشد، روز و ہفتہ و ماہ را خود کہ داند و اگر فرضاً معلوم
 بودے و دراز بودے ہم چہ بودے ں رفتنی است و گذشتنی، چہ معلوم و چہ نامعلوم و چہ
 دراز و چہ کوتاہ ے

چوں قامت ما برکے غرق است	کوتاہ و دراز را چہ فرق است
اگر صد سال مانی در یکے روز	بیاید رفت زیں کاخ دل افروز
دریں صندل سرکے آبنوسی	گئے ماتم بود گاھے عسروسی
چو بہر شادی و غم جائے رو بند	بجائے سزجائے پاسے کو بند

دنیا اگر دائم بودے و اسباب دنیا دائم و عیش و فراغ خاطر و آسائش وقت متصل
 آنکھ اگر یکے بہ محبت مولیٰ و شوق آن عالم ازاں صبر کرے دہر خاف و آن التفات نمودے
 کارے بود اکنوں کہ فانی ست و سر اسر و حشت و کدورت و محنت و مشقت و صد بلا ہر آلا
 ہم افتادہ ترک آن چہ مقدار کارست کہ ہاں بنا زند و ہر نوت آن حسرت خورد اگر یکے بقدر
 ازاں دست بدارد و کامے چند فراتر نہ تمام خود تمن نیست صرفہ روزگار خود کردہ باشد و
 منتہ بر جان وقت خود نہادہ اما خاصیت این شراب چنین افتادہ، ہر جرعہ کہ ازاں بخورد و ہر
 قطرہ کہ ازاں بنوشد بھر من زیادتی کند و تشنہ تر سازد تا مستی آرد و بے خبر گرداند، آنکھ نصیحت
 را بگوشت او را نہ باشد و اندیشہ عاقبت را در سراو جائے زمستی و غرور دنیا و حکمرانی بجائے کشد
 کہ دعویٰ خدائی و پیغمبری کنند، دیگر چہ توان گفت، فرعون بآں سرحد زمین مصر کہ ملک او بود
 و وہ روزہ را پیش نبود دعویٰ خدائی کرد، دیگر اں را چہ گوید آن از خدا بخیبر نمیدانست کہ خدا
 آفریدگار آسمان و زمین باشد، تو خود کلوتی یا گسے در عالم پیدا نکردہ دیگر این دعویٰ چسیت
 دیوانہ ہم نبود تا اینہا از سر دیوانگی گفتہ باشد، اگر دیوانہ بودے موسیٰ پیغمبر علیہ السلام
 بدعوت وے چرا میفرستادند، دعوت انبیاء صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہم عقلاً را بود و حجابین را
 ایں نبود مگر غرور و مستی دنیا و ملک و سلطنت کہ او را بدیں ہذیانات میداشت در سرشت بعضی
 غرور و حماقت ضمیر کردہ اند کہ فہم و تمیز را از ایشان ہر میگیرند و با وجود عقل عزیزے کار دیوانہا
 میکنند و سخن دیوانہا میگویند، دیوانہ نیستند اما دیوانہ صفت اند، یکے دیگر برمی خیزد و دعویٰ پیغمبری
 میکند و ایچ نمیداند کہ معنی پیغمبری چیست، پیغمبری میبانی شدن است میان خدا و خلق از خدا فیض
 میگیرد و تخلق میرساند و پیغمبر از اول عمر تا آخر از گناہاں معصوم بود و بعالم قدس و ملکوت متصل
 و فرشتہ بروے بیاید و پیام حق بگذارند و معجزات بنماید و در زمین و آسمان تصرف کند و قرص
 ماہ را با شارہ انگشت دو پارہ سازد و چشمہا از انگشتان رواں گرداند و درختاں او را سجدہ برند و
 منگ و گیاه بروے سلام کنند و ہاے کناہے باشد کہ اگر جن و انس ہمہ جمع شوند مانند سورہ

ازاں نتوانند آورد، و اگر تمام علماء و عقلائے عالم اور افسیر کنند بپایان نتوانند آورد و پیغمبر شریفی
 بنهد و عالم را بنور علم و ایمان منور گرداند، کافران را از کفر و جاہلان را از جہل بیرون آورد و دور
 را نزدیک گرداند و گمراہان را براہ راست برد و در تمامہ خوبہائے ظاہر و باطن و صورت و
 سیرت از ہمہ کس افزوں تر و بالاتر باشد و بچکس در پیچ خوبی مانند دے نبود، و پیغامبر راست
 بود و بصلاح و صلاح آراستہ و بکلیہ محبت و اعتقاد پیراستہ، نزدیکان دے در علم و عمل و
 زہد و تقویٰ و نورانیت از ہمہ پیشتر و بیشتر و متابعت دے جامع کمالات و مظهر خوارق و کرامات
 گشتہ، پیغمبری نہ مجرد دعویٰ و غلبہ و سلطنت و شوکت است اینہا ہمہ روشن است اما بامت
 چہ توان گفت۔ نعوذ باللہ من الغباۃ الخوانیۃ۔

در آدمی سہ چیز است، نفس و قلب و روح، جبلت نفس ہم ازیں عالم کون و فساد است و
 ہمیں لذات جسمانی و مستلذات حسی کمال اوست و نفس زینے ست و ظلمات و از اجزائے
 بدن ست، غایت آنکہ نسبت با جزائے دیگر ایں قدر لطافت و نورانیت پیدا کردہ کہ چیزے
 از محسوسات تواند دریافت و مادہ سمع و بصر و شمع و ذوق و لمس گشت و نفس از لذات عقلی و
 روحانی خبر ندارد و ہمیں نفس است کہ آدمی را گرفتار ایں عالم ساختہ است و روح لطیف است
 و نورانی محض و از عالم بالا است و توجہ او ہمیشہ بعالم قدس و لذت ہے علم و معرفت است
 و محبت مولیٰ تعالیٰ شائد و شناخت ذات و صفات ہے تعالیٰ و تقدس نصیب اوست و
 لیکن جبلت تعلقی کہ او را بہ بدن دادہ اند و از اختلاط و از دوائے کہ او را با نفس واقع شدہ
 گرفتار عشق و محبت نفس گشتہ و سرشتہ گم کردہ است و تعلق روح را با نفس بعینہ مثل تعلق
 مرد با زن گفتہ اند کہ از ازدواج آنہا لطیفہ قلبیہ پیدا شدہ و قلب متقلب بود، میان روح و
 نفس اگر بر یکے احکام روحانی غالب آید و نفس و قلب تابع او شوند و ایں بے نور افتد از پنج ہمہ
 خیر و صلاح آید و اگر نفس غالب آید و روح و قلب تابع افتد ہمہ شر و فساد خیزد و ایں سخن مشہور
 ست در محل خود مشرع تہذیب بیان یافتہ است مقصود اینجا بیان تہذیب و رکشاکش

اقتادن آدمی زادست که از یک طرف عقلش بجای میخواند و از طرف دیگر هوا بجانب دیگر
می برد و بصدمت و شدت گرفتار است باز این سخن و شدائد آن عالم تفصیل بنیدیشد و
تصور کند از خود رود و از هم پاشد، و در حدیث آمده است

لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبِئْتُمْ كَثِيرًا

فرموده اگر بدانید آنچه من دانم از احوال مبدء و معاد و آخرت که چهارفته است و چهار پیش آید
ست کم بخندید و بسیار بگریید لیکن چون حکمت ابتلاء و فضل الی اقتضای آن کرده
که این عالم را از نظر پویشده و در پرده غیب داشته است و آنچه می بیند و می یابد عین عالم
ظاهر است از اینجا فریب خوردند و سرشته گم کرده که یعلمون ظاهرا من الحیوة الدنیا
و هم عن الآخرة هم غافلون بخوان صادق که حضرات انبیاء صلوة الله و سلامه علیهم
اجمعین خبر آن عالم میرسانند و انوار علم و هدایت می نمایند اما مردم چنان در ظلمات نفس و
طبیعت افتاده اند که قطعاً گوش نمی دهند و قدم نمی رنند حقیقت حال بعد از مردن منکشف
گردد که چیست ۵

باش تا پرده براندازد جهان از روی کار

آنچه امشب کرده فردا گردد آشکار

الناس نيام فاذا ماتوا انقلبوا فرموده مردم در خواب عقلت اند چون بیدار شوند
و آگاه گردند ۵

خلق تا در جهان اسباب اند

همه در کشتی اند و در خواب اند

لا اله الا الله محمد رسول الله، اکنون اگر گویند پس چه کار باید کرد و کجا باید رفت، سخن به
نقیض آمد ترک دنیا می فرمایند و بتجربید از خلق و ظلمات طبیعت و مخالفت نفس می خوانند و وجود
این حال محال و از دست آمدن این کار مشکل آدمی زادت تا در قید حیات ست و در دنیا است

از اسباب دنیا و معیشت باینی نوع و آسائش طبع و قید نفس چاره ندارد و مدار حیات دنیا و انتظام کار عالم بریں است، جوابش بدانکہ تا سخن را نیک نفہمند و بکنہ آن در نروند دل نشین نگردد و جز حیرت و سرآسیگی نیارد مقصود از آنکہ گویند ترک دنیا باید داد و از خلق بر کرانہ باید بود و براہ مخالفت نفس و طبیعت رفت آنست کہ خلاف حق نکنند و از جادہ بیرون نروند و راہ و روشنی کہ در دین و شریعت قرار داده اند از دست ندهند، باین نوع اگر بظاہر با خلق باشند در باطن با حق اند و اگر بصورت در دنیا باشند بمعنی ترک دنیا اند چہ دریں صورت اگر موافق نفس عمل نمایند در حقیقت مخالف آن کردہ باشند، محققان گفتہ اند کہ مقصود اصلی موافقت حق است نہ مخالفت نفس یعنی سالکان کہ بر خلاف نفس روند و بر ضد دے کارے کنند برائے آن کنند کہ نفس موافق حق گردد و براہ راست رود و اگر او خود براہ راست رود مخالفت او معنی ندارد فقرا اند و اغنیاء امرار اند و رعایا مالکانند و مملوک خادمانند و محسود و علی ہذا القیاس، فقرا را صبر باید، و اغنیاء را شکر، امرار را عدل، رعایا را انقیاد، مالکان را رحم، و مملوکان را خدمت، خادمان را ادب، و محسودان را عنایت، ہر کدام از ہر طائفہ کہ براہ و روش خود روند و طریقہ بندگی و انصاف اردست ندہند و اصل و مقرب و مقبول در گاہ باشند، ازینجا گفتہ اند کہ سلوک ہر طائفہ حرفت اوست یعنی ہر کسے بر ہر حرفتے و کارے کہ باشد اگر بر مہلج قاعدہ و ادب رود سالک است دعوت شریعت غزائہم بریں پنج است، سرور کائنات و سید سل صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ ہمچس را از ہر حرفتے کہ داشت بیرون نیارد، مزارعان را در کار زراعت گذاشت و تاجران را در تجارت و متاہلان را با اہل و عیال و مجردان را در ترک و تجرید و اغنیاء را با مال و منال و فقرا را با فقر و فاقہ و لیکن ہر طائفہ را قاعدہ و دستور العمل مقرر داشت تا براں نمایند و از جادہ بیرون نروند، بیرون کہ آورد از کفر و معاصی بیرون آورد و دیگر ہمہ را درون دائرہ گذشت سر سعادتمندان شریعت و اعتقاد مسلمانی است و یقین داشتن بر آنکہ ہر عمل را اجرے است

وہر گروہ را جزائے و عاقبت عمل نیک و عمل بد بد فہم من یعمل مثقال ذرۃ
 خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ غایت آنکہ فرقہ جزائے خیر را ہم در دنیا
 طلبند و از آخرت غافل باشند و جماعت دیگر را مطمح نظر جزا از آخرت است و کار دنیا
 سہل انگارند و ہر کس ہر کارے مشروع کہ برائے خدا کنند اور ہم دنیا شود و ہم آخرت فہند
 اللہ ثواب الدنیا و الآخرة عاقبت بخیر باد۔

اہم سیاسی، ادبی اور مذہبی واقعات

(بہ اعتبار سنین)

ولادت شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۹۵۸ ہجری
انتقال سلیم شاہ سوری	۹۶۰ م
ہمایوں نے دوبارہ اقتدار حاصل کیا	۹۶۱ م
شمالی ہندوستان میں شدید قحط	۹۶۳ م
ہمایوں کا انتقال اور اکبری کی تخت نشینی۔	
شیخ عبدالوہاب متقیؒ مکہ معظمہ میں۔	
بیرم خاں کا قتل	۹۶۸ م
اکبر اجمیر میں	۹۶۹ م
وصال شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری۔	۹۷۰ م
ولادت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانیؒ	۹۷۱ م
حبزیہ معاف کیا گیا۔	
ولادت خواجہ محمد باقی باشرؒ	۹۷۳ م
شیخ عبدالبنی صدر الصدور مقرر ہوئے	
وفات شیخ علی متقیؒ — فیضی دربار اکبری میں۔	۹۷۵ م
وفات طغ ادہن بن ہمار الدین جونپوری۔	۹۷۶ م
ولادت شیخ بلاول — پیدائش شہزادہ سلیم۔	
فتح پور سیکری کی تعمیر کے لیے احکامات جاری ہوئے۔	۹۷۷ م

ولادت شہزادہ مراد	۹۷۸ھ
وفات شیخ نظام الدین انبیٹھویؒ۔ وفات شیخ سلیم حشتیؒ	۹۷۹ھ
تصنیف "خوارقات" در حالات سید محمد گیسو درازؒ	۹۸۱ھ
ابو الفضل اور بدایونی دربار میں پیش ہوئے۔	
تصنیف "صراط المستقیم" از شیخ خوب محمد حشتیؒ	
گجرات میں قحط۔	۹۸۲ھ
گلبدن بیگم کی روانگی حج کے لیے۔	۹۸۳ھ
عبادت خانہ میں جلسے شروع ہوئے۔	۹۸۴ھ
اکبر نے خطبہ پڑھا۔ محضر جاری ہوا۔	۹۸۷ھ
تصنیف "تحفہ اکبر شاہی" عباس شیروانی۔	
مخدوم الملک اور عبدالنبی جلا وطن کیے گئے۔	۹۸۸ھ
وفات مولانا محمد بزدی۔	
اجراء دین الہی۔ محمد حکیم مرزا گورنر کابل کی بغاوت	۹۸۹ھ
وفات شیخ رزق اللہ مشاقیؒ۔ وفات شیخ جلال الدین تھانیسی	
وفات شیخ محمد اسحاق سہروردی۔	
ترجمہ ہما بھارت (رزم نامہ) البدایونی۔ دصال شیخ سیف الدینؒ	۹۹۰ھ
سنہ الہی جاری ہوا	۹۹۲ھ
"مرکز ادوار" فیضی مکمل ہوئی۔ "تاریخ الفی" شروع ہوئی۔	۹۹۳ھ
نور اللہ شستری نے "مجالس المؤمنین" لکھنی شروع کی۔	
"بابر نامہ" کا فارسی ترجمہ شروع ہوا۔	۹۹۴ھ
ابو الفضل نے "رزم نامہ" کا مقدمہ لکھا۔ فیضی نے "لیلاوتی" کا ترجمہ کیا۔	۹۹۵ھ

- ۹۹۵ھ جوہر نے "تذکرۃ الواقعات" کی ابتداء کی۔
- ۹۹۶ھ شیخ عبدالحق دہلویؒ گجرات پہنچے۔
شیخ عبدالحق دہلویؒ حجاز میں۔
کلیات عرفی کی تکمیل ہوئی۔
- ۹۹۷ھ ملا احمد تنووی (تاریخ الفی) کا قتل
ابو الفضل نے "عیار دانش" مکمل کی۔
شیخ نظام نارنولیؒ کی وفات۔
- ۹۹۸ھ "بابر نامہ" کا فارسی ترجمہ مکمل ہوا۔
شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ کی وفات
"جذب القلوب الی دیار المحبوب" شروع کی گئی۔
- ۹۹۹ھ تکمیل ترجمہ "راماین" از عبدالقادر بدایونی۔
تکمیل "اخبار الاخیار"
وفات عرفی۔
- ۱۰۰۰ھ ولادت شاہجہاں
تکمیل "تاریخ ہمایوں" از بایزید۔
"برہان المآثر" (علی بن عزیر الشہطابہائی) کی ابتداء
- ۱۰۰۱ھ انتقال شیخ مبارک ناگوری۔
"جذب القلوب" مکمل ہوئی۔
- ۱۰۰۲ھ "سواطع الالہام" فیضی مکمل ہوئی
"ہفت اقلیم" امین رازی مکمل ہوئی۔
"طبقات اکبری" (نظام الدین) کی آخری تاریخ۔

وفات مرزا نظام الدین احمد نجفی -

۱۰۰۲ھ

تکمیل "زاد المتقین"

تکمیل "نل و دمن" فیضی

"منتخب التواریخ" (بدایونی) کی آخری تاریخ

وفات حکیم عین الملک والد نور الدین محمد جامع "لطیفہ فیضی"

تکمیل "برہان المآثر"

۱۰۰۳ھ

"تاریخ حق"

انتقال فیضی

تکمیل "منتخب التواریخ"

تکمیل "اکبرنامہ"

وفات نور الدین طباطبائی -

۱۰۰۵ھ

تکمیل "سراج الاستخراج" ملا فرید الدین مسعود بن حافظ ابراہیم دہلوی

۱۰۰۶ھ

ترجمہ "یوگ و شمشہ"

ولادت خواجہ محمد معصوم

۱۰۰۷ھ

تصنیف "حفظ مراتب" فتح خوب محمد حشمتی

۱۰۰۸ھ

ایسٹ انڈیا کمپنی کو منشور ملکہ ایلزبتھ کی جانب سے -

"اکبرنامہ" کی تکمیل -

احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ اولاد سید البشر

۱۰۱۰ھ

قتل ابوالفضل

۱۰۱۱ھ

انتقال اکبر - تخت نشینی جہانگیر

۱۰۱۳ھ

سلطان خسرو بن جہانگیر شیخ نظام الدین بن عبد الشکور تھانیسری کی

خدمت میں۔	۱۰۱۲ھ
"اخبار الاصفیاء" از عبد الصمد	
"نور العین" (شرح قرآن السعیدین) از شیخ نور الحق	
وفات محمد معصوم مصنف تاریخ سندھ۔	۱۰۱۵ھ
"گلشن ابراہیمی" فرشتہ۔	
"فرہنگ جہانگیری" از جمال الدین حسین۔	۱۰۱۷ھ
"تذکرۃ الملوک" از رفیع شیرازی	
"اشعۃ اللمعات" کی ابتداء	۱۰۱۹ھ
"مرآۃ سکندری" از سکندر محمد بن محمد اکبر	۱۰۲۰ھ
"تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی" نعمت اللہ ہروی	۱۰۲۱ھ
"مفتاح فتوح الغیب"	۱۰۲۳ھ
وفات شاہ ابوالمعالی	۱۰۲۳ھ
پیدائش داراشکوہ	
وفات شیخ محمد صادق بن شیخ احمد سرہندی	۱۰۲۵ھ
پیدائش شہزادہ شجاع	
تکمیل "اشعۃ اللمعات"	
تکمیل "لمعات الشقیق"	
ترتیب مکتوبات شیخ احمد سرہندی	
پیدائش اورنگ زیب	۱۰۲۸ھ
وفات ہندو شاہ فرشتہ	۱۰۲۳ھ
تکمیل "شرح سفر السعادت"	

انشاء ہر کرن	۱۰۳۳ھ
وفات جہانگیر	۱۰۳۷ھ
وفات میاں میر	۱۰۳۵ھ
وفات شیخ بلاول	۱۰۳۶ھ
وفات محمد شریف معتمد خان "اقبال نامہ جہانگیری"	۱۰۳۹ھ
"سفینۃ الاولیاء"	
انشاء منیر	۱۰۵۰ھ
وفات شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ



